نعتیہ

دیباچے

١

ریاض مجید

نعتیہ دیباچے

ریاض مجید

اردو تنقید بالخصوص نعتیہ تنقید سے دلچسپی رکھنے والوں کے لیے یہ خبر خوش کن ہوگی کہ اردو کے نامور شاعر اور معروف محقق و ناقد ڈاکٹر ریاض مجید کے نعتیہ دیباچے تین جلدوں میں نعت اکادمی فیصل آباد سے شائع ہو گئے ہیں۔

گزشتہ تین دہائیوں سے زائد عرصے میں لکھے گئے یہ نعتیہ دیباچے نعت شناسی کے سفر میں ڈاکٹر ریاض مجید کی گراں قدر خدمات کی دستاویز کی حیثیت رکھتے ہیں۔

اردو میں دیباچہ نگاری کی اپنی ایک روایت ہے۔ ڈاکٹر ریاض مجید کے دیباچے پڑھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ اس روایت کے نہ صرف مثبت پہلوان کے ہاں نمایاں ہیں بلکہ اپنی تخلیقی استعداد اور گہری بصیرت سے کام لیتے ہوئے انھوں نے دیباچہ نگاری کی روایت میں قابل قدر اضافہ بھی کیا ہے۔ ان کے دیباچوں کی اشاعت سے اردو نعت کے تنقیدی سرمائے کی ثروت مندی نمایاں ہو کر سامنے آتی ہے۔ اصل میں انھوں نے اپنے دیباچوں صرف تحسینی رویہ اختیار نہیں کیا ہے بلکہ وہ زیر مطالعہ نگارشات میں زبان و اسلوب کی چمک اور موضوع کی وسعت و گہرائی اور تخلیق کار کی فکری و فنی ہنر مندی کے پہلوؤں کا بہ نگاہ غائر جائزہ لیتے اور تعبیر و محاکمہ ضروری سمجھتے ہیں۔ پھر یہ بھی ہے کہ ان کے ہاں قدیم و جدید تنقیدی تناظر اور اختصاصی جہات کو بھی پیش نظر رکھا جاتا ہے۔ چنانچہ تحریریں باضابطہ تنقیدی فکر و نظر کی حامل دکھائی دیتی ہیں اس لیے یہ بات ذمہ داری سے کہی جاسکتی ہے کہ ان مضامین کی اشاعت نے نعت شناسی کے باب میں مطالعات و تجزیات کے میدان کو وسیع تر کر دیا ہے۔

صبیح رحمانی

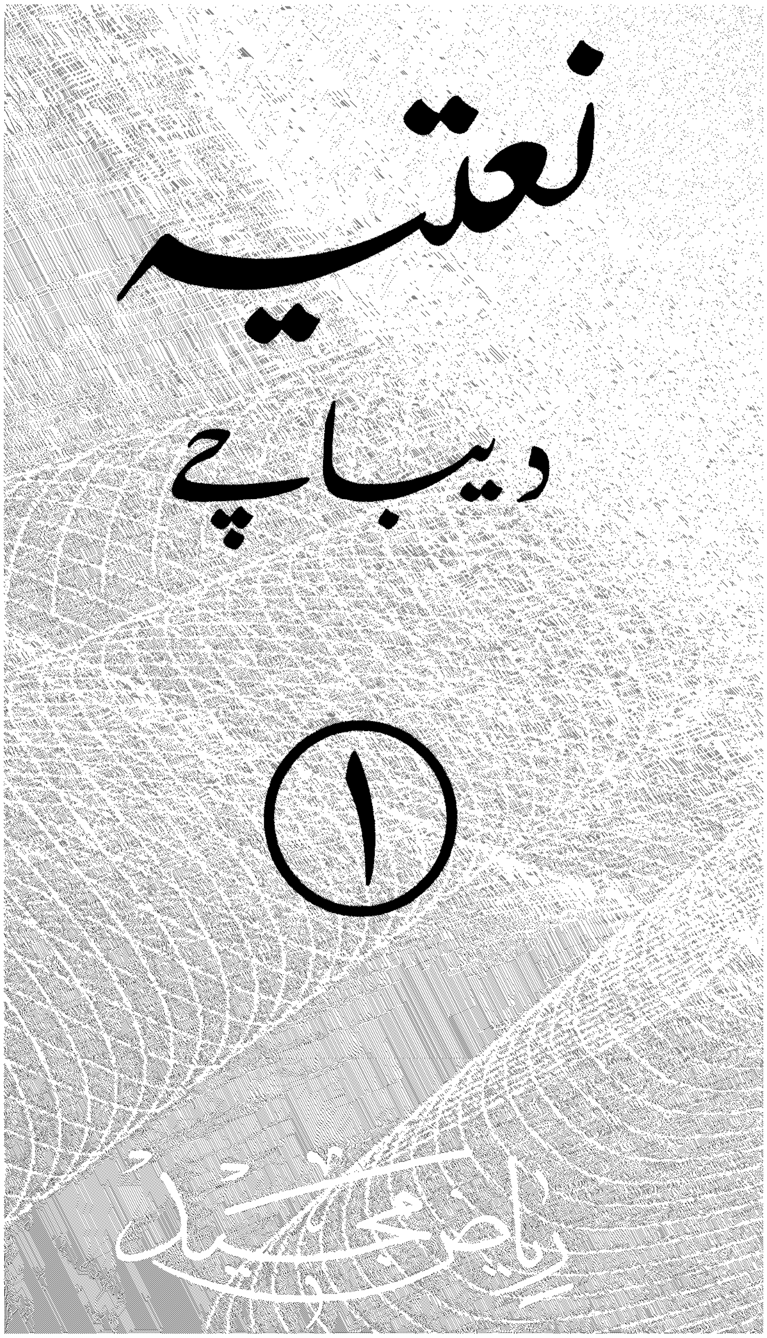

نعتیہ

دیباچے

①

ریاض مجید

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ○

نعتیہ دیباچے

(۱)

ریاض مجید

نعت اکادمی

سلسلہ اشاعت: 96
تاریخ اشاعت: 30 جون 2020
قیمت: =/300 روپے

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں:

اشاعت/حقوق: ریاض مجید
کمپوزنگ: مبشرہ فریاد
تزئین: علی حسن زیدی
سرورق: علی
بائنڈنگ: احسان الحق سیالوی 0302-6600656
مطبع: زیدی لیزر پرنٹنگ، فیصل آباد 0300-6619124
اہتمام: نعت اکادمی
پوسٹ بکس نمبر 25 فیصل آباد

☆

انتساب

محترم حفیظ تائبؒ کے نام

ترتیب

---

o)۔ تین کتابیں ___ ایک دیباچہ (ریاض مجید) 07

---

1)۔ نسبتیں: خورشید رضوی 09
2)۔ اَسمائے رسولِ مقبولؐ: ع س مسلم کی نعت کے حوالے سے ایک مطالعہ 19
3)۔ اسمائے رسول مقبولؐ صدف ضمائر میں: ع س مسلم 51
4)۔ سلسبیل: توصیف تبسّم 65
5)۔ دبستانِ نو: ریاض حسین چودھری 75
6)۔ چراغ: سیّد شاکر القادری 87
7)۔ جگمگ جگمگ: تابش الوری 101
8)۔ قلم سے روشنی پھوٹے: اکرم باجوہ 113
9)۔ نگاہِ مصطفےٰ: شاہدہ لطیف 121
10)۔ زہے مقدر: نورین طلعت عروبہ 135
11)۔ ''آپ ﷺ'' .... پروین سجل کی یک کتابی نعتیہ نظم 141

12)۔ صراطِ خلد: اشفاق احمد غوری 147
13)۔ آبشارِ نور: صاحبزادہ سید نور الحسن نورؔ 153
14)۔ کلّیات: لالہ صحرائی 167
15)۔ سحابِ رحمت: __ اسلم فیضی 173
16)۔ صبیح رحمانی __ نعت کا شجر الاشجار* 185
17)۔ صبیح رحمانی کی نعت نگاری __ ایک مطالعہ 197
18)۔ نعت نامے: بنام صبیح رحمانی 203
19)۔ جوہرِ نعت: خاور 209

❖……❖……❖……❖

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تین کتابیں ـــــ ایک دیباچہ

گزشتہ سالوں میں نعتیہ کتابوں پر لکھنے والے دیباچوں کو تین کتابوں ’’نعتیہ دیباچے (۱)‘‘ ’’نعتیہ دیباچے (۲)‘‘ اور ’’نعتیہ دیباچے (۳)‘‘ ـــ میں شائع کیا جا رہا ہے۔ ہر کتاب کے شروع میں ان نعتیہ مجموعوں کی فہرست دے دی گئی ہے جن کے لئے یہ دیباچے لکھے گئے ہیں۔ ان مجموعوں میں دو تین ایسے بھی ہو سکتے ہیں جو ابھی زیرِ طبع ہو یا جو موجودہ اُن مجموعوں میں دیباچے کی جگہ نہ پا سکے ہوں اور اب اُن کی حیثیت ان کتابوں کے بارے میں مضامین کی ہوگئی ہو۔ ان تینوں مجموعوں میں شائع ہونے والے 60 کے قریب دیباچوں میں ان کی تعداد دو چار سے زیادہ نہیں۔

ان سب مجموعوں کا بیک وقت کتابی صورت میں مطالعہ آج کی نعت کی ایک جھلک پیش کرتا ہے۔ مَیں نے کوشش کی ہے کہ مجموعوں کے مکمل مطالعے کے بعد اُن کے بارے میں اپنی رائے کا اظہار کروں اگرچہ ان دیباچوں سے کِسی حوالے سے بھی آج کے نعتیہ بیانیہ کی مکمل ترجمانی کا مظہر نہیں سمجھا جا سکتا تاہم ان دیباچوں سے نعت کے ضمن میں گزشتہ تین چار دہائیوں سے ہونے والی پیش رفت کا کچھ اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

اگر آج کی نعت کا بہت اختصار سے دو جملوں میں خلاصہ بیان کیا جائے تو کہا جا سکتا ہے کہ نعت کا مرکزی اور بڑا دھارا ’معمول‘ کی نعت نگاری پر مشتمل ہے البتہ جو غزل کے پُختہ کار، جدّت نیار اور ندرت طبع نعت نگار ہیں اُن کی نعت فکری اور فنّی طور پر تازہ کاری کی عکّاس ہے ____

آج کے شعروادب کی مجموعی صورتِ حال بھی ایسی ہے۔ اصناف کی ناول، افسانہ، غزل، نظم اور دوسری نعتِ رسول ﷺ کی صنف کا بڑا حصّہ بھی ایک تاریخ ساز پیش رفت کے باوجود تشکیلی مرحلے میں ہے۔

اِس کی ایک بڑی وجہ یہ ہے کہ آج کی نعت قریب قریب 97، 98 فیصد غزل کی صنف میں پھر رہی ہے۔ لہٰذا اُس کی تخلیق و تنقید کا سارا نظام غزل ہی کے حوالے سے تشکیل پا رہا ہے جو شاعر غزل کے علائم و رموز اس کے فنّی محاسن اور اس کی تخلیقی مہارت سے جس قدر آگاہ ہے اس کی نعت اتنی ہی مختلف، منفرد اور بلیغ معنویت کی حامل ہے اور عقیدت محض کے اظہار کی بجائے اعلیٰ ادبی و شعری قدروں کی امین ہے اور ظاہر ہے عوام، اور ’معمول‘ کے مقابلے میں ایسے ’خواص‘ اور منفرد کم ہیں۔

ریاض مجید

نسبتیں: خورشید رضوی

برادرِ محترم خورشید رضوی معاصر شعری، ادبی منظر نامے کی ایک معتبر شخصیت ہیں، اس اعتبار کے پس منظر میں اُن کے علمی وقار، قریب قریب چھ عشروں پر مشتمل فنی ریاضت اور اظہار کی اطمینان یاب کوشش کے ساتھ ان کی ذات کی دل آویز محبوبیت اور مرجعیت کا بڑا ہاتھ ہے۔ مَیں جب 1964ء میں ایم اے اردو کیلئے اورئینٹل کالج (پنجاب یونیورسٹی) لاہور پہنچا تو وہاں کی فضا میں پچھلے دو تین سالوں کے شعر آشناؤں اور ادب دوستوں کی جو یادیں موجود تھیں ان میں خورشید رضوی (شعبۂ عربی) انور مسعود (شعبۂ فارسی) اور خواجہ زکریا، صدیق جاوید، ریاض احمد ریاض، انیس الرحمٰن اعظمیٰ، انوار انجم، اسلم انصاری، عابد صدیق، سلیم بیتاب (شعبہ اردو) کے نام نمایاں تھے میرے ساتھ کے طلباء میں تبسم کاشیری، احمد عقیل روبی، اکرام چغتائی تھے بعد کے کچھ سالوں میں گوہر نوشاہی اور امجد اسلام امجد یہ معروف شخصیتیں تھیں جنہوں نے اپنے اپنے انداز میں زبان و ادب کی خدمت کی اورئینٹل کالج میں اکسٹھ باسٹھ سے پینسٹھ چھیاسٹھ (۱۹۶۱۔۶۲، ۱۹۶۵۔۶۶) کے یہ سال ادبی، علمی اور شعری حوالے سے بہت یادگار ثروت مند تھے ----- اِس کاروان تجمل کی گرد میں بھی تھا۔

ان تمام دو چار سال کے فرق سے چھوٹے اور بڑے احباب میں اس وقت سے آج تک واحد غیر متنازع اور سب کے لئے نمایاں طور پر مرنجاں مرنج، متوازن اور پسندیدہ شخصیت خورشید رضوی کی تھی اور آج تک ہے گزشتہ نصف صدی میں شعر و ادب میں نظریات کی کئی فطری اور مصنوعی خود ساختہ لہریں اٹھیں --- جھوٹے سچے کئی گروپ اور حلقے بنے ---- موافقت اور

مخاصمت کی ملی جلی فضاؤں اور طعن وغیبت کے حلقہ جاتی ماحول میں جو شخصیت ہمیشہ غیر متنازع اور سب کے لئے پسندیدہ رہی وہ خورشید رضوی کی شخصیت رہی۔ جس طرح پانی ہمیشہ اپنی سطح ہموار رکھتا ہے اس طرح خورشید کے تعلقات کی روشن سطح اپنے پرائے، علمی، کم علمی، ادبی، نیم ادبی۔۔ گروپوں، حلقوں، رسالوں، شعروں، رویّوں میں ----کیسی بھی تقسیم کرتے جائیں ----سب کے لئے نہ صرف ہمیشہ قابل قبول، محترم بلکہ واجب الاحترام ذات خورشید رضوی کی رہی۔ یہ وجوب بھی وقتی اور خودساختہ نہیں فطری، حقیقی اور خداداد ہے۔

خدا کا شکر ہے ہمارے غیبت نژاد اور مخاصمت زاد رویوں سے اَٹے شعری وادبی ماحول میں ایک شخصیت تو ایسی ہے جسے بطور مثال پیش کیا جا سکے اور جس کے متفق علیہ انسان دوست وجود اور ادب آشنا رویّوں کو ایک سعید اور مبارک، نمونے کے حوالے کے طور پر یاد رکھا جائے اطمینان کی بات یہ ہے کہ خورشید رضوی کا یہ حوالہ کسی وقتی یا حادثاتی واقعہ کے اعتبار کا پیدا کردہ نہیں اس کے عقب میں ان کے بزرگوں کی دعائیں، گھر کی تربیت، حصولِ علم کی سنجیدہ اور بارآور کوشش کے ساتھ اپنی ذاتی اور علمی شخصیت کی تشکیل اور نگہداشت کے لئے مسلسل ریاضت، انہماک اور توجہ بھی شامل ہے۔ علمی وجاہت کے ساتھ ہمہ حال اور ہمہ وقت ایک متبسم وجیہہ چہرہ ان کی شناخت ہے۔ علمی پایۂ زبان دانی، رموزفن سے آشنائی اور ان اوصاف کے ساتھ ملنساری نے سب کیلئے ان کی شخصیت کو دل آویز بنا دیا ہے۔ خورشید صاحب کے حوالے سے

ے لذیذ بود حکایت دراز تر گفتم

والی بات ہوگئی ہے۔ یہاں 'حکایت' کو 'تعارف' بلکہ تعلق پڑھیئے۔ ہمارا اُن سے تعلق ہی ایسا ہے اور ہمارے لئے یہ 'تعلق' اور نسبت فخر کی بات ہے کہ ہم ان سے متعارف ہیں ورنہ وہ لوگ جو انہیں آج تک ملے نہیں انہیں اس ''خلا'' کا بھی اندازہ نہیں جو انہیں اس محرومی سے ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی عمر دراز کرے (آمین)

خورشید رضوی نے اپنے دوسری علمی کاموں کے ساتھ شاعری بھی کی ان کی شاعری کی

بنیادیں عربی، فارسی اور اردو کی کلاسیکی روایات سے اٹھی ہیں۔ علامہ اقبال کے بعد کی قریباً پون صدی کی شاعری میں جو فکری اور لسانی تبدیلیاں رُونما ہوئیں وہ نہ صرف یہ کہ ان کی نظر میں ہیں بلکہ انہوں نے اس کا گہرا مطالعہ بھی کیا ہے اس اثناء میں جو سیاسی' سماجی اور تہذیبی تغیرات ہمارے معاشرے میں ہوئے اور ان کے جو اثرات ہمارے شعر و ادب پر پڑے وہ اُن کا بھی شعور رکھتے ہیں ''یکجا'' کے نام سے اُن کی اب تک کی شاعری کا ضخیم مجموعہ بھی دواڑھائی سال قبل شائع ہو چکا ہے۔ مقامِ مسرت ہے کہ اب 'نسبتیں' کے نام سے ان کی عقیدت نگاری (Devotional poetry) کی کتاب مرتب ہوئی ہے۔ اس کتاب کا مدت سے انتظار تھا گزشتہ صدی کے آخری ربع میں جس طرح نعتِ رسول اکرم صل اللہ علیہ وسلم کی صنف کو فروغ ملا ہے اور اس صنف نے مقدار اور معیار دونوں حوالوں سے موضوع سے بڑھ کر معجزہ فن کا جو مرتبہ حاصل کیا ہے۔ اس صنف کو اعتبار افزوں اور وقار ساماں کیفیات سے آشنا کرنے کے لئے اردو نعت کے عصر حاضر میں جن پختہ کار شاعروں نے مقدور بھر کوششیں کی ہیں ان میں خورشید رضوی کا نام بھی اہم ہے۔

خورشید کی نعت گوئی میں آداب آشنا فکر کے ساتھ نعت شناس قرینے کا تاثیر بخش امتزاج قابل ستائش ہی نہیں رشک آور ہے۔ وہ نعت کے فکر و فنی لوازمات کو ملحوظ رکھتے ہوئے بڑی خوش سلیقگی سے اظہار کے تخلیقی مراحل سے گزرتے ہیں اُن کی نعت گوئی کی تازہ کاری کا اندازہ ان کے مطلعوں ہی سے ہو جاتا ہے۔ درج ذیل اشعار دیکھئے۔

؎ بادشاہا ! ترے دروازے پر آیا ہے فقیر
چند آنسو ہیں کہ سوغات میں لایا ہے فقیر

؎ وہ جس سے مری آنکھ ہے بینا، ہے مدینہ
وہ جس سے منور مرا سینہ، ہے مدینہ

؎ حمد سے نکلا ہوا نام محمدؐ احمدؐ
وردِ اس نام کا کیا خواب ہے، احمدؐ احمدؐ

؎ مجھ سے بَن آئے گی کچھ نعت محمد میں کہیں
ہوں ابھی مدحتِ سرکار کی ابجد میں کہیں

؎ آرام گہ سیدِ سادات یہ گنبد
یہ فخرِ زمیں تاجِ سماوات یہ گنبد

؎ لمس احمد کے لئے چشم برہ زنگ آلود
خانۂ دل میں پڑا قفلِ گنہ زنگ آلود

؎ نئے برس کا نیا چاند آسماں پہ چڑھا
غمِ حسین میں دل خوں ہُوا، سناں پہ چڑھا

؎ سمجھو کہ سب دکھوں سے شفا ہو گئی مجھے
جب دل دکھا ہے نعت عطا ہو گئی مجھے

نعت گوئی کا یہ انداز میلاد کی محافل، سیرت کی مجالس اور کانفرنسوں میں ترنم سے پڑھی جانے والی نعتوں سے علاحدہ ایک ایسا علمی انداز نعت ہے جو رمز آشنا قارئین اور سامعین سے پس الفاظ کی بعض کیفیات تک رسائی اور تلازمات کی تفہیم کیلئے توجہ طلب رہتا ہے۔

علمی اندازِ نعت ----نعت کی روایت کو نہ صرف آگے بڑھاتا ہے بلکہ مستقبل کے فکری اور فنی امکانات کے راستے بھی کشادہ کرتا ہے۔ اردو کے معاصر نعتیہ منظر نامے میں نعت گو شاعروں کا ایک بڑا حصہ نعت کے جس مرکزی دھارے میں سرگرم کار ہے۔ یہ اندازِ نعت ان سے مختلف ہے، وہی پہلے بھی کئی بار دی گئی مثال کے مطابق بھیڑ سے ہٹ کر اور انبوہ سے کٹ کر چلنے اور داد و شہرت سے گریز سچے تخلیق کاروں کی طرح سب میں رہتے ہوئے مختلف اور منفرد انداز میں بات کرنے کے آرزومند خورشید رضوی نے مذکورہ بالا مطلعوں کی حامل نعتوں میں آرٹ اور کرافٹ کی مصرع مصرع اور شعر شعر جو مثالیں تخلیق کی ہیں وہ ان کی مہارتِ فن کی ترجمان ہیں۔ عقیدت نگاری سے متعلق ان فن پاروں میں انہوں نے ثنا کاری کو بڑے فنی قرینوں، تخلیقی جذب اور انہماک سے معجزہ فن کی منزل کی طرف گامزن رکھا ہے۔ بڑا فنکار اپنی تخلیقی توجہ، انہماک، اپنی روایت آشنا ریاضت اور امکان شناس وژن سے کرافٹ کو بھی آرٹ کا حصہ بنا دیتا ہے۔ ویسے بھی مرا یقین ہے کہ سچا نعت فکر شاعر اپنے خلوص سے آورد کو بھی آمد بنا سکتا ہے۔ اور نعتِ رسول اکرم صل اللہ علیہ وسلم کے باب میں تو سچے شاعر کا باطن اسے لہو کا آخری قطرہ بھی صرفِ فن کرنے کا درس دیتا رہتا ہے۔

خورشید رضوی کے فن کا ایک کمال ان کی ایک سادہ سی نعت میں ظاہر ہُوا ہے یہ نعت چھوٹی بحر میں مثنوی کے انداز میں لکھی گئی ایک مختصر سی نظم ہے جس میں انہوں نے کسی پر تکلف پیرایۂ اظہار کی بجائے ایک براہِ راست بیان کا سادہ اسلوب اختیار کیا ہے ---- یہ نظم اپنی تخلیقی وحدت میں مکمل یوں ہے۔

یہ درو بام و گُنبد و محراب
سر بسر ہیں مِری نظر کا حجاب

کاش پھر سے وہی مدینہ ہو
پھر وہی شہرِ پُر سکینہ ہو

کچّی گلیاں ہوں ، کچّی دیواریں
اور کھجوروں کے شاخچوں کی چھتیں

کُو بہ کُو نقشِ پائے احمدؐ ہو
سُو بہ سُو خوشبوئے محمدؐ ہو

آنکھ روشن ہو روئے انور سے
چھو سکیں ہاتھ ، پائے اطہر سے

صورتیں ہوں نبیؐ کے پیاروں کی
جس طرح مشعلیں ستاروں کی

شیشۂ جاں میں ہو نہ بال کوئی
دِل میں اُٹھتا نہ ہو سوال کوئی

اہلِ منزل نہ راستہ پوچھیں
آنکھ سے دیکھ لیں تو کیا پوچھیں؟

سامنے نُور ہو حقیقت کا
ابر حائل نہ ہو روایت کا

نہ دلیلوں کی ٹھوکریں کھائیں
جو سُنیں دوڑ کر بجا لائیں

میں نے اس نظم پر بیسیوں بار غور کیا اور اس کی محاکاتی پُرکاری اور موثر بیانی سے محظوظ ہوا اِس نعتیہ نظم کا اسلوب ایک نصاب آثار معیار لئے ہوئے ہے اگر انٹرمیڈیٹ اور بی اے کے اردو نصابات کیلئے کوئی ایسا نعت پارہ منتخب کرنا ہو جس میں فکری اور فنی حوالوں سے شعری لوازمات اور تخلیقی عناصر موجود ہوں تو بہ آسانی اس نعت کا انتخاب کیا جا سکتا ہے اس کا حجم، اشعار کی تعداد اس میں موجود محاکات اور دوسرے فنی محاسن جو تخلیقی شاعری کا حسن شمار ہوتے ہیں نہ صرف قرینے سے موجود ہیں بلکہ پرگداز اور موثر سادگی کے ساتھ شامل اظہار ہوئے ہیں۔

ممکن ہے بعض قارئین کیلئے یہ عجیب بات ہو---- عام طور پر ہمارے ہاں تنقیدی آرا اور مضامین میں اس طرح کی بات نہیں کی جاتی بلکہ اس زاویۂ نقد سے سوچا بھی نہیں جاتا لیکن یہ ایک نکتہ ہے جسے پیش نظر (کبھی کبھار) رہنا چاہیے مَیں نے قریباً پچیس سال پہلے ایم ایڈ کی امتحانی ضروریات کے حوالے سے انگریزی زبان کے نصابات میں حمد و نعت کی ضرورت کے موضوع پر اپنی نگرانی میں ایک مقالہ لکھوایا جس کا عنوان تھا

NA'AT - NEED AND SCOPE IN ENGLISH CURRICULUM

مقالہ نگار سلیم اللہ جندران تھے۔ اس مقالے کو بعد میں جناب احمد فراز کی نگرانی میں نیشنل بک فاؤنڈیشن اسلام آباد نے ۱۹۹۹ء میں شائع کیا اس مقالے کے تحقیقی مراحل کے دوران میں ____ اور بعد میں بھی کئی بار خیال آیا کہ ہمارے ہاں نعت کا غالب حصہ غزل کی صنف میں

ہے یا طویل یک کتابی نعتوں کی صورت میں مثلاً منحمنا، فارتلسط، حمطایا، عبدہ (عبدالعزیز خالد)، رحل نظر (نظر مہدی)، دارین (احسان دانش) صلصلتہ الجرس (عمیق حنفی) وغیرہ۔ معاصر نعتیہ نظموں میں دس بارہ اشعار پر مشتمل نصابی انداز اور معیار کے مطابق نعتیہ نظمیں بہت کم ہیں اس انداز و معیار (جو نصابات کے حوالے سے مطلوب ہوتے ہیں) کی کمی کا اندازہ اس وقت ہوتا ہے جب آپ آج کے نعتیہ منظر نامے میں ایسے نعتیہ مواد کی تلاش میں نکلیں علامہ اقبال کی طویل نظموں میں 'ذوق وشوق' کے علاوہ بانگ درا کی کئی نظمیں مثلاً

0۔ دربارِ رسالت مآب میں
0۔ بلالؓ
0۔ صدیقؓ
0۔ جنگِ یرموک کا ایک واقعہ

----- وغیرہ وغیرہ ----- نعتیہ عناصر کی حامل ہیں اور نصابی اعتبارات ضروریات کے مطابق متناسب (Sizeable) اور متوازن فکری و فنی حجم کے موافق ہیں -----مَیں خورشید رضوی کی اس نظم کو اس فہرست میں شمار کرتا ہوں۔

مہارتِ فن کے حوالے سے خورشید رضوی کی کئی نعتیں اعلیٰ معیار اور نمونہ کی حامل ہیں۔ ایک نعت کا حوالہ ہی کافی ہے جس کا مطلع ہے۔

؎ لمس احمدؐ کے لئے چشم برہ زنگ آلود
خانۂ دل میں پڑا قفلِ گنہ زنگ آلود

اس میں خورشید کے کمال فن کا اظہار ہوا ہے یہ تخلیقِ فن میں ریاضت اور جگر کاوی کا وہ مرحلہ ہے جب آورد بھی آمد کے درجے پر آجاتی ہے بقول مرزا غالب

؎ تا بادہ تلخ تر شود و سینہ ریش تر
بگدازم آبگینہ و دَر ساغر افگنم

ہیئت اور مواد کو اس جگر کاوی سے آمیز کرنا کہ دونوں کا اصطلاحی فرق ختم ہو جائے اور وہ ایک دوسرے میں تحلیل ہو کر اپنی جداگانہ شناخت مٹا کر ایک سیال واردات بن جائیں۔ ایسے ہی فن پاروں کے لئے کہا گیا ہے۔ علامہ اقبال نے ’والدہ مرحومہ کی یاد میں‘ کے عنوان سے لکھی گئی معروف نظم میں ایک شعر لکھا ہے:

؎ زندگی کی اوج گاہوں سے اتر جاتے ہیں ہم
صحبتِ مادر میں طفلِ سادہ رہ جاتے ہیں ہم

خورشید رضوی کی یہ نعت

؎ نازاں ہے اس پہ دل کہ بلایا گیا مجھے
آخر درِ حضور پہ لایا گیا مجھے

ایسی ہی کیفیت کی ترجمان ہے اس بارگاہِ بے کس پناہ میں خورشید کی حاضری اور حاضری سے وابستہ جذباتی تلازمات کا اظہار تخلیقی سادگی ک اپُرتاچیر تسلسل رکھتا ہے۔ ایک معروف اندازِ سخن کی طرح جس میں آغاز کے مصرع کو آخر میں دہرایا جاتا ہے۔ خورشید نے مطلع کے مصرع اوّل کو مقطع کا مصرع ثانی بنایا ہے۔ یوں پوری نعت کی کیفیات، تاثرات، واردات، مشاہدات وغیرہ سے وابستہ تلازمات وخیالات ایک نامیاتی کل بناتے ہوئے شروع سے آخر تک ایک تخلیقی وحدت اور فطری اکائی کا مظہر بن جاتے ہیں۔ خورشید رضوی کی ؎ زرہ زنگ آلود، اور۔۔۔ بلا گیا مجھے‘۔۔۔ کی ردیف والی نعتوں۔۔۔ دونوں میں اسلوب و بیاں کا فرق خورشید رضوی کی مہارت اظہار اور فن پر گرفت کا آئینہ دار ہے۔ اس مہارت اور گرفت کے پیچھے ان کا کئی عشروں پر محیط مطالعہ اور شعر گوئی کا تجربہ کارفرما ہے خصوصاً غزل کی ہیئت میں انہوں نے جو ریاضت کی ہے وہ ان کی نعت گوئی میں بھی جھلکتی ہے معاصر نعت گوئی کا بڑا حصہ غذل کی ہئیت میں ظہور پذیر ہُوا ہے۔ لہٰذا نعت کے اندر غزل کے علائم و رموز اور انداز ہائے بیاں کا پرتو بھی نمایاں ہے۔

خورشید رضوی کی نعت بھی فارسی اور اردو غزل کی کلاسیکی شائستگی کے خمیر سے اٹھی ہے ان کے ہاں الفاظ کے دروبست، تراکیب کی نادرہ کاری اور تلازمات کے حوالے اور سلسلے اسی شائستگی اور خوش سلیقگی کی روایت سے جڑے ہوئے ہیں۔ یہ شعر دیکھئے:

میں ایک مُشتِ خاک تھا اور وہ بھی منتشر
شیرازہ اس گلی کی ہَوا ہو گئی مجھے

اس میں مُشتِ خاک، گلی، ہوا، منتشر اور شیرازہ کے الفاظ اپنی دلالت وضعی اور لغوی سیاق وسباق میں رہتے ہوئے معانی کا کیسا جہانِ تازہ اور تجربے کی کیسی نئی پیدا کرتے ہیں۔

خورشید رضوی کا نعتیہ مجموعہ ''نسبتیں'' کا شعری اثاثہ ایسی مثالوں سے بھرا ہُوا ہے۔ عقیدت نگاری کی یہ کتاب مقدار میں اختصار رکھتی ہے مگر معیار میں بہت رفیع اور وقیع ہے۔۔۔ معاصر نعتیہ منظر نامے میں ایک جاندار اور شاندار اضافہ۔۔۔ جس میں عام قارئین کی رومانی بہجت کا سامان تو ہے ہی۔۔۔ ہم ایسے شاعروں کے لئے نعت آموزی کا امکان بھی موجود ہے۔

❖……❖……❖……❖

اَسمائے رسولِ مقبولؐ: ع س مسلم کی نعت کے حوالے سے ایک مطالعہ

قرآن مجید میں آیا ہے:

وَ لِلّٰہِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰی فَادْعُوْہُ بِھَا (الاعراف ۷:۰۸۱)

''اللہ اچھے ناموں کا مستحق ہے اس کو اچھے ناموں سے پکارو''۔

اچھے ناموں سے مراد وہ نام ہیں جن سے خدا کی عظمت و برتری، اُس کے تقدس اور پاکیزگی اور اس کی صفاتِ کمالیہ کا اظہار ہوتا ہو۔

صاحبِ ''لغات القرآن'' نے تاج، راغب اور محیط کے حوالے سے لفظ اسم پر تفصیل سے بحث کی ہے اور بتایا ہے کہ اسم کا مادہ س-م - و ہے۔ اُن کی تعریف کے موجب :

''اسم کے معنی ہیں کسی چیز کی علامت، جس سے اِسے پہچانا جائے۔ پھر نام کو بھی اسم کہتے ہیں۔ اِس کی جمع اسماء ہے---''۔ (اسم کے لفظ میں یہ قرینہ موجود ہے کہ) اس سے وہ چیز پہچانی جاتی ہے، جس کے لیے یہ بولا جائے، یعنی اسم سے مسمّٰی پہچانا جاتا ہے اور اسی سے اُسے بلندی و عزت حاصل ہوتی ہے۔ مسمّی'' کے معنی ہم نام اور ہم نظر و ہم پلّہ کے آتے ہیں۔ مُسَامَاۃ'' کے معنی باہم مفاخرت کے آتے ہیں۔ مسمَّی تسمیۃ'': نام رکھنا؛ المسمّٰی کے معنی نام رکھا ہوا، بتایا ہوا، نامزد کیا ہوا نیز مُعیّن مقرّر اور معلوم۔

صاحبِ مفردات نے ''عَلَّمَ آدَمَ الْاُسْمَآءَ'' پر بحث کرتے ہوئے لکھا ہے کہ معرفۃ الاسماء لاتحصَل اِلاّ بمعرفۃ المسمّٰی (جب تک مسمّٰی کا علم نہ ہو اِس کا تعارف کچھ فائدہ نہیں دیتا)۔ اس کا

مطلب یہ ہے کہ آدم کو علم اشیاء کی ایسی صلاحیت دی گئی ہے کہ وہ ہر چیز کو اُس کی شکل اور اُس کے خواص سے معلوم کر کے اُس کو پہچاننے کے لیے نام رکھتا ہے...

آدم کے علم الاسماء کے ضمن میں ایک مغربی مفکر ڈاکٹر ایم ایل ٹیلر (Dr. M. L. Tyler) نے اپنے نقطۂ نگاہ سے بڑی دلچسپ بات لکھی ہے۔ وہ ہومیو ڈرگ پکچررز (Homeo Drug Picturers) کے دیباچہ میں لکھتا ہے:

> ''آدم پر تمام زندہ اشیاء کا نام رکھنے کی ذمہ داری عائد کی گئی۔ یہ بہت بڑی ذمہ داری اور مشکل کام تھا، اس لیے کہ جن چیزوں کا نام نہیں رکھا جاتا اُن کے خواص بھی غیر مُعیّن رہ جاتے ہیں، اور جن چیزوں کے غلط نام رکھے جاتے ہیں اس سے بڑے نقصان پہنچتے ہیں''۔

اللہ تعالیٰ جل شانہٗ اور نبی مکرّم صلی اللہ علیہ وسلّم کے اسمائے صفات کے رکھنے کے پس منظر میں انسان کے اندر سب سے بڑا جذبہ وہ جذبۂ ممنویت ہے جو ہر ذوقِ سلیم رکھنے والے کی فطرت میں ہمیشہ سے جبلّی طور پر موجود ہے۔

حمد کی ِ صنف انسان کے ذوقِ مدیح کی مظہر ہے---مخلوق کی طرف سے خالق کے حضور اپنے جذبۂ احسان مندی کا اظہار، اظہارِ تشکر کی ایک صورت، احسان مندی کا بیان--- عبد جس قدر عبدہٗ ہوگا یہ جذبہ، اظہار اور بیان اتنا ہی شدید، مسلسل اور لگاتار ہوگا۔ حمد کا یہ قرینہ اور تسلسل تسبیح کی ایک شکل ہے۔ قرآن کے مطابق:

یُسَبِّحُ لَہٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (الحشر ۴۲:۹۵)

''زمین اور آسمانوں میں جو کچھ ہے اللہ کی تسبیح بیان کر رہا ہے''۔

سورہ حشر کی آخری آیت میں جہاں یہ بیان ہوا ہے وہاں اِس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے اپنے کچھ اسمائے حسنہ ِگنوائے ہیں۔ ویسے تو قرآن مجید میں سینکڑوں جگہ پر اللہ تعالیٰ کے مبارک نام آئے ہیں مگر ایک ایک، دو دو یا تھوڑی تعداد میں۔ سورہ حشر کی آخری تین آیات (۴۲-۲۲)

میں کثرت کے ساتھ یہ مبارک نام گنوائے گئے ہیں۔ مثلاً اَلْمَلِکُ - اَلْقُدُّوْسُ - اَلسَّلَامُ - اَلْمُؤْمِنُ - اَلْمُھَیْمِنُ - اَلْعَزِیْزُ - اَلْجَبَّارُ - اَلْمُتَکَبِّرُ - اَلْخَالِقُ - اَلْبَارِیُٔ - اَلْمُصَوِّرُ - اَلْعَزِیْزُ - اَلْحَکِیْمُ --- اس فہرست میں اِن آیات کے آغاز کا ذاتی نام اللہ اور صفاتی نام عَالِمُ الْغَیْبِ وَ الشَّھَادَۃِ شامل کرنے سے بیک جا یہ اسمائے مبارکہ ۱۵ بن جاتے ہیں۔ انہی (تین) آیات میں لَہُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰی کہہ کے اللہ تعالیٰ نے اپنے ناموں کی عظمت اور جمالیات کی طرف بھی اشارہ کر دیا ہے۔

اِن اَسمائے حسنہ کے ساتھ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم، صحابہ کرامؓ، اولیائے کرام، بزرگانِ دین اور صوفیائے عظام کے علم، اُن کے باطنی مشاہدات اور معارف کی روشنی میں تأثرات و کیفیات کا ایک دلآویز اور مؤثر سلسلہ وابستہ ہے۔ اِن اسمائے حسنہ (جن کی معروف صفاتی تعداد ۹۹ بتائی جاتی ہے) کے وِرد و وظیفہ، اَسماء کی تسبیح --- اور اِن کی بہ تکرار و تسلسل گردان اور ذِکر کو ایک اہم عبادت کا درجہ حاصل ہے۔ مختلف احوال و کیفیات میں --- صبح و شام کے مختلف اوقات میں --- مختلف ضروریات اور نتائج کے حصول کے لیے طے شدہ تعداد یا بے شمار دفعہ کی گردان اور وظیفہ کے حوالے سے انہیں نہ صرف یہ کہ مرتب کیا گیا ہے بلکہ صوفیائے کرام کے سلاسِل میں ایسی تسبیحات کو خاص اہمیت حاصل ہے جن کا تعلق اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنہ سے ہے۔

اسلامی تہذیب و معاشرت اور علوم و شعائر سے وابستگان نے پیغمبرِ اسلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلّم کے اسمائے مبارکہ کو بھی عقیدت و محبت سے جمع کیا اور انہیں اپنے تذکار کا معمول بنایا ہے۔

اسمِ ''مُحمدؐ'' کا مادۂ اِشتقاق بقول امام سہیلی رحمۃ اللہ علیہ درج ذیل ہے:

> ''یہ اسمِ صفت سے منقول ہے۔ لغت میں محمد اُس کو کہتے ہیں جس کی بار بار تعریف کی جائے کیونکہ مُفَعَّل کے وزن میں اس فعل کا تکرار مقصود ہوتا ہے۔ مَضَرَّب اور مُمَدَّح کا وزن بھی مُفَعَّل ہی ہے۔ ان کے معنی میں بھی تکرار ہے''۔

اسم ''احمد'' کے مادۂ اِشتقاق کے بارے میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلّم کا اسمِ گرامی

احمد بھی ہے۔ یہ وہ بابرکت نام ہے جسے حضرت عیسیٰ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زبان سے موسوم کیا گیا۔ یہ بھی صفت ہے۔ احمد کا معنی ہے اپنے رب کی حمد--- ہر حمد کرنے والے سے زیادہ کرنے والا۔

وہ اس باب میں مزید لکھتے ہیں:

’’....محمدؐ صفت کا صیغہ ہے۔ یہ محمود کے معنی میں ہے، لیکن اس میں مبالغہ اور تکرار پایا جاتا ہے۔ محمد وہ ہوتا ہے جس کی یکے بعد دیگرے تعریف کی جائے۔ جس طرح مکرّم وہ ہوتا ہے جس کی بار بار تکریم کی جائے۔ مُمَدَّح بھی اِسی طرح ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کا یہ اسم مبارک اللہ تعالیٰ نے خود رکھا تھا۔ یہ نبوت کے اِعلام میں ایک عَلم ہے۔ یہ اسم سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلّم کی ذات والا صفات پر پوری طرح صادق آتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلّم دنیا میں قابلِ ستائش اس لیے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلّم نے لوگوں کو اللہ کا راستہ دکھایا اور علم وحکمت کے دریا بہائے۔ اور آخرت میں معزز ومحترم اس لیے ہیں کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلّم کی شفاعت کو شرفِ قبولیت سے نوازا جائے گا۔ جس طرح لفظ کا تقاضا ہے اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلّم بھی دنیا و آخرت میں قابلِ صد تکریم ہیں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلّم اس وقت تک محمد نہیں ہو سکتے جب تک آپ صلی اللہ علیہ وسلّم اپنے رب کے سب سے زیادہ حمد سرا نہ ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلّم نے اپنے رب کی سب سے زیادہ تعریف کی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلّم کو مقامِ نبوت پر فائز فرمایا اور عزت وکرامت سے نوازا۔

اَسمائے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کی جمع آوری کی ایک مبارک روایت، زمانۂ قدیم سے موجود ہے۔ سیرت نگاروں اور مؤرخین نے اپنی کتابوں میں اسمائے رسول مقبولؐ کے حوالے سے جداگانہ ابواب قائم کیے ہیں۔

عربی کتبِ سیرت سے اسمائے رسولؐ کی جمع آوری کا آغاز ہوا۔ عربی سیرت نگاروں نے نہ صرف ایسے اسماء جمع کیے جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کی صفات کے مظہر تھے، بلکہ ان الفاظ کے مفاہیم بھی تفصیل سے لکھے۔ اِس بارے میں ملنے والی معلومات کا جائزہ لیں تو ہمیں ان الفاظ

کی معنوی جہات کا اندازہ ہوتا ہے۔ اس باب میں چند کتابوں کی نشاندہی کی جاتی ہے۔

قاضی عیاض نے اپنی کتاب ''الشفاء'' میں اس حوالے سے ایک جداگانہ باب مرتب کیا ہے۔ اسی طرح امام سیوطی نے ''الریاض الانیقہ فی شرح اسماءِ خیر خلیقہ'' میں اسمائے رسول کا تذکرہ کیا ہے۔ امام قسطلانی نے ''المواھبِ اللَّدُنیہ'' میں---صاطی نے ''سبل الھدیٰ'' میں---ابن سعد نے ''طبقات'' میں---قاضی ابوبکر نے ''جامع ترمذی'' کی شرح میں---ابن دحیہ نے ''المتوفی فی اسماء المصطفیٰ'' میں---اور شیخ عبدالحق نے ''مدارج النبّوہ'' میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کے اسمائے مبارکہ کی نشاندہی، جمع آوری اور تذکار کے ساتھ اِن کے مفاہیم ومعانی کے باب میں دلآویز نکات پر روشنی ڈالی ہے۔

قرآن کریم، احادیثِ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم، کتبِ سیر ومغازی، کتبِ شمائل و تاریخ، دیگر آسمانی صحائف اور کتابوں میں آنے والے اسمائے مبارکہ کی تعداد ہزاروں تک پہنچتی ہے۔ ان میں سے کچھ معروف نام دیکھئے:

مُحمّد - اَحمد - اَلامّی - اَلامین - البُرہان - البَشیر - اَلحامد - حرِیص' علیکم - خاتَم النَبیّین - الدّاعی - الرحمۃ - رحمت للعالمین - الرحیم - الرسول - النّبی - الروٗف - سراج المنیر - الشّارح - الشّاکر - الشّفیع - الصّاحب - الصّادِق - الطّاہِر - طٰہٰ - اَلطّیَب - اَلغفور - الکریم - المُبشَّر - النَّذیِر - المُزَکّی - المُزَّمِل - المُدَّثِّر - المصطفیٰ - نُور - الوکیل - یٰسین۔

یہ اسمائے مبارکہ قرآن کریم سے ماخوذ ہیں اگر گہرائی میں جا کر قرآن کریم سے اسمائے رسول صلی اللہ علیہ وسلّم کی فہرست مرتب کی جائے تو یہ دوسو سے زائد تک جا پہنچتی ہے۔ ''فلسفہ اسمائے رسول صلی اللہ علیہ وسلّم'' کے مرتب ڈاکٹر محمد طاہر مصطفیٰ نے قرآن مجید سے ۳۲۲ اسمائے رسولؐ کی تخریج کی ہے۔ (۱) اور احادیث رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم میں ملنے والے اسمائے رسولِ مقبول--- الابطحی - اَجوَد - احسن النّاس - اشجع الناس - امام الخیر - جوّاد - حاشِر - حامِل الوحیٰ - حبیب اللہ - سیّد القوم - شافع - شکور - قاسم - منیب -

َمولیٰ - داعی - زاہد - محمودالمقام --- اورآسمانی صحائف اور مذہبی کتابوں میں درج آپؐ کے مبارک نام --- فارقلیط - منحمنا - احید - حاط حاط - حمطایا -کالکی اَوتار --- کا ایک طویل سلسلہ ہے۔ عربی فارسی اردو اور پاکستان کی دوسری زبانوں اور اسلامی معاشرتوں، ملکوں، خِطّوں اورزبانوں میں سینکڑوں ایسے اسمائے مبارک مل جاتے ہیں جنھیں نعتیہ شاعری کا حصہ بنایا گیا۔

اسمائے رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلّم دراصل یک لفظی یا دولفظی (بعض صورتوں میں چندلفظی) نعتیں ہیں۔ وصف، صنف نعت کا مرکزی ومحوری موضوع ہے۔ نعت کے مضامین وافکار کی تمام شاخیں اِسی تنے سے پھوٹتی ہیں۔ وصف اورتعریف اورستائش ومدح کی نبیاد، آپ صلی اللہ علیہ وسلّم کے اوصافِ حمیدہ، اخلاقِ عالیہ اورسیرت وکردار کے مختلف شعبوں اور گوشوں میں آپ کی معراج مقامِ عظمت ہے (جوتخلیقِ نعت میں ایک غیر متزلزل محرّک کے طور پر آغاز ہی سے کارفرما رہی ہے)۔ یہ عظمت کسی دوسرے بشراوررسول کو حاصل نہیں۔

مکارمِ اخلاق کی تکمیل، بنی نوع انسان پرآپؐ کے دائمی فیضان اور َخیرزااثرات نے آپ کورسالت وبشریت کی جوانتہائی سربلندی عطا کی ہے اسی کے سبب آپ کے لیے قرآن مجید میں وَ رَفَعۡنَا لَکَ ذِکۡرَکَ کی الُوہی سندِ اعتبار و وقار اور تمجیدی سرافرازی (Celestial Blessings) کی نوید ہے۔ یہ نوید ایک ایسا مبارک اور بابرکت ذِکر ہے جس کی تائید وتوثیق صدیوں سے نعت گویان کررہے ہیں۔ لاریب اللہ کے کلام کو کسی تائید، تصدیق یا توثیق کی ضرورت نہیں۔ یہ تو ُحب داروں کے لیے حصولِ رحمت کا ایک بہانہ ہے۔ آیہءِ فَاذۡکُرُوۡنِیۡ اَذۡکُرۡکُمۡ کی باطنی تفصیلات وتشریحات میں اس بابرکت ذِکر کے دنیوی اوراخروی ثمرات ملاحظہ کیے جاسکتے ہیں۔

اس ذِکر کا بیان جب نعت میں آیا تو سب سے پہلے آپ کے اسمائے مبارکہ نے ہی وابستگانِ نعت کو اپنی طرف متوجہ کیا۔ آپ کے چھوٹے چھوٹے چارحرفی اسماء (محمد اوراحمد) نے بڑے بڑے نعتیہ مضامین کوجنم دیا --- اُن جھرنوں اورچشموں کی طرح، جن کا منبع بہت چھوٹا ہوتا

ہے مگر جو اپنے منبع سے نکل کر--- اور پھیل کر اُن وسیع و عریض زمینوں کو سیراب کرتے اور زرخیز بناتے جاتے ہیں جہاں جہاں سے وہ گزرتے ہیں۔ نعت نگاروں کے اَذہان وقلوب بھی اولاً اِن اسماء سے فیض یاب ہوتے ہیں۔ اِن کے ورد اور گردان نے اِن ناموں کے اندر چھپی خصوصیت کی وسعتوں میں جھانکنے کا موقعہ دیا تو انہیں ان اسماء کے اندر مضامینِ نعت کے کئی آفاق نظر آئے--- ہر دم بڑھتے اور پھیلتے آفاق____

نعت گو شاعروں نے اِن ناموں پر نعتیں لکھیں۔ اِن ناموں کو نعتوں میں استعمال کیا، ردیف اور قافیہ میں اِن ناموں کے شمول سے طرح طرح کے مضامین و موضوعات پیدا کیے اور ایسے محسوسات و کیفیات کے تناظر میں اِن اسمائے مبارکہ کو اپنے بیان اور اظہار کا وسیلہ بنایا۔ عاصیوں نے شفیعُ المُذنِبین، رحمت جویاؤں نے رحمتً لِلّعالَمین، شفاعت طلبوں نے شفیعِ، شافِع اور پھر اس سے شافِعِ حشر، شافِعِ محشر، شافِعِ روزِ جزا--- اور یوں مختلف ناموں سے یاد کیا۔ موقع بیاں اور محلِّ اظہار اور درپیش کیفیات نے ایک طویل اور نہ ختم ہونے والے 'سلسلۂ خطاب' و 'قرینۂ یاد' کے مبارک راستے نکالے۔ سلسلۂ خطاب اِس لیے کہ آپ کو اِن ناموں سے مخاطب کیا گیا۔ اور قرینۂ یاد اس حوالے سے کہ آپ کو اِن مبارک، پاکیزہ اور حمیدہ ناموں سے یاد کیا گیا--- نام بہ نام اور شاعر بہ شاعر یہ سلسلہ بڑھتا گیا۔ یہ چھوٹی چھوٹی نعتیں بڑی بڑی نعتوں کا حصہ بنیں تو نعت کے تأثر میں ہی اضافہ نہیں ہوا نعت کے وقار اور اعتبار میں بھی ایک ثروت مندی پیدا ہوئی۔

لاریب، اِن اسمائے مبارکہ کا اوّلین اثاثہ قرآن مجید سے حاصل ہُوا۔ کتبِ احادیث، کتبِ سیّر و مغازی اور دوسرے مذہبی صحائف سے اور سینکڑوں اسمائے مبارک دریافت ہوئے۔ اہلِ علم اور صوفیائے کرام نے اپنے اپنے تجربات اور واردات کے حوالے سے نئے نئے ناموں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلّم کا ذِکر کیا۔ دینِ اسلام کا فیضان اور ثمرات عرب سے نکل کر دوسری زمینوں، تہذیبوں، معاشرتوں اور زبانوں تک پہنچے تو انہوں نے اِس 'قرینۂ یاد' میں طرح طرح کی لُغوی اور ادبی دلآویزیاں پیدا کیں۔ آپؐ کے اسمائے مبارکہ کو عربی لب ولہجہ اور مروّجہ اِملا و تلفظ

کے ساتھ قبول کرنے کے ساتھ ساتھ بعض زبانوں میں اِن اسمائے مبارکہ کا ترجمہ کرلیا گیا۔ کسی کسی جگہ عربی الفاظ کے ساتھ مقامی زبانوں کے الفاظ ملنے سے ملی جلی تراکیبِ اسم کو رواج ملا ---گزشتہ چودہ صدیوں میں اِن ناموں کی تخلیق، تدوین، تشریح اور استعمال میں ایک مسلسل سعئ جمیلہ کارفرما نظر آتی ہے۔ جیسا کہ مَیں نے پہلے عرض کیا ہے کہ یہ اسماء ایک تنے کے مانند ہیں۔ چونکہ اِن کا تعلق آپؐ کے اوصافِ مبارکہ سے ہے لہٰذا نعت کی صنف کا ہر مضمون کسی نے کسی حوالے سے بالواسطہ یا بلا واسطہ ان ناموں میں سے کسی ایک سے مبارک انسلاک کی تشریح و تفصیل کے دائرے میں آجاتا ہے۔

اسمائے رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلّم کی جمع آوری کے مبارک شوق نے بھی ایک مستقل سلسلۂ تدوین کو جنم دیا۔ اب سیرت مبارکہ کے ذیلی عنوانات میں سے 'ایک نام' اور 'کام' اِن اسمائے حمیدہ کو مرتب کرنے کا بھی ہے۔ سیرتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلّم کی کسی فہرست کو دیکھیں اس میں بیسیوں ایسی کتابوں/ کتابچوں کا ذِکر ملے گا جو آپ کے اسمائے مبارکہ کے حوالے سے ہیں۔ ان کتابوں میں سب سے ضخیم کتاب پانچ جلدوں پر مشتمل ہے جسے ابوانیس محمد برکت علی نے دارالاحسان، فیصل آباد سے ۱۹۸۸ء میں شائع کیا۔ اس میں سیّدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلّم اور سیّدنا احمد صلی اللہ علیہ وسلّم (معروف دو ناموں کے بعد) الف بائی ترتیب سے ۱۴۳۸ اَسمائے مبارکہ کا تفصیلی ذِکر ہے۔ ہر اسم مبارک کا ترجمہ اور اِس کے مآخذ پر گفتگو کی گئی ہے۔ قرآنِ کریم، احادیث نبویؐ اور دیگر کتبِ سیَر و تاریخ کے حوالہ جات کو ترجمہ کے ساتھ متن کا حصہ بنایا گیا ہے۔ یہ پانچوں جلدیں بڑے سائز (A/4) میں بہت عمدہ نفیس گراؤنڈ والے دانے دار کاغذ پر چار سے زائد رنگوں میں اعلیٰ جلد بندی کے ساتھ تیار کی گئی ہیں۔ اسمائے مبارکہ کی خطاطی حافظ یوسف سدیدی مرحوم نے کی ہے۔ (۱)

انگریزی ترجمے سے ان اسمائے مبارکہ کی کئی اور جہات سامنے آئیں۔ الفاظ کے اِملا اور تلفظ کے ساتھ ان کے مفاہیمِ روحانی کا ایک غیر مرئی ہالہ سا بھی ہوتا ہے جسے زبان دان اور نعت کے مزاج شناس ہی سمجھ سکتے ہیں۔ اسماء کے انگریزی تراجم میں قرآنی الفاظ اور عربی زبان کی

وسعت معانی تو نہیں آسکتی، تاہم انگریزی میں بھی ان اسماء کے تراجم کے اندر ایک شکوہ، وقار اور بلوغت کا احساس ملتا ہے۔

نعتیہ شاعری میں اسمائے رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلّم کا استعمال اور ظہور، نثر سے مختلف کیفیات کا مظہر ہے۔ علامت، تشبیہ، استعارہ اور دوسرے شعری علائم و رموز کے سبب نعتیہ شاعری میں یہ اسماء جس قرینہ کے ساتھ آئے ہیں انہوں نے جہاں نعت کو برکت آثار بنایا ہے وہاں اسمائے مبارکہ کی تعداد کو مسلسل 'اضافہ رُو' رکھنے کی ایک غیر ارادی سبیل بھی پیدا کردی ہے۔ اسماء کے اس روز افزوں بلکہ 'نعت افزوں' بڑھاوے میں کسی باقاعدہ منصوبہ بندی کی بجائے ایک فطری اور تخلیقی رویّے کی کارفرمائی کا زیادہ عمل دخل ہے---

اس کی صداقت کا یقین ع س مسلم کے نعتیہ کلام کے مطالعے سے ہوتا ہے۔ نعت بہ نعت اور کتاب بہ کتاب اُن کے ہاں اسمائے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلّم کا ایک بڑا وقیع اور مبارک ذخیرہ ازخود وضع ہوگیا ہے۔ وضع کے اس تخلیقی عمل میں (یہاں مَیں 'وضع' اور 'تخلیق' کی دلالتِ وضعی کی باریکیوں کو ملحوظ رکھ کر بات کررہا ہوں) ازخود ایک ایسی ہنرکاری کا ظہور ملتا ہے جو کسی باضابطہ پلاننگ سے ممکن ہی نہیں۔ واردات و کیفیات کے اظہار اور عروض و آہنگ کے مابین کبھی کبھار جو دلآویز خلا پیدا ہوجاتے ہیں انہیں بہ آسانی آپ صلی اللہ علیہ وسلّم کے اسمائے مبارکہ سے پُر کیا جاسکتا ہے کہ آپؐ کے اسما مختلف اوزان میں دستیاب ہیں۔ سہ حرفی، چہار حرفی، پانچ حرفی اور تراکیب کے ساتھ سات، آٹھ، دس لفظی تک--- جیسے شَہ، شاہ، شہنشاہ اور پھر اُن کے ساتھ حرم، طیبہ، مدینہ، دو جہاں، کونین اور سینکڑوں نہیں ہزاروں اور الفاظ جن کا قرینے کے ساتھ شمول، نعت کے معنوی آفاق کو پھیلانے کا سبب بھی بنتا ہے اور اس کے اظہار کی تاثیر میں اضافہ بھی کرتا ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کے اسمائے صفات کا حصر و تعین نہیں ہوسکتا۔ ہر زمانے کے اہلِ ذِکر، اہلِ قلم اور حُب داروں کے لیے اِن اسماء کے آفاق نہ صرف کُھلے ہیں بلکہ روز بروز پھیل رہے ہیں۔ تراکیب کے ساتھ جودتِ طبع، جدتِ فکر اور اظہار و بیان کی نادرہ کاری

کے لیے اس میں ’اضافہ آمادہ‘ ہونے کے لیے امکانات کبھی ختم نہیں ہو سکتے۔ ’شہ‘ کے دو حرفی لفظ کو دیکھیے اس سے شہِ طیبہ، شہِ حرم، شہِ مکی مدنی، شہِ بحر و بر، شہِ زمان و مکان، شہِ کونین، شہِ مدینہ، شہِ دو جہاں--- چلتے جایئے---سوچتے جایئے---اور تراکیب سازی سے اسماء کے نئے نئے مرکباتِ حسنہ بناتے جایئے۔

ریاضی میں صفر سے نو تک کے ہندسوں سے جس طرح آپ لاتعداد اعداد بناتے چلے جاتے ہیں اعداد کے یہ Combinations ختم نہیں ہونے کے---اسی طرح ’ا‘ سے ’ی‘ تک کے حروف سے بننے والے الفاظ و اسماء کا ذخیرہ بھی ختم نہیں ہوسکتا۔ ترکیب در ترکیب سے اس میں ذہن بہ ذہن، زماں بہ زماں اضافہ ہوتا رہے گا--- نئے اسمائے صفات کی تخلیق میں جو بات پیشِ نظر رہنی چاہیے وہ قرینے کی ہے۔ یہ قرینہ، حسن و خوبی کا عکّاس ہو اور اس کی تخلیق میں ذاتِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلّم کے احترام اور آداب کو ملحوظ رکھا جائے۔

نعت کی تخلیق میں احترام و آداب کے اِس لحاظ کے ساتھ اگر تخلیقی عقیدت نگاری کی حامل شاعری(Creative Devotional Poetry) کے معیار کا بھی خیال رہے تو یہ اور بھی مبارک اور احسن کام ہوگا، یعنی اَسمائے صفات اپنی جگہ بہت خوب، اُن کی ترکیبی ساخت، جمع آوری اور ورد و وظیفہ میں اُن کا استعمال بھی بہت مبارک، مگر نعت کی صنف میں اُن کے استعمال میں اگر تخلیق کا رنگ ڈھنگ آجائے تو اُس سے شعر کے معنوی آفاق پھیل جائیں گے۔ فیض کا یہ شعر دیکھیے:

اُمّی و دقیقہ دانِ عالم
بے سایہ و سایہ بانِ عالم

یہاں اُمّی کے ساتھ دقیقہ دان اور بے سایہ کے ساتھ سایہ بان کے الفاظ شعر کے مفہوم کی پرتوں کو نمایاں کرتے ہیں (مگر یہاں دقیقہ دانِ عالم اور سایہ بانِ عالم دو نئے اسماء بھی تخلیق ہو گئے ہیں)۔

ع س مسلم کے کلام میں اسمائے رسول مقبول کا ظہور متنوع طور پر ہُوا ہے۔ بعض مقامات پر اسماء حسنِ ترتیب سے جمع کر دیئے گئے ہیں۔ ایسا عام طور پر وہاں ہُوا ہے جہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلّم کے اسماء مبارکہ دو یا دو سے زیادہ آئے ہیں۔ یہ اشعار دیکھیے :

محمدؐ زِہے یہ مقدّر زِہے اَوجِ قسمت بنی ہے حلیمہ محمدؐ کی دائی
ہوئی اُس کی آغوش پُر برکتوں سے جہانوں کی رحمت ہے جھولی میں آئی

محمدؐ اَے کونَین میں امجدؐ سو جا میٹھی نیند محمدؐ سو جا

خیرُا لبشرؐ سلام اُن کامِل واکمل پہ جو خیرُ اَلبشرؐ ہیں
جو نُورِقلب، نُورِعین ہیں، نُورِنظر ہیں

سِرِنبوَّت وحید و واحِد، امینِ وحدت رسولِ یکتاؐ، سِرِنبوَّت

معزّز سلام اُن پر، اُنہی کے دم سے ہے توقیرِ آدَم
معزّز، محترَم، اَولیٰ، معظّم اور مقدَّم

نعیم ونعمت غیاث و غَوث و نعیم ونعمت نزولِ غَیثِ سحابِ رحمت

یہاں اور اس طرح کے بیسیوں اور اشعار میں حُسنِ ترتیب نمایاں ہے، لیکن اسماء کے استعمال کا ایک اور رُخ زبانِ تخلیقی بھی ہے۔ شعر نمبر ۱۳۴ (السِّراج) کے ذیل میں دیکھیے :

مُصلح ومِصباح و نُوروالسّراجُ، اَلمُنیر
رحمتً لِلعالمیں خیرالبشرؐ کی روشنی

روشنی ردیف کی مناسبت سے مصباح، نور، السِّراج اور المُنیر جیسے 'ہم قرینہ' الفاظ نے شعر کو جگمگا دیا ہے۔ یہاں پہلا لفظ 'مُصلح' بظاہر الفاظ کے نورانی قبیلے سے باہر کا لفظ لگتا ہے لیکن علامتی مفاہیم میں حُسن، روشنی، نور، خیر، صلح، اخلاص مثبت مفاہیم کے 'ہم اعتبار' الفاظ ہیں۔ لہٰذا 'رحمتً لِلعالمین' دوسرے مصرعے کے پہلے لفظ سے مطابقت کی نیابت کا فریضہ احسن طریقے سے

انجام دیتے ہیں۔ اسی طرح:

عمادِ نور	سلام اُس جلوۂ تابندۂ غارِ حرا پر عمادِ نور، مینارِ ہدیٰ، شمعِ خدا پر
مجیب	نہ ہو کیوں قبول مری دُعا، جہاں تو رحیم و مُجیب ہو تو شفیع و حامی دمِ جزا، تو کریم ہو تو مُنیب ہو
واقفِ کارِ منزِل	سلام اے صاحبِ منہاج و واقف کارِ منزِل سلام اے گمرہانِ بے بِضاعت کے نگہباں
ہادی	سلام اُن پر کہ جو ہیں صاحبِ آیاتِ قرآں دلیل و داعی و ہادی و سرخیلِ رسولاں

مزید بے شمار اشعار ایسے ہی معنوی قرینے اور رعایتِ لفظی کے حوالے سے تخلیقی اندازِ استعمال کے بہتر نمونے پیش کرتے ہیں۔

یہاں اسماء شعر کے عروضی نظام اور اوزان و آہنگ کی مناسبت سے ترتیب یاب ہوتے ہوئے بھی ایک شعری قرینہ رکھتے ہیں۔ اس قرینہ پر لسانی اور لسانیاتی دونوں حوالوں سے گفتگو ہو سکتی ہے۔ بحر اور شعر پارے کے مجموعی آہنگ کا خیال رکھتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلّم کے ایسے اسماء کا انتخاب کیا گیا ہے جو اِس مقامِ شعر کی فضا اور لسانی ماحول سے مناسبت رکھتے ہوں۔ اِس مناسبت میں زیادہ لحاظ تراکیب کے حوالے سے ہے۔ بعض جگہ یک لفظی اسماء، بعض جگہ تراکیب اور عطف کے ساتھ دو دو تین تین اور چار چار لفظی اسماء---

بعض اوقات یہ اسماء خالص تخلیقی قرینے سے شعر کا حصہ بنے ہیں۔ یہاں اسماء کا استعمال، شعری پایہ اور معنوی اعتبار میں بھی اضافہ کرتا نظر آتا ہے۔ یہ اضافہ اُن معنوی پرتوں اور

علائم و رموز کے سبب سے ہے جو تخلیق کے دوران میں از خود (اپنے طویل معنوی پس منظر کے سبب) جزوِ شعر بن گئے ہیں۔ ایسے مقامات پر نعتیہ شاعری کے معنوی آفاق زیادہ تہہ دار اور وسیع ہوئے ہیں۔ کچھ مثالیں دیکھیے:

آبِ نظر	سلام اُن پر جو ہر محبوب سے محبوب تر ہیں سراپا حُسن ہیں، آبِ نظر، حُسنِ نظر ہیں
آفتابِ مطلعِ صبحِ بہاراں	سلام اے ماہتابِ ظُلمتِ فصلِ زَمِستاں سلام اے آفتابِ مطلعِ صُبحِ بہاراں
آقاؐ	رُوپ اَنُوپ، تو کامِل، اکمل، تو اعلیٰ، تو اَولیٰ تُو خوبی ہی خوبی آقا، مَیں خامی ہی خامی
رَشحہ شبنم	دشتِ گُماں میں رَشحہ شبنم صلی اللہُ علیہِ وسلّم
روشنیِ راہِ ہدایت	اُس سے روشن ہے راہِ ہدایت شمعِ جنت نشاں ہے محمدؐ
سائرِ اَفلاک	اے صبا کہنا سلام اُس صاحبِ لَولاک سے حالِ دل کہنا مرا اُس سائرِ اَفلاک سے
صاحبِ منہاج	سلام اے صاحبِ منہاج و واقفِ کارِ منزل سلام اے گمرہانِ بے بضاعت کے نگہباں
عریسِ بزمِ عالَم	سلام اے مصطفٰےؐ، مقبول و محبوبِ الٰہی عریسِ بزمِ عالَم، زینتِ اَورنگِ شاہی

ماہِ تمامِ آسمانِ رُشد   جلوۂ انوار تیرا شش جہات
آسمانِ رُشد کے ماہِ تمام

بعض مقامات پر عام اور بظاہر غیر صفاتی لفظ بھی---اوصاف ومحاسن کی صف میں جگہ پا گئے ہیں۔ یہ مسلّم صاحب کی تخلیقی معجز نمائی ہے جس نے اِن الفاظ کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کی نسبتِ حب اور قرینۂ ذِکر سے ارجمند کر دیا ہے یوں ؎ ’’جمالِ ہم نشیں در من اثر کرد‘‘ کے مصداق یہ عام لفظ ہی بالواسطہ یا بلاواسطہ نعتیہ شاعری میں شمار ہو گئے ہیں مثلاً یہ مصرع:

گُمک (دفِ دل میں) ؎ اُنھی کی صوتِ پاکی ہے دفِ دل میں گُمک

گہنا (بزمِ کُن کا) ؎ سلام اُس پر ہے جس کا حُسن بزمِ کُن کا گہنا

لحنِ بلند آہنگ ؎ وہ لحنِ شیریں بلند آہنگ، کلام عطرِ کمالِ فرہنگ

لعلِ فروزانِ حقیقت ؎ وہی ہیں صیقلِ لعلِ فروزانِ حقیقت

صِلہ دُعائے انبیاء ؎ سلام اُن پر جو نبیوں کی دعاؤں کا صِلہ ہیں

مآلِ التجا ؎ جو بے اندازہ صدیوں کے مآلِ التجا ہیں

اس طرح کے مصرعوں اور شعروں کی تعداد سینکڑوں میں ہے جہاں معروف اسماءُ النبی صلی اللہ علیہ وسلّم کے علاوہ عام استعمال کے غیر اوصافیہ الفاظ کو مسلّم صاحب کی نسبتِ حب اور ذوقِ نعت گوئی نے اَسمائے صفات کا درجہ دے دیا ہے۔

نعت ایک تخلیقی عمل ہے جو ایک حوالے سے ترکیبی عمل بھی ہوتا ہے، جس میں شاعر کا حسیاتی نظام، اُس کا مطالعہ، مشاہدہ، تجربہ--- دیدہ وشنیدہ پر مبنی واردات کے ساتھ ساتھ اس کے شعور سے لاشعور اور اجتماعی لاشعور تک غیر محسوس طور پر سینکڑوں عوامل کارفرما ہوتے ہیں، ایسے عوامل جن کے بارے میں جزئیاتی تفصیلات خود شاعر کی آنکھ اور آگہی سے بھی اوجھل ہوتے ہیں۔ اِس عمل میں وراثت سے ماحول کے اثرات کے ساتھ ساتھ لسانیات (Linguistics) سے

جڑی ہوئی معاشرت اور سماجیات کا بھی گہرا تعلق ہوتا ہے۔

تخلیقِ نعت میں اسماءُ النبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلّم تخلیقی تجربے کا حصہ کیسے بنتے ہیں؟ اِس سوال کا جواب مشکل ہی نہیں قریب قریب ناممکن ہے۔ اس تخلیقی اور غیر محسوس ترکیبی عمل سے اکثر اوقات شاعر بھی لاعلم ہوتا ہے۔ معروف اسمائے مبارکہ کے علاوہ اِن مرکباتِ حَسنہ کا بڑا تعلق تراکیب سازی کے عمل سے وابستہ ہے، اور تراکیب سازی کے رشتے نُدرتِ فکر، نادرہ کاریِ اظہار اور ترکیب سازی سے وابستہ جدتِ طبع سے جُڑے ہوتے ہیں---اور پھر یہ سارا عمل ایک اور غیر محسوس آہنگ سے وابستہ ہے جس کا تعلق بحور و اوزان کے نظام سے ہے۔ شاعر ایک شعر کہتے ہوئے ایک ترکیب بناتا ہے۔ ترکیب کے بعد بھی مصرع میں آہنگ کی ایک ’جگہ‘ رہ جاتی ہے جسے پُر کرنے کے لیے وہ ترکیب کو بڑھاوا دے کر اسے دو لفظی سے سہ لفظی یا چہار لفظی تک پھیلا دیتا ہے۔ یوں وہ ’جگہ‘ بھی نہ صرف یہ کہ پُر ہو جاتی ہے بلکہ جَودتِ طبع کی دلآویزی ترکیب در ترکیب سازی کے عمل سے اُس کو ایک نیا رُخ اور بعض اوقات کئی نئے رُخ عطا کر دیتی ہے۔ اِس سے ترکیب یک سطری مفہوم سے بالا ہو کر کثیر الجہات مفاہیم کی حامل ہو جاتی ہے۔ مثلاً:

...... شاہِ حرَم

...... شاہِ حرَمِ خُلد

...... شاہِ حرَمِ خلدِ مدینہ

...... شاہِ حرَمِ خُلدِ مدینہ محبت

یہ مثال مَیں نے بے ساختہ دی ہے اور مجھے اِس توسیعی عملِ ترکیب کی مثال دیتے ہوئے اپنے قلم کو ایک لمحے کے لیے بھی روکنا نہیں پڑا---اپنے شعری تجربے کی بنیاد پر مَیں نے ایک لفظ شاہ (بروزن فاع) سے ؎ شاہِ حرَمِ خُلدِ مدینہ محبت (مفعول مفاعیل مفاعیل فعولن) تک کے الفاظ سے عروضی طور پر مصرع کو مکمل کر دیا۔ اب اگر مدینہ کی جگہ خیابان کو قافیہ رکھا جاتا تو

اِسی مناسبت سے قافیہ کے ماقبل کے الفاظ میں بھی تبدیلی ہوجاتی، یا ردیف میں محبت کی جگہ (مثال دیتے ہوئے) مدینہ کا لفظ ذہن میں آجاتا اور خیابانِ مدینہ قافیہ وردیف بن جاتے تو مصرعے میں ترکیب سازی کے عمل میں یہ ازخود تبدیلی آجاتی۔ پھر شاید سارا مصرع یوں ہوجاتا

ے سروِ حرمِ خُلدِ خیابانِ مدینہ

ممکن ہے کچھ قارئین کو یہ بحث موجودہ مضمون کے حوالے سے نسبتاً ایک غیر ضروری سی نظر آئے، لیکن یہ غیر متعلقہ نہیں ہے۔ شعر کہنے والے اِس عمل سے بخوبی واقف ہیں۔ مصرع کی ساخت، الفاظ کی دَروبست، اور ترکیب سازی کے عمل کی پہلے سے منصوبہ بندی نہیں کی جاتی۔ جدتِ طبع اور نُدرتِ اظہار کا قرینہ مصرع کی پُراسرار ڈھلائی (صورت گری) کے وقت ازخود ایک ایسی تخلیق میں مصروف کار رہتا ہے جس کا حتمی نتیجہ (الفاظ کی دَروبست) کے حوالے سے شاعر پر خود واضح نہیں ہوتا --- کوزہ گری کے عمل کی طرح گندھی ہوئی مٹی چاک پر ہے اور چاک گردش میں ہے۔ کوزہ گر کے پاؤں چاک کو حرکت دے رہے ہیں اور اس کے ہاتھ اور انگلیاں ایک ماہر کی طرح گندھی مٹّی کی صورت گری میں مصروف ہیں۔ کبھی کبھار وہ پاس پڑے پانی سے ہاتھ گیلا کر کے مٹّی کو مزید لچکیلا کر لیتا ہے --- ایک مشّاق اور ماہر شاعر بھی شعر کہتے ہوئے الفاظ کی ترتیب اور دَروبست، مصرع کی ساخت اور تراکیب سازی کے جادوئی عمل میں اس محویت اور مہارت سے مصروف کار اور مشغولِ فکر ہوتا ہے کہ وہ خود بھی اپنے نتائجِ فکر سے لاعلم ہوتا ہے، خصوصاً ترکیب سازی کی سحرکاری اس کی گرفت سے باہر کسی ایسے جذب کی عطا ہوتی ہے جو شعر کے آہنگ سے منسلک ہوتا ہے۔

فارسی اور اردو نعتیہ شاعری کے تناظر میں ع س مسلم کی ان کوششوں کا مطالعہ کیا جائے جو نعتیہ خیالات و جذبات، واردات و مشاہدات اور تجربات و محسوسات کے ساتھ اسمائے رسول مقبول کو آمیز کرنے کے حوالے سے ہوئیں تو ہمیں اس ثروت مندی کا اندازہ ہوتا ہے جو دوسرے شاعروں کے مقابلے میں مسلم صاحب کے حصہ میں آئی۔ یہ ثروت مندی مقدار اور معیار دونوں حوالوں سے ہے۔

میری دانست اور محدود مطالعے میں مسلم صاحب کا یہ سرمایہ (نعت میں اسماءُ النبیؐ کا استعمال) معاصر اور ماقبل کے نعت گو شاعروں سے منفرد نوعیت اور اہمیت کا حامل ہے۔ اس کی بھی کئی وجوہات ہیں۔ ایک یہ کہ مسلم صاحب کا نعتیہ کلام مقدار میں زیادہ ہے۔ دوسرے یہ کہ ان کے تخلیقی جوہر میں زبان ولسانیات کا مطالعہ غیر شعوری طور پر لَو دیتا رہتا ہے۔ زبان و بیان پر اُن کی گرفت، لفظ شناسی کی صلاحیت اور الفاظ پر مسلسل غور وفکر کے سبب اُن کے ہاں ایک ایسی مہارت کارفرما نظر آتی ہے۔ جس کے پیچھے اُن کا گہرا مطالعہ اور برسوں پر پھیلی مشقِ شعر ہے جو الفاظ کے انتخاب سے تراکیب سازی تک کے عمل میں موثر انداز میں اپنا ظہور کرتی ہے۔

تیسری اور اہم بات اسلام اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلّم سے اُن کی گہری عقیدت ہے جو شیفتگی اور والہانہ پن سے تخلیقِ نعت میں کئی عشروں سے ایک مبارک محرک کے طور پر کارفرما ہے۔ نعت گوئی کے مبارک فن کے ساتھ اس مسلسل گہری اور غیر متزلزل وابستگی نے جہاں موجود و معروف اسمائے رسولؐ کو شاملِ نعت کرنے کا شوق پیدا کیا وہاں انہیں نِت نئے اسمائے مبارکہ تخلیق کرنے کا راستہ بھی دکھلایا۔ اور یہ سارا مبارک عمل جیسے کہ پہلے بھی کہا گیا ہے اُن سے ازخود---اپنے آپ ہوتا گیا ہے۔ بقول مولٰینا حالیؔ:

نیا ہے، لیجیے جب نام اُن کا
بڑی وسعت ہے میری داستاں میں

یہاں 'داستاں' کو 'شاعری' پڑھیے تو آپ دیکھیں گے کہ مسلم صاحب کے ہاں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کا اسم مبارک ہزاروں نت نئے قرینوں سے ازخود دَر آیا ہے۔

ازخود سے میری مراد یہ ہے کہ مسلم صاحب کی نعتیہ شاعری میں اسمائے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلّم کا استعمال فطری انداز کی بے ساختگی لیے ہوئے ہے۔ بظاہر اسمائے مبارکہ کی یہ کثرت ایک اہتمام کا نتیجہ نظر آتی ہے۔ مگر ایسا نہیں ہے---ایسا ہو ہی نہیں سکتا---یہ اشتباہ زیرِ نظر کتاب میں اُن اسمائے مبارکہ کی جمع آوری سے اُن معدودے چند قارئین کو ہو سکتا ہے جنہوں نے قریب قریب نصف صدی پر پھیلے ہوئے مسلم صاحب کے نعتیہ کلام کو کتاب بہ کتاب نہیں

پڑھا۔ واضح ہو کہ اُن کے کلام میں اِن اسمائے مبارکہ کا ظہور تخلیقِ نعت کے دوران میں موقع و محل اور مضامین و موضوعات کے حوالے سے ہُوا ہے۔ انہوں نے اسمائے رسولِ مقبولؐ کا یہ سرمایہ کسی منصوبہ بندی سے جمع نہیں کیا۔

نعت کی صنف (غزل کے برعکس) ایک فکری وحدت کی ترجمان ہوتی ہے۔ یہ فکری وحدت حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کی ذات والا صفات، آپ کی سیرت مبارکہ، آپ کے معجزات، غزوات، اصحابؓ، عترت و آلِ اطہار، ازواجِ مطہرہ --- آپ کے فرامین، پیغامات، آپؐ کے فیضان، بنی نوع پر آپؐ کے احساناتِ عظیمہ کے ساتھ ساتھ آپؐ کی احادیث، سُنَن، اَخلاقِ عالیہ اور شمائل مبارکہ کے تذکار سے اس طرح جُڑی ہوئی ہے کہ اس صنف کے بارے میں آپؐ کے خیال، تصوّر اور دھیان کو مرکزِ تخلیق بنانے کے علاوہ سوچا ہی نہیں جا سکتا۔

یوں دنیا بھر کی اصنافِ شاعری میں یہ صنفِ مبارک آپ کی ذات والا صفات کے تذکارِ جلیلہ کا مظہر قرار پائی ہے۔ آپؐ کی سیرت کے بیان میں وہ تمام مقامات، میدان، غاریں، مساجد، شہر، گلی کوچے اور دوسرے متعلقات و مناسبات بھی محترم ٹھہرے جو کسی نہ کسی حوالے سے آپؐ سے نسبت کے شرف اور اعتبار سے مُتصِف ہیں --- آپؐ کے اسمائے مبارکہ کی تحقیق و تدوین اور تفحُّص و تلاش میں یہ تمام تذکار و موضوعات ایک اہم حوالے کا درجہ رکھتے ہیں جن کا اوپر ذِکر کیا گیا ہے۔ مثلاً لفظ (شہر) مدینہ ہی کو لیجیے اس نسبت سے مدنی - ماہِ مدنی - رسولِ مدنی - آفتابِ مدنی - شاہِ مدنی - مدنی سرکار - دس بیس نہیں، سینکڑوں نہیں، ہزاروں اسمائے مبارکہ (تخلیق ہوئے اور) تخلیق کیے جا سکتے ہیں۔

اسی طرح حرم سے شہِ حرم، شاہِ حرم، ماہِ حرم، سروِ حرم (حافظ لدھیانوی مرحوم کا یہ مصرع دیکھیے:

؎ جب سے گزر گاہِ ہستی میں سروِ حرمؐ نے خرام کیا)۔

اسی انداز میں، رسول، نبی، پیغمبر، سیّد ایسے سینکڑوں الفاظ ہیں جن سے دوسرے

متعلقات ترکیب دیتے ہوئے آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے ہزاروں اسمائے مبارکہ کشید کیے گئے، تخلیق کیے گئے، وضع کیے گئے، سوچے گئے اور نعتیہ اشعار میں استعمال کیے گئے۔ نعت پر تنقیدی و تحقیقی کام کرنے والوں کے لیے اس روز بروز بڑھتے اور شاعر بہ شاعر پھیلتے موضوع پر تفحص و تلاش کی بڑی گنجائش ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نعت کے موضوعات میں اسمائے رسولِ مقبول کا استعمال ایک جداگانہ موضوع قرار پایا۔

اردو میں امیر خسرو کے زمانے سے ملنے والی جکریوں، وفات ناموں، مولود ناموں، معجزات ناموں، پیغمبر ناموں، جنگ ناموں اور مثنویوں میں ملنے والے نعتیہ شاعری کے ابتدائی نمونوں سے اکیسویں صدی کی پہلی دہائی تک کے نعتیہ منظر نامے تک آتے آتے اِن اسمائے مبارکہ کی تخلیق، جمع آوری اور استعمال میں جو اضافہ ہُوا، وہ بلا شبہ ایک طویل تحقیقی مقالے کا موضوع ہے۔ خصوصاً اگر ان اسماء کے استعمال کو تہذیبی و ثقافتی اور سماجی و سیاسی پس منظر میں دیکھا جائے، اور مکانی و زمانی حوالوں کی روشنی میں اس کا تجزیہ کیا جائے تو نعتیہ مطالعات کے کئی نئے دَر وَا ہو سکتے ہیں۔

مثلاً درج ذیل اشعار دیکھیے:

؎ اُس کی اُمت میں ہوں مَیں، میرے رہیں کیوں کام بند
واسطے جس شہؐ کے غالبؔ گنبدِ بے دَر کُھلا
شہؐ / مرزا غالبؔ

؎ ایک میرا ہی رحمت پہ دعویٰ نہیں
شاہ کی ساری امت پہ لاکھوں سلام ــــــ شاہؐ / رضا بریلوی

؎ تجھ میں راحت اُس شہنشاہِ معظمؐ کو ملی
جس کے دامن میں اماں اقوامِ عالم کو ملی ــــــ شہنشاہؐ / علامہ اقبال

(کلیاتِ اقبال، نظم بلاد اسلامیہ، ص ۱۷۲، اقبال اکادمی، لاہور)

پہلے شعر میں بند، ’’گنبدِ بے دَر کُھلا‘‘ کے الفاظ میں ظاہر رعایتوں کے علاوہ امت، شہ اورمعراجِ حضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے واقعہ کا ذِکر ہے۔ غالبؔ نے یہاں آپؐ کے لیے ’شہ‘ کا لفظ استعمال کیا ہے۔

مولٰینا احمد رضا نے رحمت اور امت کے ساتھ شاہ کے لفظ کا انسلاک کیا، جب کہ علامہ اقبال نے ’بلادِ اسلامیہ‘ کے ذیل میں شہنشاہِ معظم کے لفظ استعمال کیے۔ ان تینوں شعروں میں برتے گئے تینوں الفاظ شہ، شاہ اور شہنشاہِ معظم کے (لغوی، معنوی، معاشرتی، نفسیاتی اور تہذیبی حوالے سے) تجزیاتی مطالعات سے کئی دلآویز سلسلہ ہائے مضامین پیدا ہوتے ہیں۔ یہ بظاہر ہم معنی لفظ، موقع و محلّ کی مناسبت سے، دو مختلف زمانوں کے عظیم شاعروں نے کتنی خوبصورتی اور شائستگی سے استعمال کیے ہیں۔

غالبؔ کے ہاں شہ کے لفظ کے بغیر بھی (وزن کو پورا کرنے کے لیے کسی اور دو حرفی لفظ کی شمولیت سے) مصرع مکمل کیا جا سکتا تھا مگر غالب نے شہ کے لفظ کی گنجایش کیوں نکالی؟ --- مولٰینا احمد رضا نے سامنے کے لفظ آپ کی جگہ ’شاہ‘ کیوں برتا --- اِس پر غور کرنے سے اس لفظ کی کئی بلیغ معنوی پرتیں کھلیں گی --- اِسی طرح علامہ اقبالؒ ’شہنشاہِ معظم‘ کی جگہ ’مبشر اور ہادی‘ یا آپ صلی اللہ علیہ وسلّم کے ہزاروں اسمائے مبارکہ سے اس وزن (مفاعلین فعولن/فعولن فاعلاتن وغیرہ) کے دو اسم لے کر وزن پورا کر سکتے تھے مگر انہوں نے ’شہنشاہِ معظم‘ ایسی نئی ترکیب (آپؐ کے نام کے لیے) کیوں وضع کی۔

یہاں دونوں جگہ شاعروں کی شعوری کوشش اور اہتمام کے بجائے اس تخلیقی رَو کی معجز نمائی کا اثر نظر آتا ہے جو فکری ہیولیٰ کو الفاظ کے قالب میں ڈھالتے ہوئے بغیر کسی پیشگی منصوبہ بندی کے تخلیقی شعر کے مراحل میں بڑے شاعروں کی شریکِ کار رہوتی ہے اور جس کے سبب معانی و مضامین کو اپنے آپ مناسب الفاظ ملتے جاتے ہیں۔ ایسے مقامات پر تخلیقی عمل ایک وحدتِ کار کا مظہر ہوتا ہے اور عظیم شاعروں کے ہاں موقع و محل کی مناسبت سے بہترین (Best) اور موزوں (Proper) الفاظ از خود صفحہ قرطاس پر اتر آتے ہیں۔

اسمائے رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلّم کے استعمال میں بھی عظیم تخلیق کاروں نے حسنِ انتخاب کے قرینے کو ملحوظ رکھا ہے۔ اس قرینے سے انہوں نے نعتیہ اشعار کی معنوی فضا کو اظہار و اسلوب کی رعنائی، بلاغت کی خوبصورتی اور لفظ و معنی کی نزاکتوں اور رعایتوں سے اپنے فن کو زیادہ بلیغ، جامع، مؤثر اور دلکش بنایا ہے۔ اسمائے نبوی صلی اللہ علیہ وسلّم کے ذیل میں یہ اشعار دیکھے:

صاحبِ حُسنِ کرَم
سلام اُن صاحبِ جودت پہ ہر جودت ہے جن کی
خلوص و بخشش و حُسنِ کرَم عادت ہے جن کی

عمادِ نُور
سلام اُس جلوۂ تابندۂ غارِ حرا پر
عمادِ نُور، مینارِ ہُدیٰ، شمعِ خدا پر

فروزشِ مشکوٰۃِ دل
تُجھی سے اے سراجِ نُور ساری روشنی ہے
مری مشکوٰۃِ دل بھی نورِ حق سے کر فروزاں

نُورِ لَم یزل
تیری تجلیّوں سے ہی اے نورِ لَم یزل
سب کائنات صورتِ مشکوٰۃ ہوگئی

نیازِ بزمِ کُن فکاں
سلام اُن پر جو بزمِ کُن فکاں کی، تھے نیاز
انہی کی چشمِ رحمت سے درِ بخشش ہے باز

اب اسمائے رسولِ مقبولؐ کے استعمال کے یہ نمونے دیکھیے:

آقا
قبول آقاؐ سلام میرا سلام میرا اسلام میرا

آقائے جہاں
سلام اُن پر جو آقائے جہاں ہادیِ کُل ہیں
سرُورِ قلبِ مسلِم، رحمت و الفت کی مُل ہیں

اِستعارۂ اِلٰہِ واحد
لہو میں توحید کا شرارہ اِلٰہِ واحد کا اِستعارہ

اَصفیٰ الاصفیاء	اَصفیٰ اُلاَصفِیاء، اَقدَسُ الاَقدَساء افضلُ الاَنبیاء، مرتضٰی، مصطفٰےؐ
یٰسین	ُتو محمودؐ، محمدؐ، حامِدؐ، ُتو احمدؐ، ُتو انورؐ سارے ُسندر نام ہیں تیرے، تو یٰسینؐ، تِہامیؐ

پہلی مثالوں کے اسماء کا استعمال اپنے معنوی قرینوں اور لفظی رعایتوں کے لحاظ سے زیادہ مؤثر، جامع اور بلیغ، اور شعر کی معنوی فضا میں خوبصورتی کا موجب ہے، جب کہ دوسری مثالوں میں اسماء کا استعمال---استعمالِ محض کے ذیل میں آتا ہے (اگرچہ یہ 'استعمالِ محض' بھی رحمت و برکت کی لازوال متاع لئے ہوئے ہے) اور شعریت و خلاقیت کی اس سطحِ اوصاف کو ُچھوتا نظر نہیں آتا جیسا پہلے والی مثالوں میں ملتے ہیں۔

نعت میں آپؐ کے اسمائے مبارکہ کا خوبصورت استعمال وہاں ہوتا ہے جہاں آپؐ کے اسم مبارک کا انتخاب شعر کی تخلیقی فضا کے مطابق، اور مفاہیمِ روحانی کے انداز، قرینے اور اسلوبِ تذکار کے عین مطابق ہوتا ہے۔ تخلیقی نعتوں میں حضور اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے ایسے ہی اسمائے مبارکہ کی جمع آوری ہوئی ہے۔ ان اسمائے مبارکہ کی جمع آوری کے محرکات و ماخذات کم و بیش وہی ہیں جو اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنہ کے ہیں۔ دین سے وابستہ کسی کام، عمل، علم اور ریاضت کے محرکات میں اللہ تعالیٰ کی رضا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی خوشنودی کا حصول ہے، جو بذاتِ خود خیر و خوبی، نجات طلبی اور حصولِ شفاعت و مغفرت ایسے ثمراتِ عظیمہ لیے ہوئے ہے۔

ع س مسلم کی نعت گوئی میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کے اسمائے مبارکہ کے استعمال کے ماخذات میں سب سے پہلے قرآن مجید اور اس کے بعد احادیث رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم اور دیگر آسمانی اور مذہبی صحائف شامل ہیں۔ ان کے علاوہ ایک کثیر سرمایہ نعت گو شاعروں کی تخلیقِ نعت کی ضرورتوں کے حوالے سے بھی ظہور میں آیا جنھوں نے اپنے کلام میں آپ صلی اللہ علیہ وسلّم سے خطاب اور آپ کی مدح کے بیان میں نادرہ کاری کا اظہار کرتے ہوئے آپ کو قسم قسم کے ناموں سے یاد کیا۔

یک لفظی اَسماء

مسلّم صاحب کے مختلف مجموعہ ہائے نعت میں اسماءُ النبی صلی اللہ علیہ وسلّم کا ظہور مختلف طرح سے ہوا ہے بعض مقامات پر اسماء سیدھے سادے انداز میں آئے ہیں یعنی یک لفظی جیسے:

اَجلیٰ - اسعَد - اماں - اُمّید - حامِد - صاحِب - عَطوف - گُن

یک لفظی، دو لفظی یا اس سے بھی زیادہ لفظی اسماء و تراکیب میں سے چند کو خط کشیدہ کر دیا گیا ہے، تاہم ان مثالوں میں ایسے اَسماء و تراکیب بھی ملاحظہ کی جا سکتی ہیں، جن میں اس سے زیادہ الفاظ یا پورے کے پورے مصرعے ہی اسماءُ النبی صلی اللہ علیہ وسلّم سے معمور ہیں۔

لُبھائے اُس کی زبانِ شیریں، وہ جُوئے آبِ روانِ شیریں
رچے دلوں میں بیانِ شیریں، مُبین و بَیِّن، بَلیغ و اَجلیٰ

جائے کس در پہ مسلّم اماں کے لیے
ہر اماں آپؐ، کہفُ الوریٰ آپؐ ہیں

سلام اُن پر جو ہیں اُمّیدِ ہر کوتاہ و قاصِر
یتیموں، بدنصیبوں اور بیواؤں کے ناصِر

سلام اُن پر جو محفل کی مراد و مُدّعا ہیں
خلیل و صاحِب و مختار و موصولِ خدا ہیں

وہی خُلق و خوبی، وہی رُوپ، گُن
وہی عفو و اِحساں، وہی دان پُن

دو لفظی (اور زائد) اَسماء

کئی جگہوں پر انہیں عطف کے ذریعے جمع کر دیا گیا ہے یعنی دو دو، تین تین، چار چار اور بعض جگہوں پر اس سے بھی زیادہ جیسے:

برگ و بارِ بستانِ حق - رحمتِ ہر دو جہاں- سر خَیلِ رسُولاں - سردارِ متیں - سعد و اَسعَد

سلام اُن پر جو مسلّم سر بسر عُنوانِ حق ہیں
شمیم و برگ و بار و رونقِ بُستانِ حق ہیں

سلام اُن پر کہ جو ہیں صاحبِ آیاتِ قرآں
دلیل و داعی و ہادی و سرِ خَیلِ رسُولاں

سعید و مسعود و سعد و اَسعَد
مجید و ماجِد وہ مَجد و امجد

السَّلام اے رحمتِ ہر دو جہاں، نورِ ہُدیٰ
السَّلام اے سرورِ عالم محمدؐ مصطفیٰ

سلام اُن پر جو تابندہ ہیں، ظاہر ہیں، مُبیں ہیں
ولی و سیّد و ذوالفضل و سردارِ متیں ہیں

جہانِ عَفو، سردارِ متیں سب سے الگ
یتامیٰ اور مساکیں کے مُعیں سب سے الگ

دو یا زائد لفظی تراکیب

کئی مقامات پر واحد اسم کی بجائے آپ صلی اللہ علیہ وسلّم کی صفات کا اظہار تراکیب کی صورت میں ہوا ہے یعنی دو لفظی تراکیب، تین لفظی تراکیب یا اس سے زیادہ الفاظ پر مشتمل تراکیب مثلاً:

آہنگِ غناء - ابرِ اَظلالِ ظَلِیلہ - اِتمامِ اِنعام و اِکرام - اِستعارۂ اِلہِ واحد - اصلِ مدارِ زندگی - امینِ اسرارِ ایزد - اِنشراحِ اُمور - اُولوالعزم و شجیع - بحرِ ترحُّم دلِ رحمان - بختاورِ کونین - بعثتِ محیطِ شش جہات - بہارِ گُلستانِ لالہ فامِ زندگی - پاسبانِ اُسلوبِ دِیانت - پاسدارِ بندگانِ پاشکستہ - پرچمِ مراحمِ و عاطفت - پُل میانِ بندہ و معبود - پیشوائے رحیلِ فکر - تمیز و فرقاں بحق و باطل - ثمرِ شیرینِ نخلِ ذِکر - چارۂ ژولیدگی - حاصِلِ جملہ مَظاہر

سلام اُن پر ہے رہنِ رنگِ رُخ جن کی حِنا
وہی سازِ تنفُّس میں ہیں آہنگِ غِناء

گُماں کی تیرگی میں رُشد کا روشن فتیلہ
سرِ محشر کرَم کا ابرِ اَظلالِ ظَلِیلہ

وہ موضوعِ آغاز و انجام ہے
وہ اِتمامِ اِنعام و اِکرام ہے

لہو میں توحید کا شرارہ
الہِ واحد کا اِستعارہ

تُو شہیدِ جلوہ گاہِ خلوتِ ربِّ جلیل
کون ہے تیرے سوا اَسرارِ ایزد کا امیں

اُسی سے ضمیرِ خِرَد میں شُعور
اُسی کا بیاں اِنشراحِ اُمور

گُلِ ہستی میں فیضانِ تبسُّم ہیں تو آپؐ
دلِ رحمان میں بحرِ ترَحُّم ہیں تو آپؐ

سلام اُن پر ہے جن کے دم سے بزمِ کائنات
ہے جن کی رحمت و بَعثت محیطِ شَش جہات

سلام اُن پر جو ہیں ماہِ تمامِ زندگی
بہارِ گُلستانِ لالہ فامِ زندگی

ہیں جبریلِ امیں بھی جن کے دَر پر دست بستہ
وہی ہیں پاسدارِ بندگانِ پا شکستہ

دلوں کا درماں، جگر کا مرہم
مراحِم و عاطِفت کا پرچم

وسیلہ ہیں میانِ بندہ و معبود پُل ہیں
گلستانِ براہیمی کے برگ و بار و گُل ہیں

نبی، مُعلّمِ، کتاب و قرآں
بحقّ و باطل تمیز و فرقاں

وہ جن کا ذکرِ اطہر چارۂ ژُولیدگی ہے
نظر جن کی کشُودِ عقدِ ہر پیچیدگی ہے

سلام اُن پر جو اوّل تھے، ہوئے آخر میں ظاہر
حقیقت میں وہی ہیں حاصِلِ جملہ مَظاہر

بعض جگہوں پر انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کی صفات کو خالص اسم کی بجائے اسے استعاراتی قرینے میں استعمال کیا ہے جیسے مشبہ کو مشبہ بہ کے طور پر استعمال کیا جائے۔ کہیں

ان میں مجاز ُمرسَل کا سلیقہ بھی دَر آیا ہے۔ ایسے مقامات کا تجزیہ علمِ بیان کے ماہرین کریں تو محاسنِ شعری کے کئی حوالوں سے اِس بحث کو اور تناظرات میں وسیع کیا جا سکتا ہے۔ ایسے مقامات پر اسماءُ النبی صلی اللہ علیہ وسلّم اسمِ صفت کے طور نہیں آئے بلکہ صفت کی نشاندہی کو ہی اسم سے تعبیر کر لیا گیا ہے۔ زیرِ نظر کتاب میں بیسیوں نہیں سینکڑوں اشعار ایسے ہیں جو آپؐ کے محاسن و صفات کے تذکارِ مبارک ہی کو اسم کی صورت میں متشکل کرتے نظر آتے ہیں۔ عام قاری اگر اسماء کے طور پر ان کی جمع آوری کرنا چاہے، تو وہ نہ کر سکے، لیکن مسلم صاحب کی ژرف نگاہی نے انہیں بھی اسماء کے طور پر ُچن لیا ہے۔ شاعری (اور شاعِرانہ نثر میں بھی) یہ بیان کا معجزہ ہے کہ صفت اور موصوف متبادل ہو جاتے ہیں جیسے رحیم کو رحم یا ُمجسّم رحمت سے تعبیر کیا جائے اور کریم کو کرَم اور حسِین کو ُحسن کہہ کے پکارا جائے۔

مسلم صاحب نے اسماءُ النبی صلی اللہ علیہ وسلّم کی تدوین اور جمع آوری میں ایسی شعری رعایتوں سے ُمتصِف ہونے والے الفاظ کو بھی اَسماء کا درجہ بخشا ہے۔ یہ نسبتاً ایک مشکل کام ہے مگر محبت کے جذبے نے جو انہیں نعت اور مرکزِ موضوعِ نعت حضور صلی اللہ علیہ وسلّم سے ہے (لیجیے ایک اور نیا اسم وضع ہو گیا) ان کے لیے اس کارِ تدوین کو آسان اور دلآویز بنا دیا۔ یوں مسلم صاحب نے محبت کا یہ سفر دو بار کیا: پہلی بار شعر کہتے ہوئے یعنی اسماء کو شعر کا پیراہن عطا کرتے ہوئے---اور دوسری بار اپنے نعتیہ مجموعوں میں سے اسماء کی بازیافت کے وقت--- پہلا سفر تخلیق کا تھا اور نسبتاً ایک لمحۂ ُپرّ اں کی عطا---دوسرا سفر ترتیب، تدوین اور جمع آوری کا تھا جو بعض اسماء کے حوالے سے ذرا دِقّت طلب اور وقت طلب تھا--- پہلے سفر کی عنان دل اور جذبے کے ہاتھ میں تھی اور دوسرے کی شعور، چھان پھٹک، پرکھ پرچول اور لسانیاتی قواعد کی باریکیوں سے منسلک۔

الحمدللہ مسلم صاحب نے دونوں سفر خوش اسلوبی، شوق، جذبے اور لگن سے طے کئے، اور سینکڑوں ایسے اسماء النبی صلی اللہ علیہ وسلّم بھی تخلیق اور دریافت کیے جو بظاہر اسماء کی مروّجہ صورت کی معنوی وسعتوں سے متعلق نہیں ہیں، لیکن جہاں شارع علیہ السلام صلی اللہ علیہ وسلّم کی سیرتِ جلیلہ، صفاتِ حسنہ، خصائلِ حمیدہ، فیضان و اثراتِ مبارکہ اور پیغامات و فرامین اور ان کے

متعلقات ہی اسمائے طیّبہ کی صورت میں متشکل ہوگئے ہیں۔ مثلاً درج ذیل تراکیب اور اظہار کے قرینے دیکھیے:

رَشحہ شبنم	دشتِ گُماں میں رَشحہ شبنم صلی اللہ عُلیہِ وسلّم
سایہ گسترِ حشر	حشر کی حِدّت میں بس اِک سایہ گُستر ہے وہی مامَن و حفظِ فراواں ہے وہ اِک صحرا کا پھول
شافعِ روزِ قیامت	کون تجھ بِن شافعِ روزِ قیامت یا شفیع ہے طلبگارِ شَفاعت نوعِ انسانی جمیع
صاحِبِ حُسنِ کرَم	سلام اُن صاحِبِ جَودت پہ ہر جَودت ہے جن کی خلوص و بخشش و حُسنِ کرَم عادت ہے جن کی
کامِل	اُسوۂ کامِل ترا آئینہ دارِ الکتاب ہر عمل تیرا سَنَد، ہر قول ہے تیرا وَقیع
کتاب	وہ مُزَکّیِ، وہ مُعلِّم، وہ کتاب کتنے ہی دَر ذہن کے اَندر کُھلے
کرَم گار و حلیم	سلام اُن پر نہیں جن سا کرَم گار و حلیم طبیب و چارہ ساز و مُصلحِ قلبِ سلیم
مصطفیٰؐ	اُس کا جو نقشِ پا، وہ مِرا راستہ مُقتدیٰ، مُقتضیٰ، مرتضٰے، مصطفٰے
مُقتضیٰء دو جہاں	سلام اُن پر کہ جو دونوں جہاں کے مُقتضیٰ ہیں فروغِ مرضیِ حق، امرِ حق ہیں، مُرتضٰی ہیں

مُوثِّر	سلام اُن پر جو ہیں اِشکالِ ذہنی کے مُیسّر حکیم و نکتہ ور، عُقدہ کُشا، ہادی، مُوثِّر
نگینِ ختمِ نبوَّت	ُتو ہے اُمّی پر مُجسَّم شہرِ علم و آگہی تاجدارِ انبیاء، ختمِ نبوَّت کا نگیں
ُنور کا مُبتدیٰ	کون یومِ ازل کی ِنہاد ُنور کا ُمبتدیٰ اَور کون
یمِ بے کرانِ تحمل	تحمل میں وہ اک یمِ بے کراں ترُحّم کا اک چشمہءِ جاوداں

نعتیہ شاعری کے جائزے میں جہاں ہم افکار و جذبات کے ساتھ فنی محاسن کا مطالعہ کرتے ہیں وہاں 'اسمائے رسول مقبولؐ' کا حوالہ بھی ایک اہم مطالعاتی موضوع بن گیا ہے۔ یہ مسلم صاحب سے پہلے کی نعتیہ شاعری میں کم کم تھا، مگر اس کتاب کی اشاعت کے بعد کسی بھی نعت گو شاعر کے فکری و فنی محاسن کے جائزہ میں ایک رُخِ مطالعہ اسمائے رسول مقبولؐ کے حوالے سے بھی ہوسکتا ہے۔ اس کتاب کا پایہ اور اعتبار اسمائے رسولؐ کی تعداد، معنوی حجم اور تنوع کے سبب آئندہ کے نعتیہ مطالعات میں ایک نئے زاویہ نظر اور نعتیہ تنقیدات میں ایک نئے رجحان کا باعث بن سکتا ہے۔

اس کتاب میں اسمائے رسول مقبولؐ کی جمع آوری میں ع س مسلم نے جس لگن، جذبہ اور دِقّتِ نظر کا ثبوت دیا ہے اس کی اہمیت وہی تدوین کار سمجھ سکتے ہیں جو اس قسم کی 'محنت' سے گزرے ہوں۔ یہ 'محنت' چونکہ 'محبت ِنہاد' تھی اس لیے مسلم صاحب نے بڑی عرق ریزی سے اپنی نعتیہ تصانیف کا بار بار مطالعہ کیا اور ان سے اسمائے مبارکہ تلاش کر کے انہیں الفبائی ترتیب میں جمع کیا۔ انہیں کام کے آغاز میں اس وسعت کا خود اندازہ نہیں ہوگا۔ تراکیب و اسماء کے تعیّن و تلاش کا مرحلہ نسبتاً مشکل تھا---مگر وہ اس کارِ محنت و محبت سے سرفراز ہوئے۔ ترتیب، تدوین اور دوسرے اشاعتی امور میں ان کی روایتی شائستگی (جو تحقیق کے تقاضوں پر ہر لحاظ سے ُپورا اترتی

ہے) اس کتاب کو اہلِ نعت کے لیے ایک خوبصورت مرقع کی صورت میں پیش کر رہی ہے۔

اللہ تعالیٰ اُن کی مساعیٔ جلیلہ کو مشکور و مقبول فرمائے--- اردو نعت کے باب میں یہ ایک تاریخ ساز اور گراں قدر کام ہے۔ خصوصاً کئی عشروں میں کہے گئے شعروں میں غیر محسوس طور پر ہزاروں اسماء کا تخلیق ہو جانا (وہ ضمائر کے حوالے سے اسی انداز کی ایک اور ضخیم کتاب بھی ترتیب کر چکے ہیں) ایسا منفرد کارنامہ ہے جس کی نظیر دنیائے نعت کی تاریخ میں پہلے کہیں نہیں ملتی۔

اسماءُ النبی صلی اللہ علیہ وسلّم کی جمع آوری، اُن پر غور و خوض، اُن کی ترتیب اور تخلیق، اشعار میں اُن کا استعمال، نعتیہ مضامین و افکار کے ذیل میں قرینے کے ساتھ اُن کا انسلاک، وظیفہ جات میں اُن کا وردِ مسعود--- ہر سعیٔ جمیلہ کے ڈانڈے آیۂ قرآنی وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ کی معنوی توسیعات سے جا ملتے ہیں۔ یہ ایک مبارک سعی ہے جس میں تخلیق کے مرحلے سے ترتیب و تدوین کی منزل تک مسلم صاحب نے جس خلوص و اِنہماک اور محبت و محنت کا مظاہرہ کیا ہے وہ قابلِ ستائش اور لائقِ تقلید ہے۔ نعت نگاروں اور حُب داروں کے لیے اس کتاب کی اشاعت سُرور و انبساط کا باعث ہے۔

اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنہ ہوں یا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کے اسمائے مبارک، حمد و نعت کے ذیل میں یہ مختصر ثنا پارے ہیں جن کا تذکار اور ورد اخلاص سرشت حب داروں اور اطاعت نژاد اور نعت نگاروں کے لیے حیرت و بہجت اور انکشافات و مشاہدات کی کئی امکان بھری دنیاؤں کے دَر وا کر سکتا ہے۔

اس کتاب سے استفادے کا ایک طریقہ یہ ہے کہ اس کے مسلسل مطالعے کے بجائے اِسے کہیں سے کھول لیجیے اور اشعار کو پڑھنا شروع کیجیے، اشعار میں تخلیق ہونے والے اسمائے مبارکہ پر غور کرتے جائیے کچھ اشعار کے مطالعے یا کچھ اوراق پلٹنے کے بعد کوئی اسم ایسا آپ کو مل جائے گا جو اس ساعتِ موجود میں، آپ کو رُوبپیش مسائل اور معاملات کے حوالے سے آپ کو اپنی نفسی ذہنی (اور روحانی) کیفیت کے قریب اور مطابق لگے گا۔ یہاں 'قریب' اور 'مطابق' کے الفاظ کی میں تشریح نہیں کر سکتا مگر ایسا ہوگا ضرور کہ ایسا ضرور ہوتا ہے۔ غالباً فیضی کا شعر ہے:

اعتدالِ معانی از من ُپرس   کہ مزاجِ سخن شناختہ ام

مَیں ع س مسلم کی اس کتاب کو پڑھتے ہوئے اس شعر میں یوں تصرف کر کے پڑھتا ہوں کہ:

’برکاتِ‘ معانی از من ُپرس   کہ مزاجِ ثنا، شناختہ ام

آپ بھی ’برکاتِ‘ معانی کے حصول کے لیے اس ثنا سرشت اور نعت آثار مجموعہ ’اسماءُ النبی صلی اللہ علیہ وسلّم کا مطالعہ کیجیے--- اور جس اسم مبارکہ پر دیدہ و دل جگمگا اُٹھیں اور جو اُس ساعتِ مطالعہ اور کیفیت موجود میں اپنے قریب اور مطابق لگے اس کو چند بار دہرائیے۔ اسمِ مبارکہ کا اپنا ہالہ ٔ معنویت خود آپ کو اپنی گرفت میں لے لے گا۔

یہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کے اسمِ مبارک کے حوالے سے اپنے اِن نعتیہ شعروں کا حوالہ دیتے ہوئے مجھے خوشی محسوس ہو رہی ہے۔

مراقب ہو کے جب صلِّ علیٰ کا ورد کرتا ہوں حدِ امکان تک اسمِ محمدؐ پھیل جاتا ہے
سراپا روشنی میں ڈوب جاتا ہے ہر اِک جانب قضا میں یوں جمالِ نورِ احمدؐ پھیل جاتا ہے!

وجود اپنا ہواؤں میں فضاؤں میں خلاؤں میں مجھے یوں چاروں جانب پھیلتا محسوس ہوتا ہے
کہ جیسے دائرہ در دائرہ ہر سُو کوئی نقطہ خود اپنی ذات کے مرکز سے بے حد پھیل جاتا ہے

’نفخت فیہ من روحی‘ کی خوشبو کا سمندر گھیر لیتا ہے بن ہر مُو پکار اُٹھتا ہے ’یا اللہ‘
مہکتا ہے ازل کی صبح کا مستور نافہ، جسم کے زندان کا نورِ مقید پھیل جاتا ہے

تجلی کے ذخائر ہیں کینت کے جزائر ہیں عجب نوری مناظر ہیں بڑے روشن دوائر ہیں
یہ کس ہستی کے ناظر ہیں؟ یہ کس محفل میں حاضر ہیں؟ جہاں اعصاب تک میں نورِ ایزد پھیل جاتا ہے

اپنی چند دعائیہ رباعیوں پر اس مضمون کو ختم کرتا ہوں۔

مشکور یہ سَعی، یہ تگ و تازِ نعت مقبول یہ لَحنِ حُب، یہ اندازِ نعت
تخلیق ہوئے نئے ہزاروں ہی اِسم مبروک ہو منفرد یہ اعزازِ نعت

ترتیبِ اَسمائے شَہ کی کوشش مقبولِ حضرتؐ ہو تیری کاوِش
مشکور ہو سَعی، یہ بیاضِ مِدحت مبروک یہ توشۂ نجات و بخشِش

❖……❖……❖……❖

اسمائے رسول مقبولؐ صدف ضمائر میں: ع س مسلم

نعتِ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم نے گزشتہ صدی کے آخری ربع میں اپنے ارتقاء کی کئی منازل بڑی سرعت سے طے کی ہیں۔ اِن سالوں میں تخلیقِ نعت کے ساتھ ساتھ نعتیہ شاعری کی تدوین، ترتیب، تنقید اور تحقیق کے حوالے سے جو نمایاں کام ہوا ہے اس نے اِس صنف کو نہ صرف یہ کہ ایک باقاعدہ صنفِ سخن کے طور پر اپنے آپ کو تسلیم کرایا ہے بلکہ اِس کے فکری و فنی آفاق کو بھی بہت وسیع کر دیا ہے۔

وہ اکابرینِ نعت جنہوں نے اپنی عمر کا ایک بڑا حصہ اِس صنف کے خدوخال سنوارنے میں صرف کیا ہے ان میں ایک اہم نام جناب ع س مسلّم کا ہے۔ انہوں نے ادب کی دوسری اصناف (افسانہ، مضامین، تنقیدی مقالہ جات، سوانح نگاری اور حمدِ باری تعالیٰ) کے ساتھ نعت رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کے حوالے سے بھی گراں قدر خدمات سرانجام دی ہیں۔ مقدار اور معیار دونوں حوالوں سے اُن کا نعتیہ کلام ثروت مندی کا مظہر ہے۔

نعت کے باب میں اِن کے فکری و فنی محاسن گزشتہ کئی عشروں سے زیرِ جائزہ بھی رہے ہیں اور اُن پر جامعات اور بیرونِ جامعات بھی بہت سا تنقیدی کام ہوا اور ہو رہا ہے جن میں ایم اے، ایم فِل اور پی ایچ ڈی کی سطح کے کئی مقالے شامل ہیں۔ مجھے ان کے جس تخصص پر اظہارِ خیال کرنا ہے وہ اُن کی اردو نعت میں اسماء النبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلّم کا موضوع ہے۔

عربی، فارسی اور دوسری زبانوں میں لکھی جانے والی نعتیہ شاعری کی طرح اردو میں بھی آغازِ نعت گوئی سے نعت گو شاعروں نے اپنے اپنے نعتیہ جذبات اور واردات کے بیان میں آپ

صلی اللہ علیہ وسلّم کے اسمائے مبارکہ کا ذِکر کیا ہے۔ اِن اسماء کے اوّلین ماخذات قرآنِ کریم، احادیثِ نبویؐ، دیگر آسمانی صحائف، مذہبی کتب، کتبِ سِیَر و وعظ رہی ہیں جن میں آپ صلی اللہ علیہ وسلّم کے اوصافِ حمیدہ اور فضائل وشمائل کے حوالے سے سینکڑوں اَسماء کا سراغ ملتا ہے۔ صوفیائے کرام، حب دارانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلّم اور نعت گوشاعروں نے عہد بہ عہد ان اسمائے مبارکہ میں اضافہ بھی کیا، اور یہ اضافہ اِس حد تک ہُوا کہ ان اسمائے مبارکہ کی جداگانہ کتابوں میں تدوین وتشریح بھی کی گئی۔ اِن اسمائے مبارکہ کے مفاہیم ومعانی سے لے کے اِن سے وابستہ ذہنی تجربات اور روحانی واردات کو بھی مرتب کیا گیا۔ نیز اِن کے اثرات اور فیوض وبرکات کے تذکار کے ساتھ اِن کے ورد اور وظیفہ کے ضابطوں کو بھی اپنے اپنے طور، ذوق اور باطنی کیفیات کی روشنی میں اہلِ ذِکر وفکر نے جداگانہ کتابچوں کی صورت میں مرتب کیا۔

اس باب میں ع س مسلّم ایک نمایاں تخصّص رکھتے ہیں۔ اُن کی ضخیم کتابیں ''اسماءُ النبی صلّی اللہ علیہ وسلّم - پیراہنِ شعر میں'' کے بعد ''اسماءُ النبی صلّی اللہ علیہ وسلّم - صدفِ ضمائر میں'' کے ناموں سے شائع ہو رہی ہیں، جن میں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کے اُن صفاتی اسماء کی جمع آوری کی گئی ہے جنہیں ع س مسلّم نے اپنے نعتیہ کلام میں استعمال کیا ہے۔ استعمال کا یہ دورانیہ قریب قریب نصف صدی تک پھیلا ہوا ہے، اور اُن کے کئی مطبوعہ نعتیہ مجموعوں پر محیط ہے۔ ان اسماء کی جمع آوری حروفِ تہجی کے اعتبار سے کی گئی ہے اور اَسماء کے استعمال کی مثالیں بھی درج کر دی گئی ہیں۔ بعض اسماء کی مثالیں ایک سے زاید بھی ہیں جن سے اِن اسمائے مبارکہ کے استعمال کے مختلف معنوی گوشوں کو اجاگر کیا گیا ہے۔ اِن دونوں کتابوں میں اسماء اور اِن کے استعمال کی مثالوں کی تعداد ہزاروں میں ہے۔ یہ دونوں مجموعے اردو نعت کے حوالے سے ایک نہایت اہم اور معتبر پیش رفت کے حامل ہیں۔

واضح ہو کہ نعت میں اسماء النبی صلی اللہ علیہ وسلّم کا استعمال دو طرح سے ہوتا ہے۔ ایک یہ کہ نعت گو شعوری طور پر آپ کو کسی معروف نام سے یاد کرتا ہے۔ یہ موقع محل کی مناسبت سے آپؐ کی سیرت، شمائل، صداقت، دیانت، شجاعت، عدالت، پیغام، یا فیضان و برکات کے تذکارِ

مبارک میں موضوع کے حوالے سے ہے، جب نعت گو اپنے جذبات و احساسات کو آپؐ کے کسی خاص نام سے آمیز کر کے اپنے شعر میں ایک طرف قرینہ پیدا کرتا ہے، جیسے حشر کے دن کی مشکلات اور کٹھن ساعتوں کے ذیل میں شفیع، شافعِ محشر یا آپؐ کی شفاعت مآب شخصیت کے نام کا حوالہ آ جائے۔ ایسا استعمال سامنے کی بات ہے اور اس میں شاعر کی شعوری کوشش کی کارفرمائی بھی ہو سکتی ہے۔

اسماءُ النبی صلّی اللہ علیہ وسلّم کے استعمال کا دوسرا قرینہ بالکل غیر ارادی اور غیر شعوری ہے، اس کا تعلق تخلیقی گداز کی اُن ساعتوں اور تخلیقی عمل کے اُن قرینوں سے ہے جو شاعر کی شعوری گرفت سے باہر ہیں، اور جنہیں تخلیقی عمل از خود مرتب کرتا چلا جاتا ہے۔ نعتیہ مضامین کے تذکار، شاعر کی واردات، تجربات اور مشاہدات کے بیان اور زیرِ استعمال آہنگ، اوزان اور بحور کے داخلی تقاضوں کے مطابق جب بیانِ شعر میں ڈھلتے ہیں تو الفاظ و تراکیب کے استعمال سے از خود ایسے اسماء وضع ہوتے چلے جاتے ہیں۔

ضمائر کے حوالے سے صفات کی نشاندہی کبھی نہ ختم ہونے والا سلسلہ ہے۔ ان ضمیروں میں ایک دو تین چار نہیں --- دس بیس تیس نہیں --- سینکڑوں نہیں --- ہزاروں لاکھوں دلآویزیاں ہیں۔ یہ ضمیریں ''وَرَفَعۡنَا لَکَ ذِکۡرَکَ'' کی حقیقتوں کی طرف ایک ایسے پُراسرار جہانِ معنی کی سمت میں کھلنے والے دریچے ہیں جن کی طرف رُو بہ نظارہ ہونے والا ہر نعت گو--- نعت بہ نعت، زیادہ سے زیادہ امیر اور غنی ہوتا چلا جاتا ہے۔ نعتیہ شاعری میں ہر ضمیر آپ کی ذاتِ ستودہ صفات کی نیابت کا مبارک فریضہ سرانجام دیتی ہے۔

ع س مسلم نے اپنی نعتیہ شاعری کی تخلیق میں اسماءُ النبیِ الکریم کا ایک بہت معتبر ذخیرہ نہ صرف یہ کہ وضع کیا ہے بلکہ ان کتابوں کی صورت میں اُن کی جمع آوری بھی کر دی گئی ہے۔ نعت کی معلوم تاریخ میں ایسا منفرد اور وقیع کام اب تک نہیں ہُوا --- اس سارے کام کا دلچسپ اور منفرد پہلو یہ ہے کہ یہ ''ہمہ آمد'' کے ذیل میں آتا ہے۔ بقول شاعر:

ایں سعادت، بزورِ بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

یہاں 'زورِ بازو' کی جگہ 'سعی وکوشش' پڑھیے--- شاعر نعت گوئی میں مصروف ہے۔ تخلیقی عمل کی پُراسرار ساعتیں ازخود یہ اَسماء وضع کرتی چلی جا رہی ہیں۔ جیسے کاتنے کے عمل میں روئی سے دھاگہ نکلتا چلا آتا ہے--- نعت کے تخلیقی عمل میں ہر چھوٹے بڑے شاعر کا اندوختہ ایسے ہی بڑھتا ہے۔ مگر چونکہ ع س مسلم صاحب نے کثرت سے نعتیہ شاعری کی ہے، اور تخلیقِ نعت کے لمحوں میں وہ زیادہ رُو بہ مدینہ رہے ہیں لہٰذا اُن کی نعت سرشت طبع بھی اِس ضمن میں زیادہ بار آور رہی ہے--- نعت گوئی اور اسماء النبی صلی اللہ علیہ وسلّم --- کے باب میں ان کا یہ منفرد تخصُّص ایک تفصیل اور تجزیاتی جائزے کا متقاضی ہے جس میں ان کے گہرے مطالعے، زبان و بیان پر گرفت، تراکیب سازی میں نادرہ کاری --- آہنگ و بحور اور نعت کی تخلیق میں ذوق و وجدان کے داخلی تقاضوں اور نفسیاتی روّیوں کے حوالے سے بڑے دلآویز نتائج سامنے آتے ہیں۔

ضمیریں کسی بھی زبان میں ادائے افکار اور اظہارِ جذبات وخیالات کا اہم وسیلہ ہوتی ہیں۔ اِن کا وجود ہر زبان کے آغاز ہی سے اپنا سراغ دیتا ہے۔ معلوم مذہبی تاریخ کے مطابق خالقِ کائنات کا تمام ارواحِ انسانی کو خطاب ''اَلَسْتُ بِرَبِّکُم ط (۷: اعراف: ۱۷۲) کیا مَیں تمہارا رب نہیں ہوں!'' --- مَیں اور تم (تمہارا)، کی ضمیروں سے اظہار یاب ہوا ہے۔ ربِ کائنات کا یہ سوال آغازِ آفرینش ہی سے ضمیروں کی موجودگی اور اہمیت کا پتہ دیتا ہے۔

ضمیریں اپنی نسبت سے اپنا اعتبار رکھتی ہیں۔ لفظ تو وہی--- 'مَیں' -- 'ہم' -- 'تُو' -- 'وہ' -- 'اُن' -- 'آپ' --- ہوتے ہیں، مگر اُن کا استعمال جس حوالے سے ہوتا ہے وہ ان لفظوں کے درجہ میں اس سے وابستہ تلازمات، اشارات اور تناسبات کا تعین کرتا ہے۔ ایک غزوہ کے موقعہ پر آپ ؐ کا فرمانا....

اَنَا النَّبِیُّ لَا کَذِبُ
اَنَا ابْنُ عَبْدُالمُطَّلِبُ

میں 'انَا' (مَیں) کی ضمیر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کا اپنا مبارک حوالہ ہے۔ قرآن مجید میں 'لَعَمُرُ کَ' (۷۲:۱۵) ''آپ کی جان کی قسم'' --- میں 'کَ' کی ضمیرِ متصل بھی آپ کی ذات بابرکات کی طرف اشارہ کرتی ہے۔

اشارہ کی نسبت مُشارُ' اِلیہ سے ہے۔ اِسی نسبتِ نورانیت سے اوپر دی گئی مثال حدیث (انَا) اور مثالِ قرآنی (کَ) میں ضمیروں نے اپنے اعتبار کا معجزہ دکھایا ہے۔ یہ اور اسی طرح کی اور سینکڑوں مثالیں اپنے اندر ایک جہانِ تلازمات لیے ہوئے ہیں۔ عام گفتگو میں ضمیریں بیان کو صاف بناتی ہیں اور مفہوم کی ترسیل کو رواں رکھتی ہیں۔ نام جو عام گفتگو میں خود ایک حجاب بن جاتا ہے، اُس کی تکرار سے بیان کو بچاتی ہیں۔ اس کے اندر غیر محسوس طور پر ایک وضع داری کا قرینہ بھی ہے۔

اگر ضمیروں کے اس سارے عمل اور استعمال کا نفسیاتی تجزیہ کیا جائے تو شاید اس میں عجز، اپنی ذات کی غیر ارادی طور پر نفی، ذات سے مرعوب کرنے یا مرعوب ہونے سے گریز اور اس سے پیدا ہونے والے عمل، عوامل اور ردِ عمل سے اجتناب کا پہلو بھی ہو جسے صدیوں کے لسانی عمل، بول چال، تحریر اور تقریر نے ضمیروں کے قرینے میں متشکل کر دیا ہے۔ ہر زبان کے ہزاروں سالوں سے زیرِ استعمال اِس قرینے نے (جس کے لسانی، عملی اور نفسیاتی عوامل کچھ بھی رہے ہوں) ضمیروں کو رواج دیا۔ ممکن ہے زبانوں کے بہت آغاز میں یا شاید اب بھی کسی دُور اُفتادہ آبادی میں رواج پذیر --- اور مٹتی ہوئی زبان میں ضمیروں کا رواج نہ ہو --- یا بہت کم ہو --- یا اس کثرت سے نہ ہو جس طرح ہماری زبانوں --- عربی، فارسی، اردو، انگریزی اور پاکستان میں بولی جانے والی دوسری زبانوں میں ہے۔

ہمارے ہاں ضمیر کی تین مروج شکلیں متکلم، حاضر (مخاطب) اور غائب کے حوالے سے ہیں (واحد کی صورت میں) --- جمع میں ان ضمیروں میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ بعض زبانوں میں واحد اور جمع کے لیے ایک ہی لفظ (ضمیر) رہتا ہے جیسے انگریزی میں تُو (واحد) تم (جمع) کے لیے YOU ہی کا لفظ بولا جاتا ہے۔ زبانوں سے ٹھرک --- (یہ پنجابی زبان کا ایک لفظ

ہے، جس کے معنی اِس جگہ خوامخواہ کا شوق، دخل اندازی، دخل دینے اور بحث کیے بغیر نہ رہ سکنا، پوچھ گچھ کی لت --- کچھ بھی لیے جا سکتے ہیں۔ اس کے برعکس اچھے معنوی تلازمات کا حامل لفظ شغف ہے) --- کے سبب مَیں نے بیرونِ ملک کے اسفار میں کئی طلبہ اور عام افراد سے گفتگو کرتے ہوئے محسوس کیا کہ ہر زبان میں صیغوں کی تعداد اور قرینہ اردو زبان والا نہیں ہے۔ کئی زبانوں میں اُن کی تعداد کم و بیش ہے جیسے انگریزی میں YOU کی مثال دی گئی ہے۔

بعض زبانوں میں واحد اور جمع کی طرح تذکیر و تانیث میں بھی ضمیریں کم و بیش ہیں، اور بعض جگہ موقع و محل کی مناسبت سے ضمیریں اپنے استعمال کا قرینہ وضع کرتی ہیں۔ غالباً تھائی زبان اور پولش زبان میں بعض لفظوں کے مفہوم محلِ استعمال سے 'معنی یاب' ہوتے ہیں۔ دلچسپ بات یہاں 'محلِ استعمال' کی ہے۔ ہمارے ہاں یہ الفاظ بولنے کے موقعہ و محل کے اعتبار سے ہیں جب کہ اِن زبانوں خصوصاً پولش میں جس مقام پر ایک گفتگو کر رہے ہوتے ہیں اُس کی نسبت سے بھی لفظ اپنا مفہوم رکھتے ہیں۔ مثلاً ایک لفظ آپ گھر میں بول رہے ہیں تو اس کا اور مفہوم ہوگا اور وہی لفظ جب آپ بازار میں بولیں گے تو اس کے مفہوم میں کچھ فرق ہوگا --- یہ ایک دلچسپ اور طویل بحث ہو سکتی ہے، جس کا مَیں قطعاً اہل نہیں اور نہ اس کی تفصیل میں جانے کا یہ موقع ہے۔ صرف اِس امر کی نشاندہی مطلوب ہے کہ مختلف زبانوں میں ضمیروں کی تعداد اور ان کے استعمال کا قرینہ بھی ہمارے ہاں سے کچھ مختلف اسلوب اور مفہوم کا حامل ہے۔

جیسا کہ پہلے کہا گیا ہے ضمیریں شخصی حجاب یا وجاہت سے پردہ کرتی ہوئی زبان و بیان کو سلیس اور رواں رکھتی ہیں، اور مفہوم کی ترسیل کو زیادہ سہل بناتی ہیں۔ کسی بیان کے آغاز میں کسی ذات اور شخصیت کی نشاندہی اس کے نام سے ہو جاتی ہے اور پھر اگلی عبارت میں اس سے متعلقہ ضمیر بیان کو رواں دواں رکھتی ہے۔ یوں ضمیر کے اشارے سے مُشار'' اِلیہ کی وضاحت ہوتی رہتی ہے۔

اس بات کو وضاحت سے سمجھنے کے لیے ایک مثال لیتے ہیں یہ مثال پہلے سے مطبوعہ ایک عبارت سے ارتجالاً لی جا رہی ہے۔

''اے میرے رب مجھے توفیق (اور مداومت) بخش کہ مَیں تیری نعمتوں (ایمان، علم و

عمل) کا جو تو نے مجھے اور میرے ماں باپ کو عطا فرمائی ہیں شکر ادا کروں اور اِس کی بھی کہ مَیں نیک اعمال پر کاربند رہوں جس سے تو راضی ہو اور مجھے اپنی رحمتِ خاص سے اپنے نیک بندوں میں شامل رکھ‘‘ ۔ (۲۷:نمل:۹۱)

(یہ عبارت سورۂ نمل کی آیت نمبر۹۱ کا ترجمہ ہے جسے ع س مسلم نے اسماءُ النبی صلی اللہ علیہ وسلم ۔ صدفِ ضمائر میں‘‘ کے آغاز میں عربی زبان میں قرآنی متن کے بعد درج کیا ہے)

یہ دعائیہ عبارت قرآن مجید میں حضرت سلیمان علیہ السلام کے حوالے سے ہے۔ اگر ہم اسی ترجمے کی عبارت کو ضمیروں کے بغیر یعنی اشاروں کے بغیر شخصیت کے نام کی پابندی سے پڑھنا چاہیں تو اس کی صورت یوں ہو جائے گی۔

> ’’اے سلیمان کے رب سلیمان کو توفیق (اور مداومت) بخش کہ سلیمان اللہ یا رب کی نعمتوں (ایمان، علم و عمل) کا جو اللہ نے سلیمان کو اور سلیمان کے ماں باپ کو عطا فرمائی ہیں شکر ادا کرے اور (یہاں اُس کے اشارے کا مُشارٌ اِلیہ کیا ہے! کیا ہو سکتا ہے!! اس کی زمانی و مکانی وسعت کیا ہے؟ اس کا امکانی معنوی پھیلاؤ کیا ہے! اسے یہاں سمیٹنا ناممکن ہے) کہ سلیمان نیک اعمال پر کاربند رہے جس سے اللہ راضی ہو اور سلیمان کو اللہ کی رحمتِ خاصہ سے اللہ کے نیک بندوں میں شامل رکھے‘‘۔

ترجمے کی عبارت سے جب ضمیروں (اشاروں) کو نکال کر وہاں متعلقہ شخصیات (مُشارٌ الیہان) کے نام ڈالے تو عبارت کی فصاحت، روانی اور فطری پن ختم ہو گیا۔ یوں وہ دعا جو پوری ملتِ مسلمہ کے تمام چھوٹے بڑے افراد خواتین و حضرات کے التجائیہ جذبات کی بھی رہتی دنیا تک کے لیے ترجمان ہے صرف سلیمان علیہ السلام تک محدود ہو کے رہ گئی ہوتی۔

ضمیریں عبارتوں میں اربوں انسانوں کے جذبات و احساسات کی ترجمان ہوتی ہیں۔ سعدی شیرازی کے مصرع

ع ''کریما بہ بخشائے برحالِ ما''

میں اگر 'برحالِ سعدی' ہوتا تو گزشتہ سات صدی میں پندنامہ کا یہ آغاز کروڑوں دلوں کا ترجمان نہ ہوتا، اور نہ آنے والی ہزاروں صدیوں کے اربوں مسلمانوں کی امکانی ترجمانی اس مصرع سے ہو سکتی۔

ضمیروں کی موجودگی خصوصاً شعروں میں اُن کا ظہور قارئین و سامعین کے لیے بہجت آثار سرشاری رکھتا ہے۔ ضمیریں اُن آئینوں کی طرح ہیں جن کے وسیلے سے دنیا جہان اُن کے اندر اپنے جذبات و محسوسات کا چہرہ دیکھ سکتے ہیں۔ پھر وہ ضمیریں جو نسبتِ نورانیت سے مُتصِف ہوں --- خصوصاً حمد و نعت میں استعمال ہونے والی ضمیریں اُن مراجع و مصادر کی نیابتِ حمیدہ کی مظہر ہوتی ہیں جن کے لیے ان کا استعمال ہوتا ہے --- بقول شاعر:

الفاظ ہیں عام سے بظاہر سارے
وہ، آپ، تم، اس، اُنہیں - ضمائر سارے
تذکارِ حضورؐ کی حسیں نسبت سے
ہیں آپ کی شان کے مظاہر سارے

انوار سے اس لیے یہ تابندہ ہیں
یہ اسم حضورؐ کے نمائندہ ہیں
سرکار کی نعت و حُب کی نسبت سے یہ
خورشید صفت سبھی درِخشندہ ہیں

ع س مسلم کی نعتیہ شاعری میں تکلُّم غائب اور حاضر کے صیغوں میں مختلف حوالوں سے استعمال ہونے والی ضمیروں کی تعداد ۵۴ کے قریب بنتی ہے۔ اِس اضافہ کی وجہ اردو زبان کا وہ خاص مزاج ہے جس میں واحد، جمع کے ساتھ محلِّ استعمال اور مناسبتِ موقعہ کی رعایت سے ایک ایک ضمیر کی کئی شکلیں بن جاتی ہیں: مثلاً وہ - آپ - اُن - اُنہیں - اُنہی - تُو -

تجھ - تجھے - تجھی وغیرہ--- مسلم صاحب نے اپنی نعتیہ کتابوں سے ان ضمیروں کے محلّ استعمال کے نمونوں کی جمع آوری کی ہے جو مطالعاتِ نعت میں ایک منفرد اور معتبر کام ہے۔

ضمیروں کے قرینے اور برمحل استعمال سے محبت و قربت اور والہیت کا وہ جہانِ معنی وجود پذیر ہوگیا ہے، جو دل کی دھڑکنوں اور روح کی پہنائیوں میں موجزن کیف و مستی و سرشاری کے سمندِ احساس کو پَر لگا کر مکاں سے لامکاں کی طرف مائل پرواز کر دیتا ہے۔ دعا، فریاد، استغاثے اور قبولیت کے دَر وا ہوتے ہیں، جو شاخِ اُمید کو سرسبز و شاداب رکھتے اور قلبِ مطمئنہ کی نوید بن جاتے ہیں۔

چند مثالیں دیکھیے:

گُھٹتی ہے سانس آپؐ سے دُوری میں یا رسولؐ
قُربِ حضورِؐ پاک کا دائم ہو اِلتزام

’’جا ٓؤکَ‘‘ اختیار ہے ہاتھوں میں آپؐ کے
کیجے مجھے نویدِ شفاعت سے شادکام

حشر کے دن ڈھانپ لیجے اپنی کملی میں مجھے
آپؐ ہی اُس دن ہیں میرے حافظِ ناموس و ننگ

مانگئے اپنے مُحِبّ سے بخششِ مسلم کی بھیک
آپؐ مالِک اور مَیں ہوں آپؐ کی چوکھٹ کی مَنگ

حشر میں سائبانِ اماں
اُنؐ سا صاحب لِوا اَور کون

لُٹاؤں گوہرِ اشکِ ندامت
مجھے نسبت ہے اُن کے سنگِ دَر سے

بس حُسنِ سلوک اُس کا تھا اور میری ندامت
میں حشر میں چپ تھا، تو اُدھر صرفِ نظر بھی

ثنا اُس کی معًا ہوتا ہے جس کے ''کُن'' کا کہنا
سلام اُس پر ہے جس کا حُسن بزمِ کُن کا گہنا

دُرود و رحمتِ حق کی بہار ہے جس پر
تِری زمیں کا پتا آسماں سے مِلتا ہے

فیض سے تیرے ہوئی معراج میری ہر نماز
عرش ہے جو قلب میرا، ہے تُو ہی اُس کا مکیں

لسانی، لسانیاتی تجزیے کے علاوہ اِن ضمیروں کے استعمال اور اُن سے منسلک تجربات، مشاہدات، جذبات وخیالات ومحسوسات کا نفسیاتی، عمرانی، تہذیبی، ثقافتی اور سماجی حوالوں سے بھی

مطالعہ ہوسکتا ہے۔ یہ جمع آوری ایک مبارک مواد کی فراہمی ہے۔ ایک پُر معنی اثاثے کی شیرازہ بندی ہے۔ مجھے یقینِ واثق ہے کہ آتے دنوں میں کوئی محقق اس کے تنقیدی و تحقیقی اور لسانی و تجزیاتی مطالعے سے عرفان و آگہی کے کئی نکات سامنے لائے گا۔ مَیں اپنے مضمون کو دو مزید رباعیوں اور ایک ایک ایسی نظم (بہ صنفِ غزل) پر ختم کرتا ہوں جو ع س مسلّم کے زیرِ نظر مجموعہ اشعارِ نعت ''اسماءُ النبی صلی اللہ علیہ وسلّم - صدفِ ضمائر میں'' کی عطا ہے:۔

ہے نسبت جن کی پیغمبر کی طرف
ہیں لفظ وہ، آپ، اُن، اس، تم، نور بکف

سرکار کی نسبتِ حُب آثار کے ساتھ
ہیں روشن کس طرح ضمائر کی صدف

اسمائے مولا کی تہنیت سے
ہے مثلِ فردوس زیرِ مدحت سے

آئینہ حسن و خیر و خوبی
ہر ایک ضمیر ہے تری نسبت سے

صدفِ ضمائر میں:

شہکار ہے جو بزمِ عناصر کی صدَف میں
کیا کچھ نہیں اس طیّب وطاہر کی صدَف میں

اللہ کے احسانوں میں سب سے بڑا احسان
پورا نہیں آتا جو مظاہر کی صدف میں

کیا خُلدِ صفات اُتری ہے ہر نعت کے اندر
کیا اسم فروزاں ہیں ضمائر کی صدف میں

سو جان سے موجود و میسر کو مبارک
کُن دار گہر بحرِ مناظر کی صدف میں

صد شُکر تری نعتِ ازل رنگ کے صدقے
ہر دَور ہے میرے یمِ حاضر کی صدف میں

صورت گری اُن کی ترے الطاف سے ہو جائے
بے شکل سا نم ہے جو مسافر کی صدف میں

کیا عمر کے پایان میں تجھ کو ملا انعام
کیا نور ہوا ساعتِ آخر کی صدف میں

چمکائے گی فردا میں یہ نعت اہلِ وِلا کی
اِمکاں کی جو لَو ہے مرے شاعر کی صدف میں

تخلیق کی ہر عمدگی صَرف اُسؐ میں ہوئی ہے
وہؐ گوہر یکتا ہے مظاہر کی صدف میں

جو آب ہے نسبت کی، تری بخشی ہوئی ہے
مستقبل و ماضی و معاصِر کی صدف میں

آبِ ازَل آثار ہے تابِ ابَد انداز
حُب دار و ثنا دوست مصوِّر کی صدف میں

ہستی کی تمازت ہو کہ عُقبٰی کی سکینت
ہے میرے دلِ صابر و شاکِر کی صدف میں

مذکور کے اسمائے جلیلہ کا ہے یہ فیض
جو جذب وِلازاد ہے ذاکِر کی صدف میں

کسی طور چمکتے ہیں ریاضؔ اُن کے حرَم میں
اشکوں کے گُہر، دیدۂ زائر کی صدَف میں

اسماء ُ النبی صلی اللہ علیہ وسلّم

(صدَفِ ضمائر میں) : ع س مسلّم

نبیؐ کے وصف میں، پیشِ ہدَف ضمیروں کے
کھڑے ہوئے ہیں پرے صف بہ صف ضمیروں کے

ہے ذات ایک ہی، بعد از خدا بزرگ تریں
اشارے جاتے ہیں جن کی طرف ضمیروں کے

اُسی کی نسبتِ نورانیت کا صدقہ ہے
یہ عِزّ و جاہ یہ اَوج و شرف ضمیروں کے

تم، آپ، تُو، اُنہیں، وہ۔ عام لفظ خاص ہوئے
مہ و نجوم بنے ہیں خزف ضمیروں کے

لغات ہائے تجُّر کو رشک آتا ہے
نصیب دیکھیے نسبت بکف ضمیروں کے

وفور و کیف سے لبریز نعتِ مسلّم میں
سنائی دیتے ہیں نغماتِ دف ضمیروں کے

حروفِ نعت کی آئینہ طینتی ہے گواہ
ریاض حُب سے ہیں روشن صدَف ضمیروں کے

❖……❖……❖……❖

سلسبیل: توصیف تبسم

شاعری میں حمد، نعت، سلام اور منقبت اظہارِ عقیدت اور مدحت نگاری کی مختلف صورتیں ہیں۔ ان تمام اصناف میں نعتِ رسولؐ کو بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ ایک اعتبار سے حمد ہو، سلام ہو یا منقبت یہ تمام تر صنفِ نعت ہی کی توسیع یافتہ اکائیاں ہیں۔ حضورِ اکرمؐ کی تعلیمات ہی سے ہم نے خالقِ حقیقی کو پہچانا اور پھر اس کے بعد اظہارِ عبودیت نے حمد و مناجات کا تخلیقی رنگ اختیار کیا۔ سلام اور منقبت کی شکل میں جن مقدّس اور بابرکت ہستیوں کی مدح کی جاتی ہے، وہ تمام تر نورِ رسالت ہی سے مستفید و مستنیر ہوئیں۔ گویا یہ شاعرانہ کاوشیں نعت ہی کے زمرہ میں آتی ہیں۔

نعتِ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جملہ اصنافِ سُخن کا ماحصل ہے کہ اس میں شعری اسالیب کے تمام محاسن، شائستگی اور خوش سلیقگی کے ساتھ مل جاتے ہیں۔ اِس صنف میں عقیدت نگاری (Devotional Poetry) نہ صرف یہ کہ اپنی تمجیدی رفعتوں کے ساتھ دَر آئی ہے بلکہ عقیدہ سے عقیدت تک کے بیان نے اس صنف میں تاثیر کے جوہر بھی پیدا کر دیئے ہیں، خصوصاً وہ حُب سرشت شاعر جن کی ذہنی ترتیب فارسی اردو غزل کی کلاسیکی شائستگی کے ماحول میں ہوئی ہے۔ جب اس عقیدت آشنا صنف کی طرف متوجہ ہوتے ہیں تو اُن کے اظہار میں ایک روح پرور سرشاری کی کیفیت قاری کو اپنی گرفت میں لے لیتی ہے۔ اُن کا فن صلِّ علیٰ کے ورد کا ایک استعارہ بن جاتا ہے اور یوں لگتا ہے کہ وہ نعت گوئی کی صورت میں امرِ ربّ کی تکمیل کر رہے ہیں۔

توصیف تبسم کہتے ہیں:

سو میں نے آئینے سے گفتگو کی
سخن ہوتے نہ تھے خوناب میرے

نعت گوئی کی مستحسن و مبارک کاوش میں سخن پاروں کو خوناب کرنا ہی شاعر کی کامیابی ہے۔ روشنائی کو لہو میں ڈھالنے کا عمل ہی فن کار کی تخلیقی تنہائیوں کو گویا کر دیتا ہے۔ یوں باطن کے محسوسات اس سحر زا خوش سلیقگی سے کاغذ پر اُترتے ہیں کہ لفظ آئینے بن جاتے ہیں، ایسے آئینے جن میں زندہ احساس رکھنے والے قاری کو اپنے تجربات و مشاہدات کے عکس بھی نظر آتے ہیں۔ توصیف تبسم نے اپنے جذبۂ عقیدت و محبت کے آئینے سے ہم کلام ہوتے ہوئے جو عکس کشید کئے ہیں اور اُن کی نورانیت کو سخن کے درجے پر پہنچانے کے لئے پیشکش کے عمل اور تجربے میں جو جگر کاوی کی ہے، اس میں اپنا خون بھی آمیز کیا ہے۔ توصیف تبسّم کی نعتوں میں ایک خاص جذب اور کیف موجود ہے جس کے اظہار کی دل آویز صورتیں اُن کے یہاں با آسانی دیکھی جا سکتی ہیں۔ شاعر نے گویا اپنی تخلیق کے لمحات کو دوام آشنا اور ثبات شناس صدیوں سے ہم کنار کرنے کی بھرپور کوشش کی ہے۔ یہ صورتِ حال توفیقِ خداوندی کے سوا کچھ اور نہیں ورنہ سال کے سال اور عشرے کے عشرے اس صلاحیت کی موجودگی کے باوصف غفلت میں گزر جاتے ہیں۔

وہ ذات جس کے محیط میں آفتاب نقطہ
اُسی میں گم فاصلے مکاں کے، سفر زماں کے

اگر نہیں ہے وہ مرکز وجود کا تو حرم
طواف کرنے کو باندھے ہوئے ہے کیوں احرام

عبارت ہے کہ ہے تنزیلِ رحمت
قلم کاغذ پہ سجدہ کر رہا ہے

اے روشنیٔ مقامِ محمود!
سورج ترے سائے میں کھڑا ہے

شوق حیراں ہے دل و جاں میں سمائی کیسے
گُم ہیں جس ذاتِ گرامی میں ابد اور ازل

وہ دل کی سمت جو آئیں تو اپنی آنکھوں کو
زمین کیجے، عقیدت کو آسماں کیجے

دل کو اُسی گلی میں ہے، حسرتِ پاشکستگی
ذرّے ہیں جس کے کہکشاں، خاک ہے جس کی کیمیا

توصیف تبسّم نے اپنے شعری سفر کی ابتداء بہت سے دوسرے شاعروں کی طرح ایک غزل گو کی حیثیت سے کی۔ مدحت نگاری کی طرف وہ بہت بعد میں آئے۔ یوں محسوس ہوتا ہے جیسے سالہا سال کی یہ ریاضت اور مشق و ممارست صرف اس لیے تھی کہ وہ ایک ارفع تر صنفِ شعر میں اُس سے کام لے سکیں، جس کی معروضی صورت اس مجموعۂ حمد و نعت میں ہمارے سامنے ہے۔ توصیف تبسّم کی نعت گوئی کو اُن کی زندگی بھر کی تخلیقی ساعتوں کی روشن کارکردگی کا تکملہ (Penultimate) سمجھنا چاہیے۔ اُن کے پاس شعر گوئی سے شعر فہمی تک کے مراحل کی وہ ساری ذہنی استعداد اور خیال کی صورت گری کے وہ سارے اسباب موجود ہیں جن سے تخلیق سرشت اور تاثیر نژاد فن پارے اظہار پذیر ہوتے ہیں، سو اُنھوں نے اپنے مجموعۂ نعت کو ترتیب دیتے ہوئے، اِس صنف کے تخلیقی تقاضوں کو نہ صرف یہ ملحوظِ خاطر رکھا ہے، بلکہ اس فن میں ضروری لوازمات کو شائستہ طریقے سے استعمال بھی کیا ہے۔ توصیف کی نعت گوئی کا بڑا حصہ غزل ہی کی ہیئت میں ہے، اُردو نعت خصوصاً عصرِ حاضر کی نعت کا قریباً نوے فی صد اثاثہ غزل کی صنف ہی میں تخلیق ہوا ہے۔

اُردو شاعری کے معاصر منظر نامے میں نعت کا پھیلاؤ اور فروغ بھی اِس صنف کی بنیادی خصوصیات و کیفیات کی وجہ سے ہے۔ فارسی سے اردو تک اس صنف نے بڑی کامیابی سے قریباً ہزار سال کا سفر طے کیا ہے۔ کامیابی سے میری مراد مقدار اور معیار دونوں حوالوں سے اس صنفِ سخن کا بلیغ اعتبار ہے جس کی تائید اور توثیق ہر زمانے اور ہر دور کی ادبی تاریخ کرتی ہے۔ توصیف تبسم کی نعت گوئی میں بھی مواد اور ہیئت کے حوالے سے اس صنف کی خصوصیات اور مُحسناتِ شعری کے عناصر ملتے ہیں۔

قریۂ جاں میں ہے مہتاب اُترنے والا
وقت آیا ہے کہ اب رات کو رخصت کریں ہم

اُسی کا عکس ہے محفوظ بند آنکھوں میں
کلی جو کِھلتی نہیں، عالمِ سرور میں ہے

نظر کو خیرہ کرے چاندنی میں اک تارا
جو روبرو کبھی تصویرِ آسماں کیجے

لبوں پہ پھر وہی نام آ رہا ہے
کہیں خوشبو کا دروازہ کھلا ہے

منتظر ساحلِ جاں کب سے ہے سیرابی کا
موجِ خوش آب اِدھر بھی کوئی دم ہو جانا

سجدۂ شوق جہاں عمر کا حاصل ٹھہرے
آنکھ کو چاہیے واں نقشِ قدم ہو جانا

داتا! صبح و شام ملے اک حرفِ ثنا خوشبو جیسا
کھِلتا پھول چنبیلی کا، پھر جھونکا رات کی رانی کا

ہونے سے اُن کے رنگ بھرے کائنات میں
چاروں جہات حد بنیں تصویر کے لیے

توصیف تبسّم کی نعت کا اعتبار زبان و بیان کی شائستگی پر استوار ہے۔ اُنہوں نے غزل کے علائم و رموز اور مخصوص پیرایہ ہائے اظہار کو فنکارانہ مہارت کے ساتھ برتا ہے۔ یہ مہارت اُن کی نعتوں کی زمینوں، قوافی اور ردیف کے موزوں، برجستہ اور ماہرانہ استعمال اور زبان و بیان کے دوسرے قرینوں سے نمایاں ہے جو اُن کے اسلوبِ نعت کو ایک ندرت اور انفرادیت بخشتے ہیں۔

اُن کی نعت میں ایک باطنی تاثیر کی لہر بھی رواں ہے جو بین السطور مطالعے سے محسوس کی جاسکتی ہے۔ اُن کی نعتوں میں حُبِ رسولِ اکرمؐ کا اظہار جس والہانہ پن، جاں سپاری، فدویت اور فریفتگی کے ساتھ ہوا ہے، وہ اظہار عام نہیں بلکہ ایک جذبۂ خاص رکھتا ہے۔ اُن کے اسلوب کے اعتبار کو اسی جذبِ خاص کی باطنی تائید حاصل ہے، اسی سبب سے اُن کی نعتیہ شاعری کی تاثیر دوسرے شاعروں سے مختلف اور قوی ہے۔ صنفِ نعت اور موضوعِ نعت کے ساتھ اُن کا یہ جذبہ (Involvement) تخلیقِ نعت کی ساعتوں میں ایک قوّتِ محرکہ بن کر مشاہدات و تجربات اور خیالات و محرکات کی صورت گری کرتا نظر آتا ہے۔

توصیف تبسّم نے غزل کی صنف کے علاوہ فردیات، قطعات، نظم اور آزاد نظم کی صورت میں بھی نعت کہی ہے۔ اس مجموعہ میں حمد اور عارفانہ اشعار کے علاوہ صحابہ کرامؓ اور اہلِ بیت اطہارؓ کے مناقب بھی شامل ہیں۔ واقعہ کربلا اور حضرت امام حسین رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے حوالے سے پُرتاثیر سلام بھی ملتے ہیں۔ اُن کی عقیدت نگاری میں دعائیہ عنصر بھی موجود ہے۔ وطنِ عزیز کے لئے یہ دعا دیکھئے اور اس میں تمثال آفرینی بھی ملاحظہ فرمائیے:

اب تو اس خاک پہ اُترے تری رحمت یا رب!
جو شجر ہے وہ یہاں دستِ دعا لگتا ہے

توصیف کے ہاں نعت کے موضوعات میں کسی نہ کسی طور، بالواسطہ یا بلا واسطہ اُن نمایاں مضامین کی جھلک ملتی ہے جو نعت کے خاص موضوعات رہے ہیں۔ توصیف تبسّم حضور اکرمؐ کے مدح کے مرکزی نقطہ سے چلتے ہوئے آپ کی سیرتِ مبارکہ، آپ کا پیغام، دعوتِ دین، تعلیماتِ اسلام، آپ کا شہر (مدینہ)، شہر کی طرف سفر کی خواہش، شہر کی نورانیت، ماحول، متناسبات و متعلقات، آپؐ کی فیض و برکات، احسانات، فضائلِ حمیدیہ، آپؐ کے اسمائے مبارکہ، غزوات، شمائلِ مبارکہ، اہلِ بیت آلِ اطہارؓ، صحابہ کرامؓ اور ان سب اوصاف و محاسن کے حوالے سے آپؐ کی ذاتِ پاک سے عقیدت و محبت کا اظہار اور اِس باب میں فدویت و جاں سپاری اور فریفتگی کا والہانہ بیان شامل ہے۔ اُن کے یہاں ایسے سب مضامین و موضوعات صنفِ نعت کے مطلوب اور محبوب کی معنوی تشکیل کرتے نظر آتے ہیں۔

اُن کے یہاں یہ مضامین اور فکری عناصر جو حضورؐ کی محبت و عقیدت کے سرچشمے سے پھوٹے ہیں اور آپ کی سیرت و متعلقات سے ہوتے ہوئے آپ کے فیضان و احسانات کے تذکار سے جا ملتے ہیں۔ مضمون بہ مضمون نعتیہ فکر پاروں کا یہ دائرہ پھیلتا چلا گیا ہے۔ نعت نگار کے اپنے ذاتی مشاہدات کے ساتھ زمانے کی مناسبت سے بھی بعض افکار اور آشوب بھی اس سلسلہ ہائے مضامین میں شامل ہوگئے ہیں۔ اِن افکار و مسائل کی پیشکش میں شاعر کا اپنا جذبۂ فدویت اور شیفتگی بھی آمیز ہوتی چلی گئی ہے، یوں نعت کے اندر وہ سچّا تخلیقی نکھار اور مؤثر اظہار در آیا ہے جو بقول اقبالؔ معجزۂ فن کی نمود کا باعث بنتا ہے۔ فن کا سارا کمال پیشکش کا ہے توصیف کے یہاں مضامین کی نادرکاری اپنی جگہ مگر نعت کی تاثیر زا خوبی، اسالیب کی ندرت میں اپنی اہمیت، وقعت اور اعتبار کا اظہار کرتی ہے۔ اصولی طور پر نعت نگار پیشکش اور اسلوب میں جتنی انفرادیت اور غیر معمولی پن سے کام لے گا اُس کی نعت، اسی قدر مؤثر، دلآویز اور تاثیر کے جوہر سے متصف ہوگی۔

یہ صحیفۂ عقیدت چار ابواب پر مشتمل ہے، یعنی حمد و نعت، حضوری، آئینے سے گفتگو اور سلام و منقبت۔ حمد و نعت اور سلام و منقبت کے ابواب تو عام قسم کے ہیں جو دوسرے عقیدت گزار شاعروں کے یہاں بھی مل جاتے ہیں۔ البتہ ’’حضوری‘‘ اور ’’آئینے سے گفتگو‘‘ ایسے منفرد عنوانات

ہیں جو اس مجموعۂ شعری کو ایک امتیاز بخشتے ہیں۔ ''حضوری'' کے تحت وہ تمام کلام یکجا کر دیا گیا ہے جو شاعر نے اپنے سعودی عرب میں قیام اور حرمین شریف کی حاضری کے دوران لکھا۔ ان تمام شعری کاوشوں میں ایک وجد، استغراق اور محویت کی کیفیت موجود ہے جو ان کو عام حمدیہ اور نعتیہ شاعری سے ممتاز کرتی ہے۔

دیکھ کر حیرت میں ہوں، اے طائرِ بامِ حرم
ایک پر ہے روشنی کا ، ایک پر خوشبو کا ہے

یہ گھر جو مل گیا ہے تو اب گھر نہ جاؤں میں
اے زندگی! خوشی سے یہیں مر نہ جاؤں میں
خاکی ہوں اور بیٹھا ہوا قدسیوں میں ہوں
اِس بزمِ خاص سے کہیں اُٹھ کر نہ جاؤں میں
آمین! سُن رہا ہوں دُعا کے جواب میں
آتی ہے یہ کہاں سے صدا ڈر نہ جاؤں میں

وہ سامنے نظر آنے لگا دیارِ حبیب
سواری ترک کریں ، خود کو پا پیادہ کریں
یہی مقام حرا ہے ، یہیں رُکیں زائر
یہیں چراغ رکھیں ، روشنی زیادہ کریں

قرآن حکیم میں مظاہر کائنات کو اللہ کی آیات کہا گیا اور ان پر بار بار غور و فکر کی دعوت دی گئی ہے۔ اِس غور و فکر سے اخذ شدہ نتائج کو شعری ہیئتوں میں تبدیل کرنا ایک خاص مہارت چاہتا ہے۔ فکر کو جذبے کا رنگ دینا ہی دراصل منتہائے شاعری ہے۔ توصیف تبسّم اپنی اس کوشش

میں بڑی حد تک کامیاب دکھائی دیتے ہیں۔ مجموعۂ کلام کے اس حصّہ ’’آئینے سے گفتگو‘‘ کو پڑھ کر ایک خاص قسم کی کشادگی اور وسعت کا احساس ہوتا ہے۔

سُنا ہے اصلِ گلستاں سوائے خاک نہیں
اگر یہ سچ ہے تو خوشبو کہاں سے آتی ہے

یوں آئنے رکھے تھے کہ تنہا نہ تھا کوئی
سب دیکھتے تھے ، دیکھنے والا نہ تھا کوئی

اِن نیلگوں فضاؤں کا ساحل ہے کس طرف
ہم بے سفینہ قید یہاں کس خطا میں ہیں

چلتی ہیں فرشِ خاک پہ ، مٹّی کی مورتیں
تھم جائے رقص، چشمِ تماشا نہ ہو اگر

ہے خدوخال کا انبار یہاں ہر چہرہ
ہم وہ ہوں گے جو نہ خود اپنے گماں میں ہوں گے

نظر اُٹھا کہ تری آنکھ میں سما جائیں
وہ دُوریاں جو سمٹتی نہیں ہیں میلوں میں

خرد ہے بحر ٹھہرتی نہیں شبیہ کوئی
وہ موج موج ابھرتا تو ہے دلیلوں میں

میں نقش کشیدہ ہوں کسی اور طبق پر
اس خاک نے اب تک مرا چہرہ نہیں دیکھا

آسماں بارِ امانت سے ہے خم
کاش یہ بوجھ بھی مجھ پر ہوتا

تبسّم نے ایک آرزو کی تھی
جو ذوقِ نغمہ ہمیں عشقِ مصطفائی دے
کلی جو چٹکے تو صلِّ علیٰ سنائی دے

اور اظہار افسوس بھی کیا تھا
نہ پہنچے اُس درد لا دوا تک جو خود دوا تھا
فغاں کہ ہم لوگ کام آئے غمِ جہاں کے

یہ اُن دنوں کی بات تھی جب ''کیفیتِ جاں حرف و بیاں میں نہیں آئی تھی'' ۔۔۔ بحمداللہ اب وہ بیاضِ نعت بدست ہیں اور بقول اُن کے ''میری آواز ہے توصیف زمانوں کی محیط'' ۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ جاوداں، آفاق گیر، محسنِ زماں شخصیات کا ذکر، ذاکر کو بھی زندہ رکھتا ہے۔ حضور اکرمؐ کہ جن کے بارے میں ''بعد از خدا بزرگ توئی'' کا اعلان حرفِ آخر کا درجہ رکھتا ہے اور جس کی تائید و توثیق ہر زمانے کے صاحبانِ بصیرت کر رہے ہیں۔ اُن کے مدح سراؤں کا فن انہیں بھی ہمیشگی عطا کرتا ہے۔ ذکر اور مدح کی یہ نسبت اپنے اخلاص اور حجم کے مطابقِ توفیقِ خداوندی سے اعتبار یاب ہوتی رہتی ہے۔ یہی ''زرِ اعتبار'' ہر نعت گو کی جگر کاوی کا ثمر ہے۔

توصیف کو مبارک ہو کہ اُنہوں نے اپنی نصف صدی کی شاعرانہ مہارت اور ریاضت کو تخلیقِ نعت کی جگر کاوی کے لئے صرف کرنے کا ارادہ کیا۔ یہ ارادہ بھی قدرت کی عطا ہے۔

توصیف تبسّم نے اردو نعت کو ایک بھرپور، معتبر اور مؤثر مجموعۂ کلام عطا کیا جو نہ صرف اُن کی علمی و ادبی اور تخلیقی و شعری کارناموں میں ایک بابرکت اضافہ ہے بلکہ معاصر اردو نعت کے منظرنامے کو بھی دلآویز اور ثروت مند بناتا ہے۔

❖……❖……❖……❖

دبستانِ نو: ریاض حسین چودھری

ریاض حسین چوہدری نعتیہ شاعری کے معاصر منظر نامے کی وہ معروف شخصیت ہیں جنھوں نے گزشتہ (کم وبیش) تین دہائیوں سے اپنے آپ کو کلّی طور پر نعت رسول اکرم صلّیٰ اللہ علیہ وسلمؐ کے لئے وقف کیاہَوا ہے نعت کی تخلیق اور اشاعت کے ساتھ ان کا شغف جُز وقتی نہیں ہمہ وقتی ہے اس اعتبار سے یہ وابستگی مبارک ہے بقول علامہ اقبالؒ برآور ہر چہ اندر سینہ داری...... نعت کے باب میں جو خیال، احساس، مشاہدہ، جذبہ یا واردات اُن کو متاثر کرتی ہے وہ اُسے نہ صرف اظہار میں لاتے ہیں بلکہ شائستگی کے ساتھ اسے زمانے کے سپرد بھی کرتے چلے جاتے ہیں اب تک ان کے بارہ نعتیہ مجموعے شائع ہو چکے ہیں ''دبستانِ نو'' اُن کا تازہ مجموعہ ہے جو معرّا حمد ونعت پر مشتمل ہے۔

ریاض صاحب کی اب تک کی نعتیہ کوششوں کے مطالعے سے اُبھرنے والا نمایاں تاثر نعت کے حوالے سے اُن کا وفور ہے اُن کی نعتیہ شاعری کے تسلسل میں یہ وفُور اس شدّت سے کارفرما ہے کہ وہ نعت کے باب میں انہیں ہمیشہ آمادہ اظہار بلکہ تخلیق کے نِت نئے پیرائے تلاش کرنے پر راغب رکھتا ہے نعت کے حوالے سے انہیں یہ ترغیب اس شیفتگی سے ملتی ہے جو اُن کی محبت آمیز طبیعت میں قدرت نے فطری طور پر ودیعت کی ہوئی ہے۔ علامہ اقبال کے مصرعے میں ایک لفظ کے تصرف کے ساتھ کہا جا سکتا ہے۔

؎ مجھے فطرت ''ثنا'' پر پے بہ پے مجبور کرتی ہے

ریاض کی شاعرانہ فطرت میں شیفتگی وہ بنیادی جذبہ ہے جو ایک محرّک کے طور پر کارفرما ہے یہ اُن کی نعت حضور اکرم صلیٰ اللہ علیہ وسلمؐ سے محبت ہے۔ وہ ایک مکتوب میں اس طویل

عقیدت پارے کے بارے میں لکھتے ہیں۔ ”نظم معرّا میں مَیں نے معمولی سی تبدیلی کی ہے وہ یہ کہ حمدیہ/نعتیہ نظم کے آخری دو مصرعے ہم قافیہ اور ہم ردیف ہیں، کوشش کی ہے کہ نظم کا سنٹرل (مرکزی) آئیڈیا اس آخری شعر میں سمٹ آئے......“

چوہدری صاحب کا معرّا نظم کے بندوں کے لیے آخر میں غزل (یا قصیدہ) کے مطلع کا پیوند اردو شاعری کی ایک اہم روایت کی طرف اشارہ کرتا ہے دراصل اردو شاعری میں غزل کی صنف اپنے داخلی مزاج کے سبب اتنی محبوب اور مؤثر رہی ہے کہ نظم کے شاعروں کے تخلیقی تجربوں میں بھی اُس کی جھلک نمایاں نظر آتی ہے جیسا کہ ہم جانتے ہیں مطلعِ غزل کے دو مصرعوں میں ایک جہانِ معنی کو اس طرح سمویا جاتا ہے کہ وہ دونوں مصرعے ہم قافیہ اور ہم ردیف ہونے کی پابندی کے باوجود جہاں مفاہیم کی دنیا کو سمیٹے نظر آتے ہیں وہاں تاثر میں بھی دلآویزی پیدا کرتے ہیں۔

نظم کا داخلی مزاج غزل سے مختلف ہے اگر اسے (Introjective) اور (projective) کی اصطلاحوں میں بیان کرنے کی کوشش کی جائے تو یوں کہا جاسکتا ہے کہ غزل خیالات کو ایک مرکز کی طرف لاتی اور محسوسات کو ایک وحدت میں سمیٹنے کا پیرایہ رکھتی ہے جب کہ نظم ایک مرکز سے خارج میں مشاہدے کو پھیلانے کا عمل ہے دونوں طرزوں کا اپنا اپنا حُسن اور جواز ہے اور اظہار کے مرحلے میں یہ دونوں طرزیں ضروری ہیں مطلع (یا دونوں مصرعوں کا ہم قافیہ اور ردیف ہونا) غزل کے دوسرے اشعار سے بھی آگے کی چیز ہے’ آگے کی چیز‘ سے میری مراد طرزیں، خیالات کی جاذبیت، سمٹاؤ اور تاثر آفرینی ہے۔

اردو کے کم وبیش تمام کلاسیکی شاعروں نے نظم میں غزل کا بھی کہیں نہ کہیں التزام یا اہتمام ملحوظ رکھا ہے ایسا کسی خارجی تحریک یا دباؤ سے نہیں ہُوا بلکہ اس اعتبار سے کہ جب تک کسی مطلع نما انداز میں نظم سمیٹی نہ جائے لگتا ہے جیسے اظہار میں کوئی خلا رہ گیا ہے یا اسی بات کو ذرا واضح انداز میں یوں کہا جاسکتا ہے کہ شاعروں کے جذبۂ اظہار کی تسلّی اور تشفی اسی طرح ہوتی ہے کہ ان کی وہ نظمیں جو غزل کے پیرایہ میں لکھی گئی ہیں خاتمے پر اپنے آپ کو غزل کے مطلع کی صورت میں سمیٹی ہیں۔ علامہ اقبال کو یہ پیرایہ اظہار اتنا عزیز ہے کہ انہوں نے ایک غزل میں بھی اس کا التزام روا رکھا ہے ان کی وہ غزل جس کا مطلع ہے۔

کیا عشق ایک زندگی مستعار کا
کیا عشق پایدار سے ناپایدار کا

شعروں کے بعد پھر ایک اور مطلع پر ختم ہوتی ہے جو درج ذیل ہے:

کانٹا وہ دے کہ جس کی کھٹک لازوال ہو
یا رب وہ درد جس کی کسک لازوال ہو

(غزل کی روائت میں یہ بہت بڑا اجتہاد یا تصرّف ہے مجھے علامہ اقبال کی نظموں کی ڈرافٹنگ پر گفتگو کرتے ہوئے ہمیشہ ’بال جبریل‘ کی یہ غزل یاد آتی ہے علامہ اقبال کی اس غزل کے مسّودہ کا عکس میرے پاس ہے علامہ نے کہیں اس اجتہاد کی صراحت نہیں کی۔ غزل کی ہزار سالہ روائت میں یہ ایک منفرد مثال ہے کہ ایک جداگانہ مطلع غزل کو کسی ایسی غزل میں شامل کر دیا جائے جس کے قوانی اور ردیف مختلف ہوں)۔

بہرحال غزل میں تصرّفات کے ذیل میں اس وضاحت طلب مسئلہ کی تفصیل کا یہ مقام نہیں پہلے ہی بات غیر ضروری حد تک لمبی ہو چکی ہے جس کے لئے میں قارئین سے معذرت خواہ ہوں صرف اس بات کی طرف توجہ دلانا مقصود تھا کی غزل میں مطلع کا اپنا ایک مقام اور اہمیت ہے اگر اسے نظم کے ساتھ استعمال میں لایا جائے تو اس سے نظم دو اعتبار سے ثروت مند ہو جاتی ہے۔ ایک یہ کہ نظم کا مرکزی خیال یا خلاصہ توازن اور جامعیت سے صورت پذیر یعنی Sizeable ہو جاتا ہے دوسرے نظم کے اختتام پر خارجی آہنگ، موسیقیت اور تاثر میں خوبصورتی پیدا ہو جاتی ہے۔

ریاض حسین چودھری صاحب کے زیرِ نظر موجود ثنا پارے جو معرّا نظم پر مشتمل ہیں بھی ایسی مطلعی تاثیر رکھتے ہیں ان کے اس عقیدت پارے کے ہر بند کے اختتام میں غزل کے مطلع جیسے شعر کا التزام انہی دو خوبیوں Sizeability اور تاثیر کو اُبھارتا ہے۔

اردو نعت میں ہیئت کی متفرق شکلیں ملتی ہیں اگرچہ ہماری نعتیہ شاعری کا بڑا حصہ غزل ہی کی صنف میں ہے لیکن اس مبارک موضوع کے اظہار کے لئے دوہے، ہائیکو، قطعہ، رباعی، مسدّس سے لے کر پابند نظم، آزاد نظم، معرّا نظم اور نثم (نثری نظم) تک میں نعتیہ شاعری کے نمونے

ملتے ہیں اردو نعت کی تاریخ میں بیسیوں نعتیں طویل یک کتابی نظموں پر مشتمل ملتی ہیں بعض ایسی بھی ہیں جن میں مختلف ہیئتوں کو ملا جلا کر طویل نظم کی صورت مربوط کیا گیا ہے پہلی قسم کی نظموں میں عبدالعزیز خالد صاحب کی 'منحمنا'، 'فارقلیط'، 'عبدُہٗ'، احسان دانش کی 'دارَین' محشر رسول نگری کی فخر کونین، پروین سجل کی 'آپ صلی اللہ علیہ وسلم' اور دوسری قسم کی یک کتابی نعتوں میں عمیق حنفی کی 'صلصلۃ اطبرس' مثال کے طور پر پیش کی جا سکتی ہیں

ریاض حسین چودھری کی ''دبستانِ نو'' اردو نعتیہ نظموں کی روائت میں ایک اور طرح کی انفرادیت رکھتی ہے یہ انفرادیت نظم کے ہر بند کے آخر میں مطلع کی ہیَت کی شمولیت ہے۔

ریاض حسین چودھری نے 'دبستان نو' کی ترتیب میں جن عوامل کو پیش نظر رکھا ہے وہ کچھ یوں ہے

۱۔ عقیدت نگاری(Devotional Poetry) کا یہ مجموعہ معرّا نظم پر مشتمل ہے۔
۲۔ یہ حمد و نعت کے مضامین پر جداگانہ بندوں کے نمونے لئے ہوئے ہے۔
۳۔ یہ مجموعہ اپنی معرّا نظموں کا اختتام غزل کے مطلع کے انداز میں (ہم قافیہ و ہم ردیف مصرعوں) پر کرتا ہے۔
۴۔ حمد اور نعت کے یہ ثنا پارے مختلف بحروں میں ہیں۔
۵۔ ان کے عنوانات انہی نظموں کے مصرعوں سے اخذ کئے گئے ہیں۔
۶۔ ہر حمد اور نعت کے مصرعوں کی تعداد یکساں نہیں ہر عقیدت نامے کی بحر کی طرح اس کی جسامت کم و بیش مصرعوں پر مشتمل ہے۔

اس حوالے سے یہ مجموعۂ ثنا ایک شاندار انفرادیت لئے ہوئے ہے۔ اردو نعت کے عقیدتی اثاثے میں اس اعتبار سے یہ مجموعہ جداگانہ مفّصل مطالعے کا متقاضی ہے۔ جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا تھا شیفتگی اور جذبے کا وفور 'دبستانِ نو' کا تخصّص ہے۔ اردو عقیدت نگاری کی تاریخ میں اس مجموعے کو ہمیشہ ایک یادگار حیثیت حاصل رہے گی چودھری صاحب کی نعت گوئی کا بڑا حصّہ ہم سب نعت کے شاعروں کی طرح غزل کی صنف میں کہی گئی نعتوں پر مشتمل ہے غزل کی ترتیب اور مقبولیت کے سبب ہر دورِ نعت میں اس صنف کا اتنی محبت، شدّت اور کثرت سے استعمال ہُوا ہے کہ کسی دوسری صنف شاعری میں اس کا دسواں حصّہ بلکہ عُشر عشِیر بھی نہیں برتا گیا غزل کے علاوہ

خصوصاً معرّا نظم میں ایسا ضخیم مجموعہ معاصر نعتیہ شاعری میں پہلی بار شائع ہو رہا ہے اس سے اردو نعت کے ہیئتی اور صنفی آفاق وسیع ہوئے ہیں۔

معرّا نظم کی ہئیت میں لکھی گئی نعتیہ کتاب ’دبستان نو‘ کا اگر بہ نظر غائر مطالعہ کریں تو اندازہ ہوگا کہ یہ نظمیں ایک باطنی سلسلے میں مؤثر وحدت کی طرح آپس میں جڑی ہوئی ہیں انگریزی میں طویل نظموں کے مختلف کینٹوز (Cantos) کی طرح یہ سب نظمیں ایک نظم لگتی ہیں۔ ایک بڑی ذاتی عقیدت اور عصری آشوب میں مرّتب وحدت اور Mozaic سٹائل میں اس کی ہر نظم ایک بند / ستانزے یا جُز کی طرح ہے (ستانزے کا لفظ میں نے جیلانی کامران کی پہلی کتاب ’استانزے‘ سے لیا ہے جس میں کئی نظمیں مل کر ایک نظم بنتی ہیں ان کے جداگانہ عنوانات کی جگہ جیلانی صاحب نے انہیں ایک دو اور تین نمبر دیئے ہیں)۔ شناخت اور علاحدہ پہچان کے لئے ’دبستانِ نو‘ کے حمدیہ اور نعتیہ حصّے معنوی طور پر ایک وحدت میں پروئے ہوئے ہیں اگر ان کے الگ الگ عنوانات نہ ہوں تو حمد اور نعت کے حصّہ کو الگ الگ طویل نظموں کے طور پر بھی پڑھا جا سکتا ہے جیسا کہ پہلے نشاندہی کی گئی ہے کہ طویل یا یک کتابی نظموں کا ایک بحر میں ہونا ضروری نہیں عمیق حنفی کی طویل نعتیہ نظم ’صلصلۃ اطبرس‘ کئی بحروں اور آہنگوں میں ہے اس کے کئی اجزا ہیں چودھری صاحب کی ’دبستان نو‘ کی عقیدت نگاری بھی مختلف بحروں میں ہے طویل نظموں میں آہنگ کا تنوع تاثر کو بڑھاتا ہے اور قاری آہنگوں کی رنگارنگی سے محظوظ ہوتا ہے۔

’دبستان نو‘ میں شامل حمدوں اور نعتوں کے عنوانات جداگانہ شناخت کے لئے ہیں یہ عنوانات نظموں کے اجزا کا مصنوعی خلاصہ نہیں جیسا کہ عام نظموں میں ہوتا ہے۔ ’دبستانِ نو‘ کی شاعری کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ اس کا آہنگ End stop ہے مسلسل Run on line نہیں یوں ان معرّا نظموں کے مصرعوں پر غزل کے مصرعوں کا گمان ہوتا ہے ’دبستان نو‘ کا موضوع تو عقیدت نگاری یا حمد و نعت ہے مگر صنفی طور پر ان معرّا نظموں کے مزاج میں غزلیہ نعت کا آہنگ لوَ دے رہا ہے غزل کے علائم و رموز‘ الفاظ اور تراکیب‘ تشبیہہ‘ استعارہ‘ علامات و تلازمات سب محاسن کے پیچھے غزل کی طویل ریاضت اور مطالعہ جھلک رہا ہے بیچ بیچ میں اندرونی قوافی و ردیف کے سبب کئی شعر مطلعوں کی طرح ہم قافیہ اور ہم ردیف بھی ہوگئے ہیں۔ ریاض حسین کے ’دبستان

نوٗ' کی عقیدتی شاعری میں صفحہ صفحہ پر خوبصورت تراکیب اور محاکات ہی نہیں ملتے بلکہ 'دبستانِ نوٗ' کا نعتیہ منظر نامہ اردو شاعری کے معروف محاسن سے قابل ذکر اور لائقِ ستائش حد تک مزّین ہے تشبیہ و استعارہ، محاکات، تمثالیں، جذبات نگاری، خطابیہ لب ولہجہ، روانی، خوش آہنگی، اندرونی قوافی، تحت لہجہ کی نغمگی، جذبات کا بہاؤ، رقّت وگداز، دردمندی وغیرہ۔...... عجز آفرین نعت کے حوالے سے کلام کرتے ہوئے ہمارے شاعر نے اِن محاسن کو آمیز کیا ہے جس سے اس نعتیہ فن پارے میں جاذبیت اور تاثیر کے عناصر پیدا ہو گئے ہیں۔۔۔ فنّی محاسن کے حوالے سے مختلف جگہوں سے کچھ الگ الگ مصرعے اور کہیں کہیں سے ساتھ ساتھ ملے جلے مصرعے دیکھئے۔

گٹھڑیاں محرومیوں کی سر پہ ہیں رکھّی ہوئی
آگ ہے زندہ مسائل کی مرے چاروں طرف

قدم قدم پہ صلیبوں کی فصل اگتی ہے
درندگی کو ہی آئیں بنا دیا کسی نے

حضورؐ، سارے قوانین جنگلوں کے ہیں
زمیں پہ عدل کے موسم کو کھا گئی مٹی

'دبستان نوٗ' ایسے مصرعوں سے بھری پڑی ہے جو کسی نہ کسی حوالے سے شعری خصوصیات اور فنّی محاسن کا نمونہ پیش کرتے ہیں۔ تشبیہ، استعارہ اور محاکات کے کچھ نمونے دیکھے جہاں دو حسوں کو ملایا گیا ہے حس آمیزی (Synaesthesia) پر مبنی یہ محاکات قابل داد ہیں۔

فضائے کرب میں کیا لکھ رہے ہیں سنّاٹے
فضائے کرب میں کیا سانس آدمی لے گا؟

فصیلِ خوف نے بستی کو گھیر رکھا ہے!
چڑیل، رات کے آنگن میں بال کھولے ہے

حضورؐ، باز کے پنجوں میں کب سے چڑیا ہے
حضورؐ، کب سے کبوتر کی بند ہیں آنکھیں

فکری طور پر دبستان نو بیسیوں مضامین و موضوعات کو محیط ہے اگر اس طویل نعت (جو مختلف معرّا نعتوں کے مجموعے پر مشتمل ہے) کو موضوع وار زیرِ جائزہ لایا جائے تو کئی جداگانہ مقالے تیار ہو سکتے ہیں مثلاً......دبستانِ نو میں

- سیرتی عناصر کا جائزہ
- درود و سلام کا موضوع

(اٹھے ہیں ہاتھ طیبہ کی طرف خورشیدِ عالم کے
شعاعیں جھک کے دیتی ہیں سلامی اپنے آقاؐ کو)

- ذکر صحابہؓ کے فضائل کا ذکر

ریاض حسین چوہدری کی معرّا نظموں میں منقبت صحابہؓ کی مثال دیکھئے یہ امت میں صحابہؓ کی صفات دیکھنے کے آرزومند بارگاہ رسالت مآب میں دعا کرتے ہیں۔

(اسے صدیقِ اکبرؓ کی رفاقت کی ملے شبنم
اسے فاروقِ اعظمؓ کی ملے غیرت کی چنگاری
اسے عثمانؓ کے نقشِ کفِ پا کی ملے دولت
اسے خیبر شکن مولا علیؓ کی ہو عطا قربت)

- ذاتی احوال و کیفیات کا بیان
- ذکر اعزّہ و احباب کے مسائل اور محبت کا بیان
- دعا و مناجات کے عناصر

’دبستانِ نو‘ میں کئی مصرعے دعائیہ حیثیت کے حامل بھی ہیں ضرب المثل کی طرح ان

کے اندر ایسے امکانات ہیں کہ انہیں معمول کے ذکر اذکار کا حصہ بنایا جاسکتا ہے۔

یا خدا اپنے حصارِ عافیت میں رکھ مجھے
(شعورِ بندگی دے کر مری بخشش کا ساماں کر
مجھے محفوظ رکھ ظلمت کی تند و تیز بارش سے)
(دعائیہ بہ شمول محاکات)

- حضور اکرمؐ کے اسماء صفات کا بیان

؎ حضورؐ، آپؐ ہی توحید کے علمبردار
حضورؐ، آپؐ ہی خالق کے آخری مرسلؐ

؎ حضورؐ، آپؐ ہی محبوبِ کبریا، برحق
حضورؐ، آپؐ ہی سردار انبیاء کے ہیں

؎ حضورؐ، آپؐ ہی قرآں کی بولتی صورت
حضورؐ، آپ ہی نعمت خدائے واحد کی

- ارضِ پاک کے احوال، آشوب اور زبوں حالی کا ذکر
- امّت مسلمہ کے مسائل اور اُس کی حالتِ زار کا تذکرہ
- فنِّ نعت گوئی کے عناصر

اسی طرح 'دبستانِ نو' میں صنائع بدائع، علم بیان اور فنّی محاسن کے حوالے سے بھی جداگانہ مضامین لکھے جاسکتے ہیں۔

'دبستانِ نو' کا سب سے نمایاں وصف اس کا بہاؤ (Flow) اور روانی ہے یہ وصف کتاب کے آغاز سے اختتام تک ایک تند و جولاں موج کی طرح شامل اظہار ہے۔ بعض جگہوں پر مصرع بہ مصرع بعض الفاظ اور کیفیات کی تکرار اس بہاؤ کا باعث ہے مثلاً حضورؐ......، ورق

ورق......، اسی کے نام......، اس برس بھی......، اب کے برس بھی......، غریب شہرِ تمنا......اور حضور مانگنے آیا ہوں ......وغیرہ وغیرہ سے آغاز ہونے والے مصرعے اس بہاؤ کو موثر انداز میں آگے بڑھاتے ہیں۔

بقول شیخ سعدی

نہ حسنش غایتے داد، نہ سعدی را سخن پایاں

شاعر مصرع بہ مصرع نئے حوالے سے اپنی بات کو آگے بڑھاتا ہے یوں کئی بند بیسیوں اور سینکڑوں مصرعوں تک طویل ہو گئے ہیں مگر شاعر کے اظہار میں کہیں ٹھہراؤ نہیں آتا۔۔۔ نعت کے مضامین کے ساتھ ساتھ شاعر کا طرزِ اظہار بھی نو بہ نو پیرایہ اختیار کرتا جاتا ہے 'دبستان نو' کے یہ طویل بیانیے خطابیہ رنگ نعت کا منفرد نمونہ پیش کرتے ہیں۔ بہ حیثیتِ مجموعی 'دبستانِ نو' کی نعتیں مقدار اور معیار دونوں حوالوں سے نہ صرف ریاض حسین چوہدری بلکہ نئی اردو نعت کے آفاق کو وسیع کرتی ہیں۔

حضور آپ ہی توحید کے علم بردار ......کے مصرع سے شروع ہونے والا نعت پارہ ریاض حسین چوہدری کے وفور کی روشن مثال ہے کئی صفحوں پر اور سینکڑوں مصرعوں پر مشتمل یہ مصرعے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسماء اور صفات کا نادر قرینہ لئے ہوئے ہیں یہ طرزِ ادا ماہر القادری کی 'سلام اس پر'............آغاز ہونے والی طویل نظم 'ظہور قدسی' کی طرح ہے اسی طرح حافظ لدھیانوی نے 'ثنا اُس کی' سے آغاز ہونے والی ایک طویل نعت اسی انداز میں لکھی ہے ایسا آغاز ہی وفور خیز ہوتا ہے اور شاعر فرطِ محبت سے نئے نئے اسماء رسولِ مقبول تراشتا اور صفاتِ آنحضرت کی تازہ تازہ صورتیں تخلیق کرتا ہے مَیں ایسے انداز کو برکت انگیز سمجھتا ہوں ایسا طرزِ اظہار اختیار کرنے پر قدرت خود بخود شاعر پر نادرہ کاری سے مشاہدات و تاثراتِ نعت کا دَر کھولتی جاتی ہے چوہدری صاحب کے اس عقیدت نامے سے کئی نئے اسماء کشید کئے جا سکتے ہیں مثلاً توحید کے علم بردار......، حرا کے عابد......، خدائے واحد کی نعمت......، ہر صدی کے ممدح......، ارض و سما کا حسن و جمال......، قرآں کی بولتی صورت......وغیرہ وغیرہ

'دبستان نو' کی سب سے نمایاں خصوصیت جس کی طرف چودھری صاحب کی توجہ بھی

نہیں گئی ہوگی اس مجموعے میں حمد ونعت کی نئی زمینوں کی موجودگی ہے اکثر نئے شاعروں کو نئی زمینوں کی تلاش ہوتی ہے نعت کو نادرہ کاری اور جذب سے ہم آہنگ کرنے کے لئے ضروری بھی ہے کہ پرانی مستعمل زمینوں کی بجائے نئی زمینوں میں نعتیں کہی جائیں ’دبستانِ نو‘ میں شاندار اور جاندار امکانات سے بھری سینکڑوں زمینیں ہیں جن پر تازہ کاری کے طالب شاعر طبع آزمائی کریں تو ان کا تخلیقی جوہر مزید عقیدت آشنا ہوسکتا ہے درج ذیل چند مصرعے دیکھئے۔

- ☆ حضوری کی کسی دن روشنی اترے مرے دل میں
- ☆ جوارِ گنبدِ خضرا میں رکھّی ہیں مری آنکھیں
- ☆ مرے آنسو فروزاں ہیں غبارِ شہرِ طیبہ میں
- ☆ درِ حضور پہ آنکھوں کو چھوڑ آیا ہوں
- ☆ غبارِ شہرِ مدینہ میں، مَیں سمٹ جاؤں
- ☆ مرے آنسو، مرا زادِ سفر ہیں ہمسفر میرے
- ☆ غلامی کی سند لے کر پلٹ آؤں یہ ناممکن
- ☆ مقدّر پر تمہارے رشک آتا ہے زمانے کو
- ☆ ورق ورق پہ ہے نسبت کے حاشیے کا جواز
- ☆ محیط ارض بدن ہے بہار کا موسم
- ☆ ردائے عشق کا کب پیرہن بدلتا ہے

مثال دینے کے لئے میں نے سرسری ’دبستان نو‘ کے مسوّدے کو کھولا تو قریبی دو صفحات پر مجھے مذکورہ بالا نعتیہ مصرعے نظر آئے جو نعت آثار مضؤیت اور ثنا زاد لب ولہجہ رکھتے ہیں۔ میں نے دو تین منٹ میں ان مصرعوں پر گرہ لگا کر انہیں مطلع بنانے کی اپنی سی کوشش ہے۔ (چوہدری صاحب سے معذرت کے ساتھ) زیادہ توجہ اور محنت سے اُن کے مصرعوں پر بہتر گرہ کی گنجائش موجود ہے ایسا صرف مثال دینے کی کوشش اور اس خواہش میں ہے کہ ریاض صاحب کی اس ثنا رنگ کتاب میں استفادے کے بہت امکانات ہیں اور ان کے نعتیہ مصرعوں کی زمینوں میں سینکڑوں نئی نعتیں تخلیق کی جاسکتی ہیں۔ اب یہ گرہیں ملاحظہ ہوں۔

؎ حضوری کی کسی دن روشنی اترے مرے دل میں
حرم آثار تازہ زندگی اترے دل میں
؎ جوارِ گنبدِ خضرا میں رکھیّ ہیں مری آنکھیں
مدینے سے نہ گھر لوٹیں عقیدت سے بھری آنکھیں
؎ مرے آنسو فروزاں ہیں غبارِ شہر طیبہ میں
مری نعتوں کی خوشبو ہے بہارِ شہر طیبہ میں
؎ درِ حضور پہ آنکھوں کو چھوڑ آیا ہوں
اب اور کو جو نہ دیکھے، نظر وہ لایا ہوں
؎ غبار شہر مدینہ میں، مَیں سمٹ جاؤں
اب آرزو ہے یہی دہر بھر سے کٹ جاؤں
؎ مرے آنسو، مرا زادِ سفر ہیں، ہمسفر میرے
ہر اک منزل پہ جو رکھیں عزائم ، معتبر میرے
؎ غلامی کی سند لے کر پلٹ آؤں یہ ناممکن
اٹل یہ فیصلہ صرف ان کی رحمت سے ہُوا ممکن
؎ مقدر پر تمہارے رشک آتا ہے زمانے کو
نہیں بھاتی کوئی اس کے علاوہ شے زمانے کو
؎ ورق ورق پہ ہے نسبت کے حاشیے کا جواز
مدام ان کا تصّور ہے، تخلیے کا جواز
؎ محیط ارض بدن ہے بہار کا موسم
حرم کی یاد ہے دائم قرار کا موسم
؎ ردائے عشق کا کب پیرہن بدلتا ہے
یہ دیکھتے ہیں کہ کب حد یہ فن میں ڈھلتا ہے

یہ گرہیں ہر شعر کے دوسرے مصرع میں سرسری انداز میں (دوبارہ چوہدری صاحب سے معذرت کے ساتھ) صرف مثال دینے کے لئے لگائی ہیں۔ ان نعت خیز اور ثنا آور مصرعوں پر ارتجالاً گرہیں لگائی جاسکتی ہیں ایسے مصرعے 'دبستان نو' میں صفحہ صفحہ پر بکثرت موجود ہیں۔

معرّا نظموں میں لکھی جانے والی حمدوں اور نعتوں کے علاوہ اردو کی دعائیہ شاعری میں اس کتاب کو خصوصی اہمیت حاصل رہے گی۔ اتنی ضخیم کتاب عقیدت سے لکھنے کے بعد کتابی صورت دینا ایک دقّت طلب کام تھا جس سے ریاض حسین چودھری کامیابی سے سبکدوش ہو رہے ہیں۔ نعت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے باب میں تکرارِ مضامین کا اپنا لطف ہے موضوع کے بیان میں نسبت کے شرف نے اور جذبات کے وفور نے تکرار کو بھی دلاویز بنا دیا ہے۔ اللہ تعالےٰ سے دعا ہے کہ وہ ریاض حسین چودھری کے تازہ مجموعہ 'دبستانِ نو' کو حُب داروں میں مقبول اور اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے۔

بہ حیثیت مجموعی 'دبستان نو' ریاض حسین چودھری کے مجموعوں ہی میں نہیں اُردو نعت کے مجموعوں میں بھی ایک خوشگوار اور رجحان نما اضافہ ہے خصوصاً مضامین نعت اور بیان میں شاعر نے جس شیفتگی اور فدّویت کا اظہار کیا ہے وہ لائقِ تحسین ہے اللہ تعالےٰ یہ جذبہ اور وفور سب شاعروں کی نعت گوئی کا مقدر بنائے (آمین)

آخر میں ریاض حسین چوہدری کے لیے ایک رباعی

یہ حمد و نعت کا ہے دیوانِ نو
کیا خوب لیے ہوئے ہے امکانِ نو
حُب خیز، ولا فزا، معرّا نظمیں
مبروک! ریاض کو دبستانِ نو

❖……❖……❖……❖

چراغ: سیّد شاکر القادری

اُردو شاعری کا یہ دَور جو گزشتہ صدی کے آخری ربع سے بھرپُور انداز میں شروع ہُوا اس لحاظ سے مبارک ہے کہ اس میں صنفِ نعت 'موضوعِ محض' سے 'معجزۂ فن' کی منزل کی طرف کامیابی سے گامزن ہوئی نعت میں فکروفن کے معجزے تو خیر شروع ہی سے نظر آتے تھے محسن کاکوروی، امیر مینائی، مولٰینا احمد رضا خاں بریلوی اور دوسرے بے شمار شاعروں نے مقدار اور معیار دونوں حوالوں سے اس صنف میں رجحان ساز کام کیا تھا اگرچہ ان کے بعد آنے والے چار پانچ عشروں کے ادبی جرائد میں نعت کی اشاعت نہ ہونے کے برابر ہے۔۔۔ مگر اس دوران میں بھی نعت کی تخلیق جاری رہی۔ علامہ اقبال، مولٰینا ظفر علی خاں، حفیظ جالندھری اور بیسیوں دوسرے معروف اور سینکڑوں کم معروف شاعروں نے شاعری میں محبتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اظہار کی روایت کو زندہ رکھا یوں نعت، مذہبی رسائل اور مجالس میلاد میں زندہ رہی۔

بات ہو رہی تھی گزشتہ صدی کے آخری ربع میں نعت کے فروغ کی جس میں اُفقی اور عمودی دونوں حوالوں سے نعت پر کام ہُوا نمایاں پیشِ رفت کے ساتھ نہ صرف جامعات میں صنفِ نعت پر تحقیق وتنقید کا رجحان بڑھا بلکہ مختلف رسائل نے نعت کے ضمن میں خصوصی اشاعتیں اور عام ادبی رسائل نے اپنی عمومی اشاعتوں میں نعت کو خصوصی جگہ دینا شروع کیا ریڈیو اور ٹیلی ویژن کے ذریعے بھی نعت کی صنف کو فروغ اور وسعت ملی نعت کے باب میں دو اہم رسالوں ماہنامہ 'نعت' لاہور (مدیر راجا رشید محمود) اور سہ ماہی 'نعت رنگ'، کراچی (مدیر صبیح رحمانی) نے تاریخ ساز کارکردگی کا مظاہرہ کیا ماہنامہ 'نعت' لاہور نے نعتیہ تخلیقی اثاثے کی جمع آوری اور سہ

ماہی ’نعت رنگ‘ کراچی نے تحقیق و تنقیدِ نعت کے ذیل میں ایک بڑے ادارے کی طرح کام کیا۔۔۔۔۔ نعت کی صنف کے فروغ کے لئے بعد میں کئی اور ادارے بھی سامنے آئے۔ جن میں شاکرالقادری کا رسالہ ’فروغِ نعت‘ بھی ایک اہم حوالے کا درجہ اختیار کر چکا ہے جس نے چند سالوں ہی میں نعت کے سفر میں کئی جست نما قدم آگے بڑھائے اور جس کا ہر شمارہ نقدِ نعت کے حوالے سے پہلے سے زیادہ ثروت مند نظر آتا ہے۔

سیّد شاکرالقادری چشتی نظامی ’فروغِ نعت‘ کے مدیر ہی نہیں صاحب طرزِ نعت گو شاعر بھی ہیں ’چراغ‘ ان کا نعتیہ مجموعہ ہے جس پر گفتگو سے پہلے تمہیدی طور پر کچھ باتیں صنفِ نعت کی رفتار کے حوالے سے بھی ہو گئیں شاکر نظامی اس رفتارِ کار سے نہ صرف یہ کہ واقف ہیں بلکہ خود اس کاروانِ نعت کا ایک اہم حصہ بھی ہیں نعت کے باب میں ان کا اسلوبِ فکر دوسرے شاعروں سے مختلف ہے فنی طور پر ان کی نعت گوئی غزل کی ہیئت میں ظہور پذیر ہوئی لہٰذا ان کی نعت کے مطالعہ میں پہلی توجہ ان کے ذریعۂ اظہار ہی کی طرف جاتی ہے یہ اظہار غزل کی اس کلاسیکی شائستگی کی بنیادوں پر استوار ہے جس کی جڑیں ہماری فارسی شاعری سے ملی ہوئی ہیں غزل کے علائم و رموز جب نعتیہ وفور سے آمیز ہوتے ہیں تو شعروں میں وقار آفرینی اور تاثیر نمایاں ہوتی ہے۔

شاکر صاحب کی نعتوں کے یہ مطلعے دیکھئے۔

؎ مرے کریمؐ ترے لطف اور کرم کے چراغ
ازل سے مجھ کو ملے ہیں یہ چشمِ نم کے چراغ

؎ نظر کا نُور دلوں کے لئے قرار‘ درود
عقیدتوں کا چمن، روح کا نکھار، درود

؎ کچھ ایسی لطف و کرم کی ہَوا چلی تازہ
کہ میرے دل میں کھِلی نعت کی کلی تازہ

؎ ہیں در پئے آزار ستمگر ' مرے سرورؐ
للہ کرم کیجئے ' مجھ پر ' مرے سرورؐ
؎ مَیں چپ تھا' ہورہی تھی مرے ترجماں کی بات
پیشِ مواجہہ ' مرے اشکِ رواں کی بات

(اس شعر میں مواجہہ کو عربی تلفظ مواجہۃ مفاعلن پر باندھا گیا ہے)

شاکر صاحب کی نعتوں کے یہ مطلعے آغاز نعت ہی میں ایک ایسی دلکش اور تاثیر آفریں فضا پیدا کرتے ہیں جو قاری کی توجہ اپنی طرف کھینچتی ہے غزل کی ہیئت میں لکھی جانے والی کسی بھی صنف، وہ حمد ہو نعت، یا منقبت میں مطلعے کی حیثیت بڑی اہم ہوتی ہے مطلع اس ہیئت میں لکھی جانے والی ہر صنف کی ایک فکری اور جذباتی فضا بناتا ہے بعض اوقات تو مطلع اتنا شعر افزا کیفیت کا ترجمان ہوتا ہے کہ وہ اپنے ساتھ فوری طور پر کئی شعر لے آتا ہے ایسا مطلع 'آمد آور' ہوتا ہے شاکر صاحب کا ایک مطلع دیکھے:

گلیوں میں تری خاک بسر کیسا لگے گا
''معراج کی منزل پہ بشر کیسا لگے گا''

انہوں نے یہ نعت مصرع ثانی پر گرہ لگا کے کہی ہے اس شعر کا دوسرا مصرع ملتان کے معروف نعت گو شاعر بلال جعفری مرحوم کی ایک نعت کے مطلع سے ماخوذ ہے بلال جعفری کا مطلع ہے۔

اللہ رے یہ ذوقِ سفر کیسا لگے گا؟
معراج کی منزل پہ بشر کیسا لگے گا؟

اسی نعت کا ایک اور بڑا معروف شعر بھی دیکھئے:

جب لوٹ کے آؤں گا مدینے کے سفر سے
میں کیسا لگوں گا؟ مرا گھر کیسا لگے گا؟

بلال جعفری کے اس نعتیہ شعر کو سن کر شفیق سلیمی کی غزل کا یہ مطلع یاد آتا ہے۔

بے نام دیاروں کا سفر کیسا لگا ہے؟
اب لوٹ کے آئے ہو تو گھر کیسا لگا ہے

بلال جعفری نے اس خیال کو مدینے کی محبت اور سفر سے آمیز کر کے اسے ہر ایک زائرِ مدینہ کی کیفیات کا ترجمان بنا دیا ہے۔

شاکر صاحب نے اس زمیں بھی خوب صورت شعر نکالے ہیں ان کی شاعری کا یہ نمایاں پہلو نعت گو شاعروں کو خراجِ عقیدت پیش کرنے سے متعلق ہے انہوں نے اساتذہ نعت اور معاصرین کے کئی مصرع ہائے نعت پر طبع آزمائی کی ہے اور کئی معروف نعتیہ زمینیوں میں اپنی عقیدت و محبت کے چراغ جلائے ہیں۔

شاکر کی نعت کا ایک اور منفرد پہلوان کی ماہرانہ ریاضت کا عکاس ہے انہوں نے کئی نعتیں نسبتاً مشکل زمینوں میں لکھی ہیں یہ مطلع دیکھئے

؎ ہر اوج ہے پستی میں فروتر شبِ معراج
ہر عجز بلندی میں ہے برتر شبِ معراج

؎ مدّت سے ہوں دریوزہ گرِ کوئے مدینہ
کشکول میں رکھتا ہوں زرِ کوئے مدینہ

ملّا کی قیل و قال غلط گفتگو غلط
صوفی کا وجد و حال ' غلط ہاؤ ھُو غلط

ان نعتوں میں شبِ معراج کی ردیف کے ساتھ فروتر اور برتر کے قوافی اور کوئے مدینہ کی ردیف کے ساتھ گر اور زر اور غلط کے ساتھ گفتگو اور ہا و ہو کے قوافی نے کئی خوبصورت دریوزہ اور کیف آور شعر تخلیق کئے ہیں۔

واضح ہو کہ معاصر نعت گوئی کا ایک بڑا حصہ میلادیہ محافل میں پڑھی جانے والی آسان اور عام فہم زبان اور زمینوں سے تعلق رکھتا ہے عوام اپنی پسند اور ذوق کے مطابق نعتیہ کلام سنتے ، پڑھتے اور بعض اوقات شاعروں سے ویسا ہی لکھنے کی درخواست بھی کرتے ہیں اور توقع بھی رکھتے ہیں اس ذوقِ عام سے علمی انداز کی نعتیں کتب و رسائل تک محدود ہو گئی ہیں علامہ اقبال کی معروف نظم 'ذوق و شوق' اُردو نعت کا اعلیٰ نمونہ ہے لیکن اس کا گزر عام محافل میں دُور دُور تک نہیں دراصل شہرت اور عظمت دو مختلف چیزیں ہیں جو کبھی کبھار ہی یکجا ہوتی ہیں نعت نگاری میں شاکر صاحب کا ذوق، روّیہ اور میلان بھی بھیڑ سے ہٹ کر اور ابنوہ سے کٹ کر زندگی بسر کرنے کا ہے انہوں نے نعت کی تخلیق میں زیادہ تر نعت کے علمی پہلوؤں کو پیش نظر رکھا ہے وہ لائقِ ستائش ہیں نعت کے مضامین میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی سے محبت کے اظہار میں آداب واحترام نیز دیگر موضوعاتِ نعت کے بیان میں مقتضیاتِ نعت کا لحاظ ان کے ہر مصرع میں نمایاں ہے نعتیہ لوازماتِ فکر و فن سے آگہی ان کی ذاتی شخصیت اوصاف کا فطری خاصہ نظر آتی ہے نعت کی صنف سے وابستگی اور نعتیہ مضامین کے اظہار میں ضروری قرینوں کا لحاظ ان کی تخلیقی شخصیت کے کسی وقتی جذبے کا نہیں ہمہ وقتی اخلاص وانہماک کا نتیجہ ہے

جیسا کہ پہلے نشان دہی کی گئی ہے شاکر القادری کا نعت کا ایک نمایاں حصّہ احباب اور معروف نعت نگاروں کے مصرع ہائے طرح پر نعت گوئی ہے اس کا سبب ان کے حضور خراجِ عقیدت پیش کرنا بھی ہوسکتا ہے اور عصر حاضر میں بعض انجمنوں کی طرف سے طرحی نعتیہ شاعروں

کی روائت بھی۔۔۔۔۔ مثلاً درج ذیل نعتیں دیکھئے جو شاکر القادری نے اسی ذیل میں لکھی ہیں۔

نورِ حق نے اس طرح پیکر سنوارا نُور کا
نُور گویا بن گیا ہے استعارہ نُور کا

چاند، سورج، کہکشاں، تارے، دھنک اور روشنی
نُور کے دریوزہ گر پائیں اُتارا نور کا

از مقامِ مصطفےٰ جز حق کسی آگاہ نیست
''این قدر دانم واللہ اعلم بالصواب''

فردوس کی طلب ہے نہ دوزخ کا خوف ہے
''پڑھیے درود چھوڑیے سود و زیاں کی بات''

چمکا ہے شبِ تارِ تخیل میں نیا چاند
آئینۂ مدحت میں ہے پھر عکس نما چاند

اے کارگہِ حسنِ تخیل ہو تری خیر!
رکھتی ہے مجھے در بدرِ کوئے مدینہ

کہی بہ وادیٔ ایمن کہی بہ دہشتِ بلا
''کہاں کہاں لیے پھرتی ہے جستجوئے رسولؐ''[۱]

طرح مصرع پر غزل یا نعت لکھنا دراصل اس زمینِ شعر کے مزید تخلیقی امکانات دریافت کرنا ہوتا ہیں جس میں شاعر یا نعت نگار شعر تخلیق کرتا ہے زمین شعر، اس کے قوافی اور ردیفیں شاعر کی تخلیقی صلاحیت کو مہمیز کرتی ہیں اور وہ اکثر اوقات شاعر سے بہتر شعر بھی تخلیق کرا لیتا ہے شاکر القادری نے ان زمینوں میں خوبصورت نعتیں کہی ہیں خصوصاً مولٰینا احمد رضا خاں کے معروف اردو سلام

مصطفٰے جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام

پر انہوں نے فارسی میں جو تضمینی بند لکھے ہیں لائق تحسین ہیں۔

شاکر القادری فارسی زبان کا بھی شعور رکھتے ہیں انہوں نے فارسی میں خوبصورت نعتیں کہی ہیں ان کے علاوہ ان کی اُردو نعتوں میں بھی کہیں کہیں فارسی مصرعے آ گئے ہیں ایسا فطری بے ساختگی سے ہوا ہے اس میں کوئی تکلف نظر نہیں آتا یہ مصرعے دیکھئے:

اے مہرِ عرب انجمن آرائے مدینہ
فردوس نظر تجھ سے مدینے کی زمیں ہے

از خدائے پاک خواہم اجر نعتِ مصطفٰے
عندہ خیرالجزاء عندہ حسن المآب

آہستہ قدم نہ کہ بہ ہر ذرّہ دلی ہست
ای زائرِ آشفتہ سرِ کوئے مدینہ

جاں ناقۂ مستانہ دلِ گرم حدی خواں
اس رنگ میں طے ہو سفرِ کوئے مدینہ

ای از جبین دل نہ نہادی بہ درگہش
تو رُو بہ قبلہ ای و ترا قبلہ رُو غلط

اے بے خبر ز معنیٔ لولاک گوش کن !
بے شاہد ایں مشاہدۂ رنگ و بو غلط

اے سرکشیدۂ درِ خیرالوریٰ شنو!
از بہر تست مژدۂ لاتقنطوا غلط

تا آن بہ حضرتش نہ رسیدی بصدقِ دل
چیزے درست نیست نگویم بہ تُو غلط

انہوں نے پنجابی کی معروف صنف شاعری ’ماہیا‘ کو فارسی زبان میں نعتیہ اظہار کے لئے خوبصورتی سے برتا ہے اُردو میں تو بیسیوں معروف شاعروں نے بھی ماہیئے لکھے ہیں لیکن فارسی میں ایسی مثال نہ ہونے کے برابر ہے اوّل تو برصغیر میں فارسی کا چلن ہی تیزی سے ختم ہو رہا ہے دوسرے اگر کہیں حمد و نعت ایک موثر تجربہ ہے درج ذیل ماہیئے دیکھئے

دردمنزل اوادنی
سرشاری و سرمستی از بادۂ مااوحیٰ
ای شاہدِ ربانی
از بارگہت مارا محروم نہ گردانی
تا کیِ غمِ تنہائی

دردست نمی ماند دامانِ شکیبائی
چھوٹی بحر میں شاکر القادری کی نعت
میں نے شہر مدینہ دیکھا
ایسے جیسے سپنا دیکھا

یہ سادگی، روانی، تاثیر اور شیفتگی کا مظہر ہے یہ نعت غزلِ مسلسل کی ہیئت میں ہے اور اس کے معنوی تسلسل اور مضامین کے بہاؤ کے سبب اس پر نظم کا گمان گزرتا ہے شاکر القادری کے ہاں دوغزلہ کی طرح دو نعتیہ بھی ملتے ہیں جو اُن کے وفورِ جذبات کی ترجمانی کرتے ہیں ۔ ان کا مطلع دیکھئے:

چاک کرتی ہیں قبا، فرطِ ہوا سے کلیاں
اے صبا! کوچۂ دل دار سے ہو آئی ہو؟

ناقۂ شوق اس انداز سے طے ہو یہ سفر
لے حجازی ہو تری، زمزمہ صحرائی ہو

کیوں اسے حشر میں اندیشۂ رسوائی ہو
''جس کو حاصل تری چوکھٹ کی جبیں سائی ہو''

درپئے جان ہو مکہ تو مدینے میں تری
طلع البدر علینا سے پذیرائی ہو

فرمود حق تعالیٰ لعَمرُک! در آیتی
''سوگند کردگار بہ جانِ محمدؐ است''

غزلِ مسلسل کے انداز میں ان کی اک اور نعت دیکھئے:

سلامِ جنبشِ انگشتِ مہ شکن پہ سلام
درود دست سخا پر ہزار بار درود

سلام قافلے والوں کی بے نوائی پر
درود عابدِ بیمار پر ہزار درود

بہ حیثیت مجموعی شاکر القادری کی نعت کا اسلوب علمی ہے ان کی نعتوں میں سیرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم اور قرآن مجید کے حوالے جہاں بھی آئے ہیں وہ نعتیہ اشعار کی معنویت سے ہم آہنگ ہیں اور ان کے علمی ذوق اور مطالعہ کے عکاس نظر آتے ہیں اگر ان حوالوں کے تلازمات کی روشنی میں نعتیہ اشعار کو پڑھا جائے تو ان کا مفہوم زیادہ واضح ہوتا ہے یہ شعر دیکھئے

نورِ حق نے اس طرح پیکر سنوارا نور کا
نور گویا بن گیا ہے استعارہ نور کا

سرحدِ قوسین سے بھی ماورا معراج میں
بزم ''اوادنی'' میں چمکا اک ستارا نور کا

شاکر القادری نے مسلسل مطلعوں کی صورت میں بھی ایک نعت کہی ہے مطلع جاتی تسلسل کی خوش آہنگی نے نعت کی تاثیر میں اضافہ کیا ہے اس نعت کا مطلع درج ذیل ہے۔

مجھے وابستۂ توصیفِ پیمبر رکھّا
میرے مولا نے مرے بخت کا یاور رکھّا

اس نے ہر نقش نمو میں ترا جوہر رکھّا
تاجِ لولاک لما پھر ترے سر پر رکھّا

کہیں منبر، کہیں محراب، کہیں در رکّھا
دیدۂ شوق میں فردوس کا منظر رکّھا

اشک آباد بنایا ہے شبستان اپنا
نعت لکھتے ہوئے قرطاس کو بھی تر رکّھا

شاکر القادری کی نعتوں میں وہ شعر جو اپنی محاکاتی خوبصورتی، بیانیہ حسن، تلازماتی خصوصیات اور شاعرانہ قرینے کے ساتھ فکری طور پر متاثر کرتے ہیں کئی ہیں چند ایک مثالیں دیکھئے:

؎ وحشت شناس بھی ہوئے تہذیب آشنا
اخلاق بے کراں ہے شریعت حضورؐ کی

؎ رقصاں ہے لب گل پہ بہاروں کی کہانی
آپ آئے نسیم آئی کھلا رنگِ سحر اور

؎ اک اسم دل آویز محمدؐ ہے کہ جس سے
ہر دم ہے فزوں روشنیٔ قلب و نظر اور

؎ ہر ذرے میں دھڑکن پائی
ہر پتھر کو زندہ دیکھا

؎ مشتِ خاکی کو کیا ہے کس نے گردوں آشنا
آپؐ ہیں وہ، آپؐ ہیں، وہ میرے مولا آپؐ ہیں

بختِ بیدار نہ کیوں اس کی قدم بوسی کرے
جس کو بستر پہ ترے چین سے نیند آئی ہو

قلبِ محزوں میں ترے حرفِ تسلی سے بھلا
کیسے ممکن ہے سکینت نہ اتر آئی ہو

یا رسول اللہ اپنی کاوشیں مقبول ہوں
یہ ’’فروغِ نعت‘‘ بن جائے ادارہ نور کا

شاکر کی نعت میں گداز اور شیفتگی کے ساتھ علمی انداز، مہارت فن، اور پختہ کاری بلاشبہ وہ صفات ہیں جو انہیں معاصر نعت گو شعرا میں منفرد اور ممتاز مقام کی حامل قرار دیتی ہیں نعت گوئی ان کا فطری ذوق ہے اس کا اظہار چراغ کی ترتیب و تدوین اور تخلیق و اشاعت کے مختلف مراحل سے جھلکتا ہے انہوں نے نعت برائے نعت نہیں کہی یہ ان کے لئے تخلیقی تجربے اور شعری واردات کی حیثیت رکھتی ہے وہ فروغ نعت کے لئے کوشش کر رہے ہیں یہ مجموعہ نعت اُن کی طرف سے ان مبارک کوششوں میں ایک موثر اضافہ ہے اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ان نعتوں کے ہدیہ کو قبول کرے یہ نعتیں جو اللہ کے محبوب پیغمبر کی مدح اور شان میں ہیں شاکر القادری کو ان کا بہتر اجر دے اور انہیں اُن کی نجات کا ذریعہ بنائے (آمین) مَیں ان تاثرات کو ایک رباعی (تاریخِ اشاعت ہجری) اور نعت (تاریخِ اشاعت عیسوی) پر ختم کرتا ہوں۔

رباعی

مقبول ہو نعت کی جو خدمت کی ہے
یہ بات بلاشبہ سعادت کی ہے
خیروبرکت۔۔۔۔ یہ سنِ ہجری میں
۱۴۳۸ھ
تاریخ ’چراغ‘ کی اشاعت کی ہے

نعت

ازل میں گوندھا گیا میری خاک میں زرِ نعت
زہے رسولِؐ ثنا ، اے خوشا پیمبرؐ نعت

ہوائے تازہ ملے تیری خلد سیرت سے
ہم اہل حبّ و ولا پر کھلا رہے درِ نعت

اُڑان ہے ملکوتی فضاؤں میں اس کی
پرے ہے سدرۂ فن سے کشادِ شہپر نعت

کریم! تیرے کرم سے بعید کیا جو مری
فضائے قبر میں دن رات مہکے عنبرِ نعت

زمیں بقیع کی تدفین کو ملے مولا!
لحد میں سایہ نشاں ہو کفن پہ چادر نعت

لبوں کو تَر کئے رکھّے نمی دردوں کی
ہو وقت نزع میں میرے نصیب، کوثرِ نعت

ہو پل صراط کو میزان ، اذِن مولا سے
مرے قریب ہوں ہر مرحلے پہ سرورؐ نعت

نہ مصرع کوئی منافی ہو گفتۂ حق کے
قدم قدم پہ ہو قران میرا رہبرِ نعت

رہے انہی دو کناروں میں نعت کا دریا
ہو تیری سیرت و کردار میرا محور نعت

عطا ہو یادِ مدینہ کی جو درود آثار
ہے اک حوالے سے وہ خامشی بھی، مظہر نعت

جب آئے وقت حساب و کتاب اس ساعت
چمک اٹھے مری فردِ عمل میں اخترِ نعت

میں نعت پیشہ، ثنا کیش، مدح پرورد
یونہی رہوں سدا مصروفِ کار، برسرِ نعت

جو دیکھا فکر میں تاریخ کی ریاض کو غرق
تو بولا ہاتفِ غیبی ‘چراغِ منبرِ نعت‘
٢٠١٦ء

◆……◆……◆……◆

جگمگ جگمگ: تابش الوری

نعتِ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم، اظہارِ عقیدت کی معراج ہے اردو شاعری کا وہ حصّہ جو عقیدت نگاری (Devotional Poetry) سے تعلق رکھتا ہے معیار اور مقدار کے حوالے سے ایک جداگانہ مطالعہ کا موضوع ہے اردوئے قدیم کے شعری نمونوں ہی سے ایسی عقیدت نژاد شاعری کا سراغ ملنا شروع ہو جاتا ہے جس میں (فارسی اور عربی شاعری کی طرح) حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کی سیرتِ طیبہ، فضائل حمیدہ، شمائل عالیہ اور اخلاقِ حسنہ کا تذکارِ مبارک ہو قدیم جکریوں کی مختصر گیت نما نظموں سے طویل یک کتابی نظموں تک اظہارِ عقیدت کے چراغوں کا ایک سلسلہ ہے جو آغازِ اردو سے اردو شاعری کے دورِ حاضر تک پھیلا ہُوا ہے (جکریاں ذکر بندی تلفظ ہے یہ وہ چار چار چھ چھ مختصر مصرعوں پر مشتمل نظمیں ہیں جنہیں دورانِ کار پڑھا، گایا اور دہرایا جاتا تھا بچوں کو لوری دیتے ہوئے گیہوں کی چھڑائی، صفائی کرتے ہوئے، چرخہ چلاتے ہوئے، روئی دھنتے ہوئے کسی خاص مصرع کی تکرار کے ساتھ ان مختصر بحروں کی چھوٹی چھوٹی نظموں کو پڑھا جاتا اور (فارسی محاورے، دست بہ کار دل بہ یار کے مطابق)، ان وظیفوں (نظموں کی گردان) کے ساتھ اپنے کام میں برکت کو آمیز کیا جاتا یک کتابی نظموں سے مراد ُنامہ ٗ کے لاحقے سے ملنے والا وہ سیرتی سرمایہ ہے جو میلاد نامہ، مولود نامہ، معجزات نامہ، معراج نامہ، جنگ نامہ اور وفات نامہ کے نام سے ملتا ہے ان میں حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلّم کی سیرت مبارکہ کو جزوی طور پر یا تفصیل سے منظوم کیا جاتا ہے پھر مجالس میں پڑھا جاتا ہے) اردو شاعری کے آغاز کی صدیاں عقیدت نگاری کے اس اثاثے سے ثروت مند ہیں جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کی سیرت، اخلاق، کردار، پیغام، فیضان اور تذکار مبارک پر مشتمل ہے۔

اُردو شاعری کے عصرِ حاضر میں خصوصاً قیامِ پاکستان کے بعد عشرہ عشرہ اس اثاثے میں نمایاں اضافہ ہُوا اور نعت کی صنف نے افقی اور عمودی ہر حوالے سے بطورِ صنف کامیابی کی کئی منزلیں طے کیں۔ سینکڑوں نہیں ہزاروں کی تعداد میں نعتیہ کتابیں، دیوان، شعری مجموعے، انتخابات، رسائل کے خاص نمبر، اخبارات و جرائد کی عمومی اشاعتوں کے ساتھ ریڈیو، ٹیلی ویژن کے پروگراموں اور شہر بہ شہر، قریہ بہ قریہ منعقد ہونے والی مجالس و محافل میں پیش کئے گئے عقیدت پارے وہ ماخذات ہیں جنہوں نے صنف نعت کو 'موضوعِ محض' کی ذیل سے نکال کر 'معجزۂ فن' کی شہراہ پر گامزن کر دیا ہے اور اب یہ صنف کسی بھی دوسری صنف کے مقابلے میں اپنی ایک جداگانہ شناخت ہی نہیں اپنے فکری اور فنّی محاسن کے اعتبار سے ایک منفرد اردو کی افتخار اور اعتبار رکھتی ہے۔

یہ طویل تمہید جناب تابش الوری کے زیرِ نظر مجموعہ نعت 'جگمگ جگمگ' کے سرسری مطالعے سے ذہن میں ابھری یہ سرسری مطالعہ ان کی نعتوں کے ان ظواہر سے تعلق رکھتا ہے جو بحر، ردیف، قافیہ اور نعتوں کی شعری زمینوں سے تعلق رکھتے ہیں نعت کے فکری آفاق بے کنار ہیں اگرچہ نعت کا معاصر منظر نامہ مضامین و اسلوب تسلسل و تکرار سے بظاہر یکسانیت کا مظہر نظر آتا ہے نادرہ کاری کے جویا سیرت و کردارِ حضرتؐ کے نت نئے پہلو تلاش کر کے ان کے تلازمات سے تازہ بہ تازہ مضامین تراشتے رہتے ہیں مگر فن کے مرحلے فنکار سے مسلسل ریاضت اور محنت طلب کرتے ہیں بقول سالک یزدی

؎ سالک مشو مقلّدِ طرزِ جہانیاں
رَو اندر ایں قطار ولے سرکشیدہ رَو

نادرہ کاری کا سچا طالب بھیڑ میں رہتے ہوئے ذرا ہٹ کر اور ہجوم سے کٹ کر چلنے کی کوشش کرتا ہے قطار میں رہتے ہوئے سرکشیدہ رہنا اس کی جبلّی خواہش ہوتا ہے۔ سید تابش الوری کی نعت بھی ایسی انفرادیت کی مظہر ہے۔

تابش الوری نعت کے باب میں پہلے بھی ایک منفرد کارنامہ ''سرکارِ دو عالم'' کی صورت میں پیش کر چکے ہیں یہ ان کا ایک ایسا تخلیقی کارنامہ ہے جس میں آرٹ کے ساتھ

کرافٹ (Craft) بھی بدرجہ اتم موجود ہے انہوں نے اس کتاب میں غیر منقوط نعتیں پیش کی ہیں غیر منقوط شاعری کی روائت محاسن شعر کے حوالے سے ہمیشہ سے موجود رہی ہے اور اس میں کئی نعتیہ مجموعے بھی دستیاب ہیں سیّد تابش الوری کی غیر منقوط نعت غیر منقوط نعتیہ نمونوں میں زیادہ فطری قرینہ لئے ہوئے ہے۔ (کچھ دہائیاں قبل ’روحِ دوعالم‘ کے نام سے ’نعت اکادمی‘ فیصل آباد کی طرف سے میں نے یوسف طاہر قریشی کا غیر منقوط نعتیہ مجموعہ کلام شائع کیا تھا قطعۂ تاریخِ اشاعت کا آخری مصرعہ غیر منقوط نعت نبیؐ۔ تھا جس سے سال اشاعت کی تخرِیج کی گئی تھی ...... ہمارے شہر سے ایک عزیز غیر منقوط نعت نگاری کے موضوع پر ان دنوں ایم فِل کا تخلیقی مقالہ بھی لکھ رہے ہیں) عمدہ محاسنِ شعر کی ایک بلیغ تعریف یہ ہے کہ وہ سطح پر تیرتے نظر نہ آئیں بلکہ شعر میں اس طرح رچ بس گئے ہوں کہ توجہ دلانے سے محسوس ہوں ’سرکارِ دوعالم‘ کے کئی شعروں کو پڑھتے ہوئے اس بات کا خیال ہی نہیں ہوتا کہ یہ شعر غیر منقوط ہیں یہ شعر دیکھیں

اُسےؐ کہوں، گلۂ ماہ و سال کس سے کروں؟
مرے لئے ہے سراسر محال کس سے کروں؟

سوائے اس کے دلوں کا سکوں، ملے گا کہاں
سکوں کے واسطے دَر دَر سوال کس سے کروں؟

کہاں ملے گا کلام و کمال اس کا سا
کلام کس سے؟ حصولِ کمال کس سے کروں؟

رسولؐ کا ہوں موالی، مدد کو کس سے کہوں
رسولؐ کا ہوں سوالی، سوال کس سے کروں؟

شروع سے آخر تک یہ نعت پڑھتے جائیے۔ دیکھئے کیا روانی ہے اگر توجہ نہ دلائی جائے

کہ یہ اشعار غیر منقوط ہیں تو اس حسنِ اظہار کا اندازہ ہی نہیں ہوتا یہ جذبے اور فن دونوں کا کمال ہے جذبے کا کمال یہ ہے کہ اس نے آورد کو آمد بنا دیا ہے اور فن کا کمال یہ ہے پُر کاری، سادگی میں سمٹ آئی ہے مصرع مصرع، شعر شعر ایک اہتمام اور التزام موجود ہے مگر سادگی اور روانی کے بہاؤ میں یہ اہتمام اور التزام نظر نہیں آتا میرزا عبدالقادر بیدل کا ایک شعر ہے

؎نہ شد آئینۂ کیفیتِ ما ظاہر آرائی
نہاں ما ندیم چوں معنی بچندیں لفظ پیدائی

لفظوں کے انبوہ میں شاعر کے باطن کی کیفیات پوشیدہ رہتی ہیں لفظ جیسے اور جتنے بھی ہوں سچے تخلیق کار کے اظہار میں حجاب بن جاتے ہیں لفظ معنی کی حقیقی نیابت نہیں کرتے اس کی طرف ایک سرسری نشاندہی کرتے ہیں یوں صحیح معنوں میں لفظ پورے معنی کی وضاحت نہیں کرتا صرف معنی نما ہے نعت کی شاعری میں یہ بات زیادہ صادق نظر آتی ہے کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عقیدت و محبت اور ان کی ذات والا تبار سے شیفتگی و ارادت کا سچا اظہار لفظوں میں ممکن ہی نہیں۔ اس حوالے سے بقول میرزا عبدالقادر بیدل کا ایک اور شعر یاد آرہا ہے

گفتگو از معنیٔ تحقیق دارد غافلت
اند کے خاموش شو تادل زباں پیدا کند

(گفتگو معنیٔ تحقیق تک رسائی سے غافل رکھتی ہے آدمی کچھ وقت کے لئے خاموش ہو جائے تو اس کا دل گفتگو کرتا ہے) ___ یہ دل کی زبان ہجوم سے ہٹ کر اور مکالمہ و بحث آمیز مجلسوں سے دور رہ کے پیدا ہوتی ہے تابش الوری کی نعتوں میں اس قلبی زبان کی جھلک نمایاں ہے جو اُس جذب ساماں تخلیے کی عطا ہوتی ہے جب شاعر کی آنکھیں بند ہوتی ہیں اور وہ دل کی آنکھوں سے باطنی مشاہدات کا نظارہ کرتا ہے اور دل کی زبان ہی میں لکھتا ہے۔

تابش الوری کا کلام زبان و بیان کی شائستگی کا مظہر ہے نعتِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نعت نگار سے جس قرینے کی متقاضی ہوتی ہے وہ قرینہ اللہ تعالیٰ نے تابش کو ودیعت کیا ہُوا ہے زندگی کرنے کے روّیوں سے ان کی نعت نگاری تک میں یہ قرینہ اور شائستگی قدم قدم اُن کے ساتھ ہے ان کی نعت گوئی میں اس کا ظہور ہمہ پہلو ہے ان کے نعتیہ کلام میں لفظوں کے انتخاب سے

نعتوں کی زمینوں اور ردائف وقوافی کے انتخاب تک میں یہ شائستگی کارفرما ہے نعت کی صنف کے مقتضیات میں یہ شائستگی اس احترام وادب کا فطری لازمہ ہے جو ہر نعت گو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ والا تبار سے رکھتا ہے تابش کی ذات اور ان کے کلام میں یہ لازمہ ان کی نسبت اور تربیت دونوں حوالوں سے ایک جذبۂ محرّکہ کی طرح بروئے کارِ نظر آتا ہے نعت کے معاصر نامے میں ان کی نعت گوئی کا اعتبار اور افتخار اسی سبب ہے

جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا ہے انہوں نے غیر منقوط نعت پر مشتمل ایک پورا مجموعہ نعت اردو ادب کو دیا اس مجموعے میں (اپنی جولانی طبع پر از خود عائد کردہ پابندی اور التزام کے باوجود) انہوں نے رواں اور تخلیقی انداز کی نعت گوئی کی زیرِ نظر مجموعۂ نعت ’جگمگ جگمگ‘ میں انہوں نے کھلی فضا میں پرواز کی اور نعت کی صنف جس وفورِ محبت کی متقاضی ہے اس کے اظہار میں جست نما پیش قدمی کی ____ مَیں نے جگمگ جگمگ پر اپنے تاثرات پیش کرنے سے پہلے ’سرکارِ دو عالم‘ (مطبوعہ 2004ء) کو پھر ایک بار دیکھا اس التزام کی فضا بندی کے بعد زیرِ نظر مجموعے میں زبان وبیان کی وہ کشادگی محسوس کی جسے میں نے جست نما پیش قدمی سے تعبیر کیا ہے۔

جگمگ جگمگ میں سیّد تابش الوری نے عقیدت کی مختلف جہتوں میں سفر کیا حمد میں ’اللہ میں حاضر ہوں‘ کی ردیف والی نعت کمال عجز اور وارفتگی کی مظہر ہے اس کا لب ولہجہ اور آہنگ مناجات آمیز التجائیہ اسلوب لئے ہوتے ہیں یہ شعر دیکھئے

اقوال سے شرمندہ افعال سے شرمندہ
احوال سے شرمندہ اللہ میں حاضر ہوں
سر اپنا جھکائے ہوں ہاتھ اپنا اٹھائے ہوں
لو تجھ سے لگائے ہوں خود رفتہ میں حاضر ہوں

تابش کا یہ کلام جو مصرعوں میں مساوی الاوزان ٹکڑوں پر مشتمل ہے ان میں اندرونی قوافی کا التزام بھی لائق توجہ ہے ان ٹکڑوں نے نعتوں میں اندرونی آہنگ کو ابھارا ہے جگمگ جگمگ میں اس کی بیسیوں مثالیں ہیں۔

علامہ اقبال نے والدہ کے حوالے سے اپنی نظم (والدہ مرحومہ کی یاد میں ــــ بانگ درا) میں یہ جو کہا ہے

زندگی کی اوج گاہوں سے اتر آتے ہیں ہم
صحبتِ مادر میں طفلِ سادہ رہ جاتے ہیں ہم

کتنی بڑی حقیقت ہے نعت اور حمد کے بارے میں اس بات کو ہزاروں لاکھوں گنا بڑی شہ حقیقت سمجھئے ذات جتنی بڑی اور عظیم ہوگی اس کے حضور جاتے ہوئے ذات آشنا اور رازیاب انسان ہمیشہ اپنے آپ کو حقیر سے حقیر تر اور عاجز سے عاجز تر محسوس کرے گا اُس کا یہی عجز اس کی بندگی کی معراج ہے یہ وہ مقامِ اظہار ہے جہاں نہ اپنی ذات کی بڑھائی کام آتی ہے نہ رتبہ و منصب کا کوئی اوج اور نہ زورِ سخن۔۔۔

اس ’نفس گم کردہ آئنہ‘ والے مقام کا صحیح ادارک مناجات میں ڈھلتا ہے تو لہجے کی سادگی بیان میں ہلکی سی اضافت کی بھی متحمل نہیں ہوتی آٹھ شعروں کی اس حمد میں مساوی الاوزان ٹکڑوں کی حامل بحر کا آہنگ (مفول، مفاعلین، مفول مفاعلین) ایک زیرِ لب التجائیہ لئے ہوئے ہے کہنے والے کو بس یہ احساس ہے کہ میں اپنے خالق کے حضور میں ہوں کیفیات آپ ہی آپ ایک دعائیہ رنگ اور التجائیہ آہنگ میں ڈھلی جا رہی ہیں اس حمد میں کئی فنی محاسن ہیں جو رچے بسے انداز میں اظہار کا حصہ بن گئے ہیں۔ (سطح پر تیرتے پھرتے نظر نہیں آتے) یہ عقیدت نگاری کا اعلیٰ مقام ہے اور قاری کو ایک تجیدی مسرّت Subliminal pleasure سے آشنا کرتا ہے عقیدت نگاری کا ماحصل یہی تاثیر ہے جو قاری کو تخلیقِ شعر کی فضا میں لے جاتی ہے اور وہ سعیِ تخلیقِ مکرّر سے حظ اٹھاتا ہے۔

تابش کی نعت کے یہ شعر دیکھئے۔

؎ زہے عقیدت ہم ان کو اتنے قریب محسوس کر رہے ہیں
بدن بدن میں نفس نفس میں عجیب خوشبو رچی ہوئی ہے

؎ خود بخود ایک اک حرف لَو دے اٹھا
صورتِ نعت لکھی گئی روشنی

؎ نسلوں نسلوں قوموں قوموں ملکوں ملکوں شہروں شہروں
آپ کا قرآں جگمگ جگمگ آپ کی سیرت جگمگ جگمگ

؎ آئینے کی طرح، انوار سے تڑخوں، ٹوٹوں
کرچیاں ہو کے ترے دَر پہ بکھرنا چاہوں
زندگی تیری اطاعت سے عبارت ہو جائے
تیری خاطر ہی جیوں، تجھ پہ ہی مرنا چاہوں

؎ سر کا سجدہ تو ادا کرتے رہے ہیں عمر بھر
روح کا سجدہ ادا کرنے سوئے طیبہ چلیں

؎ ان کے روضے پر ہماری حاضری ہو اس طرح
ہم دہن بستہ ہوں آنکھوں سے مگر دریا چلیں

؎ پردہ پوشی آپ کر دیتا ہے خود اُنؐ کا کرم
جب عمل آئینہ ہو جاتے ہیں، شرماتا ہوں مَیں

؎ ابد تک ان کے فیضانِ رسالت کا تسلسل ہے
زمانہ کوئی بھی ہو، ہر زمانہ ہے محمدؐ کا

؎ مزہ تب ہے فرشتے خود تعارف میرا کروائیں
یہ تابشؔ الوری ہے نام لیوا ہے محمدؐ کا

؎ اور کیا ہے اپنے نانا کی حضوری کیلئے
لے کے تابشؔ ہدیۂ نعتِ شہِ والا چلیں

؎ ہر سمت درودوں سے فضا گونج رہی ہے
تابش نے کوئی نعت کہی تازہ بتازہ

؎ میری آنکھوں کو وہ وارفتہ نگاہی دیدے
حشر میں تیرے حوالے سے ہو میری پہچان

؎ ازل ابد میں اُنہی کا ظہور ملتا ہے
ہر ایک عہد میں عہدِ حضور ملتا ہے

؎ لفظ و معنی اوڑھ کر سرور کی خوشبو آگئے
کب بھی سوچا نت نئے سیرت کے پہلو آگئے

؎ میرے حرفوں کو ہر اک دل میں پذیرائی دے
سر بسر عجز ہوں، اعجاز کا جوہر مانگوں

؎ بڑھ رہی ہے کشش آگہی کی طرف
سب کا رُخ ہو رہا ہے نبی کی طرف

تابش کے یہ اشعار میلادیہ محافل اور نعتیہ مجالس میں پڑھی جانے والی نعتوں سے مختلف ہیں یہ اشعار ہجوم میں اپنے اسرار نہیں کھولتے ان کے لئے اہلِ رقت کے ایسے حلقے درکار ہیں جو راز یاب ولا سرشتوں پر مشتمل ہوتے ہیں۔

جگمگ جگمگ میں تابش الوری کی عقیدت نگاری کے دو پہلو منفرد ہیں ایک___ شعری زمینوں کی تلاش میں اُن کی جدّت طبع اور دوسرا___ جذبات کے اظہار میں روانی و تسلسل۔ جہاں تک انفرادیت کا تعلق ہے انہوں نے حمد و نعت میں بڑی خوبصورت زمینیں تخلیق کی ہیں ان کی ردیفیں جذباتی فضا کو منضبط رکھنے میں بڑا موثر کردار ادا کرتی ہیں مطلع ہی سے کیفیات ایک خاص تاثر میں منقلب ہو جاتی ہیں ردیفوں کی خوش آہنگی اظہار کی تاثیر کو بڑھاتی ہے اور قاری ایک خاص کیفیت کے حصار میں آجاتا ہے قاری کو ساتھ لے کر چلنے کا اسلوب ایسی ردیفیں ہی پیدا کرتی ہیں یہ مطلعے دیکھئے۔

واماندہ و وارفتہ، اللہ میں حاضر ہوں
اللہ میں حاضر ہوں، اللہ میں حاضر ہوں

حق تعالی ہر ایک سے بالا، کہیئے ’سبحان ربی الاعلیٰ‘
کہیئے ’سبحان ربی الاعلیٰ‘ کہیئے ’سبحان ربی الاعلیٰ‘

تو اوّلین و آخرین سبحان ربّ العالمیں
سبحان رب العالمیں سبحان ربّ العالمیں

ناموں میں ہے سب سے بڑا اک نام ترا نام
قرآن ترا چہرہ ہے، اسلام ترا نام

حکایت دل و جاں لاالہ الااللہ
ہمیشہ ورد زباں لاالہ الااللہ

جو حبیب ربِّ غفور ہیں، وہ حضور ہیں، وہ حضور ہیں
وہ حضور ہیں، وہ حضور ہیں، وہ حضور ہیں، وہ حضور ہیں

ان حمدوں اور نعتوں میں ’میں حاضر ہوں/ سبحان ربی الاعلیٰ/ سبحان رب العالمیں/ ترانام/ لا الہ اللہ/ وہ حضور ہیں۔ اسی طرح جگمگ جگمگ میں صلّ علیٰ محمد/ سلام علیک، اور ’ملتا ہے‘ والی نعتوں میں ردیفیں شاعر کے جذبات و کیفیات اور مشاہدات و تجربات کی فضا بندی کرتی ہیں جو قاری کے تاثر و گداز میں بھی اضافے کا موجب بنتی ہیں۔

تابش کی نعت گوئی میں روانی تسلسل کے عناصر کا سبب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت میں ظاہر ہوا ہے ان کی یہ نعت دیکھیے:

نفس نفس جگمگا رہا ہوں
میں پیش انوار جا رہا ہوں

وصال کے رتجگے ہیں جاری
فراق کے دکھ مٹا رہا ہوں

کہاں ہیں خوابیدہ آرزوئیں
میں ایک اک کو جگا رہا ہوں

عجیب دستِ دعا اٹھے ہیں
جو کہہ رہا ہوں وہ پا رہا ہوں

اِسی طرح کچھ نعتوں کے یہ شعر بھی دیکھئے۔

؎تیرا پیغام گھر گھر عام کر دوں
عطا وہ قوتِ اظہار فرما
؎ترے انوار کو تکتا رہوں مَیں
مجھے نقشِ درودیوار فرما

؎میری سانسیں بنیں صلٰوۃ و سلام
سر بسر ذکرِ مصطفٰے ہو جاؤں

تیری مہکار پیرہن کر لوں
پھر ترے شہر کی ہوا ہو جاؤں

؎ان کے پیغام لے کے ہر جانب
آ رہا ہوتا جا رہا ہوتا

یہ نعتیں ایک ہی سانس میں کہی گئی نعتیں محسوس ہوتی ہیں جذبات کا ایک بہاؤ ہے جو مصرع بہ مصرع اور شعر بہ شعر ایک سرمدی کیفیت کو بڑھا رہا ہے یہ کیفیت محبّتِ رسولؐ کی کیفیت ہے جو فدویت، جاں سپاری، والہانہ پن اور شیفتگی کی علامت ہے جذبوں سے لدی ہوئی ایسی نعتیں روانی کے ساتھ سادگی سے بھی عبارت ہیں عموماً ایسی عقیدت نگاری میں زورِ فن اور تکلف کی بجائے دعائیہ اور التجائیہ عاجزی، آرزومندی اور تضرع ہوتا ہے عقیدت نگاری میں ایسی فضا بندی ہی حمد و نعت کی تخلیق کا ماحصل ہوتی ہے یہ فضا بندی قاری کے اندر بھی نعت نگار جیسا گداز پیدا کر دیتی

ہے۔ تابش کی ان نعتوں کی تاثیر قابلِ ستائش ہے۔

سید تابش الوری نے اپنی گوناگوں معاشرتی، سماجی اور سیاسی مصروفیات کے دوران میں جو نعت نگاری کی وہ بلاشبہ ان پر ربِّ کریم کا خاص انعام ہے تخلیقی تنہائیوں کو غارت کرنے والی سیاست گردی کے انسلاک کے باوجود انہوں نے 'سرکارِ دو عالم' اور 'جگمگ جگمگ' کی صورت میں جو نعتیہ مجموعے تخلیق کئے یہ اردو نعت کے معاصر منظر نامے ہیں ایک موثر اور معتبر اضافہ کی حیثیت رکھتے ہیں اللہ نعت کے باب میں اُن کی مساعیٔ جمیلہ قبول فرمائے۔ (آمین)

❖……❖……❖……❖

قلم سے روشنی پھوٹے: اکرم باجوہ

اکرم باجوہ کے نعتیہ مجموعہ 'قلم سے روشنی پھوٹے' کا نام جہاں حقیقتِ حال کا اظہار ہے وہاں دعائیہ کیفیات بھی لئے ہوئے ہے نعتیہ شاعروں کے لئے غزل 'لا' کی وہ راہ ہے جس سے وہ 'الاّ اللہ' کی غزل میں داخل ہوتے ہیں اس منزل میں داخلے کے وقت اُن کا رختِ سفر تو وہی رہتا ہے مگر نیت و کیفیت سفر بدل جاتی ہے آج کی نعت نے غزل کی صنف کو اس کی جملہ فنّی خصوصیات اور صنفی اوصاف کے ساتھ قبول کیا ہے قریباً ایک ہزار سال کی فارسی اور اردو روایتِ غزل جب 'نعت' آشنا ہوئی تو اپنے لوازمات، علائم و رموز اور اسالیب بیاں کا سرمایہ بھی ساتھ لائی اگرچہ نعت کا موضوع رباعی، قطعہ، مسدّس، مثنوی اور دیگر اصنافِ سخن میں بھی اظہار پذیر ہوا ہے مگر اس کا سب سے زیادہ پُرتاثیر اظہار غزل کی صنف میں ہے (قصیدہ بھی اسی میں شامل ہے)

معاصر نعت کے منظر نامے میں بھی غزلیہ اسلوب بیاں کا وفور نظر آتا ہے 'قلم سے روشنی پھوٹے' کی نعتیں بھی اسی منظر نامے کا حصہ ہیں جس کے رنگ اور ڈھنگ غزل کے بیانیے سے عبارت ہیں 'اکرم باجوہ' نے بھی آج کے دوسرے بڑے نعت نگاروں کی طرح غزل کو 'موضوع محض' سے نکال کو محاسنِ فن سے آمیز کیا ہے اور یوں عصرِ حاضر کی نعت میں ایک قابلِ ذکر حصہ ڈالا ہے ان کی نعتوں کے درج ذیل مطلعے دیکھئے ان کی زمینیں، قافیے اور ردیفیں اظہارِ تازہ کے کیا کیا امکان لئے ہوئے ہیں۔ شاعر ان میں کہاں تک کامیاب ہوا ہے اس کا اندازہ ان مطلعوں والی نعتوں کو پوری طرح پڑھ کر ہوگا لیکن مطلعوں کی نشاندہی سے ان کے جو امکانات سامنے آتے ہیں وہ متاثر کرنے والے ہیں۔

صوت و صدا کو، لفظ کو اعزاز بخش دے
مولا مجھے بھی حمد کا انداز بخش دے

سلگتی دھوپ میں رحمت کا بادل آپؐ کی ہستی
خدا کے بعد کامل اور اکمل آپؐ کی ہستی

مدحت کے جب پھول سجائے ہونٹوں پر
قدسی نعت کو چومنے آئے ہونٹوں پر

آج ہر سمت خوشیوں کے ہیں سلسلے، یومِ میلاد ہے مرحبا! مرحبا
لَب پہ جاری ہُوا نغمۂ مصطفیٰؐ، خلق دل شاد ہے مرحبا! مرحبا

کون و مکاں میں ارفع و اعلیٰ احمدِؐ مرسل
سب کی فکر اور سوچ سے بالا، احمدِؐ مرسل

ادب سے مَیں خدائے پاک کی تحمید کرتا ہوں
دلِ پُرسوز سے پھر نعت کی تمہید کرتا ہوں

خدا کی ذات ہی جانے مقامِ مرسلِ اعظمؐ
جمال و حُسنِ عالم ہے بنامِ مرسلِ اعظمؐ

مری ہر سانس ہے اب تو فدائے سرورِ عالمؐ
مرے ہونٹوں پہ جاری ہے ثنائے سرورِ عالمؐ

محاکات نگاری شعر کے فنّی محاسن کا سب سے زیادہ متاثر کرنے والا عنصر ہوتا ہے بڑا شاعر تمثال کی زبان میں بات کرتا ہے ساکن تصویریں، متحرک تصویریں، ڈرامائی تصویریں وغیرہ۔ یہ تصویریں شعر کے معنوی منظر کو قاری کی آنکھوں کے سامنے لے آتے ہیں اس سے شعر کی زیب و زینت بھی بڑھتی ہے اور اس کی تاثیر میں بھی اضافہ ہوتا ہے اچھے امیج والے نعتیہ شعر میں سماعت بصارت میں بدل جاتی ہے۔ یہاں مجھے حافظ پیلی بھیتی کی نعت کا یہ شعر یاد آ رہا ہے۔

؎ اے ضعف! مدد کر، درِ احمدؐ پہ گرا دے
دربان کہے ’اٹھ‘ کہوں ’’اٹھّا نہیں جاتا‘‘

یہاں مکالمہ بھی ہے اور تصویر کشی بھی۔۔۔معنوی تضاد کا بھی اپنا لطف ہے کہ ضعف سے مدد مانگی جا رہی ہے دربارِ رسالت مآب کی تصویر کشی ہے لہٰذا یہاں جھوٹ موٹ کا کوئی بہانہ بھی روا نہیں واقعی ’اٹھّا نہیں جاتا‘ کہنے کے لئے حقیقی ناتوانی درکار ہے کہ کوئی دربان اٹھنے کا کہے تو اٹھنے سے اپنی سچی معذوری بتائی جا سکے۔ سو، ضعف سے مدد مانگی جا رہی ہے اس شعر میں کتنی کیفیات اور تصویریں اور مکالمے جمع ہو گئے ہیں۔ اکرم باجوہ کے درجِ ذیل شعروں میں محاکات آفرینی ملاحظہ ہو۔

روضۂ پاک کے دروازے کی جانب اکرمؔ
پاؤں اُٹھتے ہیں مگر چلتا ہوں سہما سہما

زخموں کے آئنے تھے مقدّس وجود پر
طائف میں ایسے کی تھی مسافت حضورؐ نے

سنہرے بام و در، مینار و گنبد، فرحتِ جاں ہیں
عجب تقدیس و شوکت ہے، وہاں محراب و منبر کی

رسالت اُن کی شامل ہے عقیدے میں عقیدت میں
ہے ذاتِ رہبرِ کامل مرے ایمان کے پیچھے

اکرم باجوہ نے اپنی نعتوں میں کئی جگہ حضور اکرمؐ کے اسمائے گرامی کو ردیف بنایا ہے ان نعتوں میں آپؐ کی سیرت مبارکہ کے ساتھ آپؐ کے فضائل حمیدہ بھی بین السطور آمیز ہو گئے ہیں یوں ایسی نعتوں کے تمام اشعار میں نعت کا ایک منفرد قرینہ از خود آ گیا ہے۔ درجِ ذیل مطلعوں والی نعتیں دیکھیں۔

تحریر کس سے ہو سکی ہے شانِ مصطفےٰؐ
کوئی کہاں ہے پا سکا عرفانِ مصطفےٰؐ

کون و مکاں میں ارفع و اعلیٰ احمدِؐ مرسل
سب کی فکر اور سوچ سے بالا، احمدِؐ مرسل

خدا کی ذات ہی جانے مقامِ مرسلِ اعظمؐ
جمال و حُسنِ عالم ہے بنامِ مرسلِ اعظمؐ

اس دنیا میں سب سے برتر آپؐ ہیں آقاؐ
روزِ ابد تک سب کے پیمبر آپؐ ہیں آقاؐ

مری ہر سانس ہے اب تو فدائے سرورِ عالمؐ
مرے ہونٹوں پہ جاری ہے ثنائے سرورِ عالمؐ

نظر نے جب سے دیکھی ہے ضیا محبوبؐ کے گھر کی
تخیّل ہمسری کرنے لگا شہباز کے پَر کی

صاحب ، مرے مرشد، مرے رہبر ہیں محمدؐ
کونین کے سردار ہیں، سرور ہیں محمدؐ

ان کے علاوہ آپؐ، مصطفیٰؐ، رسولؐ، آقاؐ، حضورؐ، نبیؐ جی، سلطانؐ، شاہِؐ زماں اور محبوبؐ کے الفاظ بھی نعتوں میں ردیف کے طور پر استعمال ہوئے ان اسماء مبارکہ کی موجودگی اور تکرار نے اکرم باجوہ کی نعتوں میں ایک ایسی دلچسپ فضا پیدا کر دی ہے جو صنف نعت کی مطلوب فضا ہے۔ یہ قرینہ اظہار ہی کو نعت آشنا نہیں رکھتا بلکہ قاری کو بھی ایک حضور آشنا ماحول میں لے جاتا ہے۔

غیر مردّف زمینوں کے اپنے جداگانہ تخلیقی تقاضے ہوتے ہیں ردیف ایک پابندی تو ہے مگر قافیے کے شمول کے ساتھ اظہار کو ایک باقاعدہ نہج بھی عطا کرتی ہے جب کہ غیر مردّف زمینوں میں لکھنے والا ہر طرف سے اتنا آزاد ہوتا ہے کہ ایک اور طرح کی پابندی میں گرفتار ہو جاتا ہے وہ لوگ جو شعر نہیں کہتے ان پر شائد میری بات واضح نہ ہو سکے لیکن شاعر حضرات غیر مردّف زمینوں میں شعر کہنے کی شکل کو سمجھ سکتے ہیں۔ یوں سمجھئے جیسے صحرا میں کوئی رستہ نہیں ہوتا مسافر کسی بھی طرف چل سکتا ہے گویا بقول شہزاد حسن:

ہر طرف اس قدر راستے ہیں کہ کوئی بھی رستہ نہیں ہے

جب کہ ردیف والی غزل کی مثال ایک بنی ہوئی پگڈنڈی کی طرح ہے اسی پر چلنا ہے اس سے دائیں بائیں نہیں ہونا۔

اکرم باجوہ نے غیر مردف نعتوں میں بھی بڑے خوبصورت شعر نکالے ہیں ان کی یہ نعتیں دیکھئے:

جلال تیرا، جمال تیرا، تجھے ہی زیبا ہے کبریائی
تو سب جہانوں کا منتظم ہے، ترے ہی قبضے میں سب خدائی

سارے جہاں میں تیری ہستی سب سے تو ہی برتر
تُو ہی خالقِ کون و مکاں ہے کوئی نہ تیرا ہمسر

خالق، مالک، رازق تُو نے کیا کیا روپ دکھائے
اِس عالم کا ذرّہ ذرّہ نُور میں ڈھلتا جائے

تُو داتا، تُو قادر مولا، تیری ذات ہے پاک
میری کیا حیثیت، مَیں اک فانی مشتِ خاک

ٹوٹیں گے جو محشر مرے سارے سہارے
سرکار بُلا لیں گے مجھے کر کے اشارے

آپؐ کی آمد بہارِ جاوداں
آپؐ کا نقشِ کفِ پا کہکشاں

میری آنکھوں میں منظر ہے ٹھہرا ہُوا
سخت مکہ کی وادی، وہ غارِ حرا

کیا کروں مَیں اب تمنّا، کیا کروں مَیں جستجو
نعتِ احمدؐ سے مجھے بخشی خدا نے آبرو

بعض جگہوں پر انہوں نے غیر مردّف نعتوں میں قافیے کو دہرایا ہے اس سے نعت میں نہ صرف خوش آہنگی کی کیفیت پیدا ہوگئی ہے بلکہ معنویت میں گہرائی اور تاثیر میں بھی اضافہ ہوگیا ہے یہ نعتیں دیکھئے:

آج ہر سمت خوشیوں کے ہیں سلسلے، یومِ میلاد ہے مرحبا! مرحبا!
لَب پہ جاری ہُوا نغمۂ مصطفےٰؐ، خلق دل شاد ہے مرحبا! مرحبا!

اے مرے شاہِؐ دو عالم، مرے آقاؐ! آقاؐ!
میری دھڑکن کی صداؤں مین ہے بطحا! بطحا

مری آرزو ہے مدینہ! مدینہ
ملے نعت کا بھی قرینہ

بہ حیثیت مجموعی اکرم باجوہ کی نعت گوئی سادہ، سہل اور ابہام سے پاک ہے ان کی اکثر نعتوں کا لب ولہجہ لحن وترنم کے حوالے سے نہ صرف موزوں اور پُر تاثیر ہے بلکہ قارئین وسامعین میں مقبول ہونے کی صلاحیت رکھتا ہے خصوصاً مناسب ردیفوں والی نعتیں خوش آہنگ ہیں۔

حضور اکرمؐ سے محبت وعقیدت کا جذبہ ان نعتوں کی تخلیق کے پس منظر میں لَو دے رہا ہے خصوصاً اکرم باجوہ کے وہ نعتیہ اشعار جو مدینہ شریف کی حاضری اور اس دیارِ قدس کی یاد میں لکھے گئے ہیں پُر اثر ہیں 'قلم سے روشنی پھوٹے' کے یہ شعر دیکھئے جن کے اندر دلی کیفیات اور اظہار کی تاثیر کا امتزاج نمایاں ہے۔

جس کا تری رضا کے مطابق ہو اختتام
ایسا مرے خدا مجھے آغاز بخش دے

اکٹھے ہوں گے پیاسے جس گھڑی سب حوضِ کوثر پر
پیوں گا سیر ہو کر مَیں بھی جامِ مرسلِ اعظمؐ

کس قدر مجھ پر گھٹن تھی ریگزارِ وقت میں
مَیں نے جو حرمین میں لمحے گزارے کیا کہوں؟

ہے ایسی کون سی ہستی جو رحمت کا سمندر ہے
سوائے سرورِ عالمؐ ، سوائے سرورِ عالمؐ

دونوں شہروں کی اپنی ہی پہچان ہے
ایک لبیّک ہے ایک صلِّ علیٰ

یہی ایمان ہے میرا، یہی میرا عقیدہ ہے
رسالت کے حوالے سے بیاں توحید کرتا ہوں

اکرم باجوہ کے لئے نعت کا موضوع رسمی نعت کا اظہار نہیں بلکہ رسالت مآبؐ کی ذات مبارک، سیرت طیبہ اور آپ کے پیغام بابرکت کے شعور کا تقاضا بھی کر رہا ہے وہ خود کہتے ہیں:

ہوتی ہے نعت معرفت آگہی کے ساتھ

ان کا یہ مصرع محض ایک مصرع نہیں معاصر نعت نگاروں کے لئے پیغام بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ نعت کے باب میں اکرم باجوہ کی سعی جمیلہ کو قبول فرمائے اور انہیں مزید توفیقات سے نوازے۔ آمین

میں اپنے تاثرات کو ایک رباعی پہ ختم کرتا ہوں:

نعت اکرم باجوہ کی اُلفت سے پڑھ
ہے ذوق اگر ثنا کا چاہت سے پڑھ
ہر نعت 'قلم سے روشنی پھوٹے' کی
اخلاص سے، شوق سے، عقیدت سے پڑھ

◆......◆......◆......◆

نگاہِ مصطفٰے: شاہدہ لطیف

نعتِ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے معاصر منظر نامے کی تشکیل میں خواتین بھی اپنا حصہ ڈال رہی ہیں ویسے تو ابتدائے اردو ہی سے اکّا دکّا ایسے نعتیہ اشعار مل جاتے ہیں جن کی نسبت خواتین سے ہے مگر آج سے قریباً سو سال قبل 'گلبنِ نعت' (مطبوعہ مفید عام پریس لاہور ۱۹۰۵ء) کے نام سے ایک مختصر سا مجموعہ ہے جو نعت کے حوالے سے کسی خاتون کا پہلا مجموعہ ہے۔ خاتون کا نام زینت بی بی تھا اور مہجور تخلص_ اوّلین نسائی دیوان نعت کے علاوہ 'گلبنِ نعت' کا ایک تخصّص یہ ہے کہ اس میں شامل نعتیں کچھ ہی دنوں کی تخلیق تھیں شاعرہ نے ان نعتوں کی شان نزول میں بتایا ہے کہ انہیں خواب میں حضور اکرمؐ کی زیارت ہوئی اور اُس کے نتیجے میں یہ نعتیں تخلیق ہوئیں۔ 'تذکرہ نعت گو شاعرات (مرتبہ ابو سلمان شاہجہاں پوری، مطبوعہ کراچی ۱۹۸۴ء) میں بھی ایسی شاعرات کا ذکر ہے جن کی عقیدت نگاری قابلِ داد ہے اس تذکرے میں شاعرات کے نعتیہ اشعار، قطعات، خمسے اور نعتیں شامل ہیں)۔

شاعرات کے جداگانہ نعتیہ مجموعے زیادہ تر قیامِ پاکستان کے بعد خصوصاً گزشتہ صدی کے آخری ربع میں چھپنا شروع ہوئے بلاشبہ نعتِ رسولِ اکرمؐ کا مرکزی موضوع وہ عقیدت و محبت ہے جو امّت مسلمہ رنگ و نسل، زبان و مسلک اور کسی صنفی تفریق کے بغیر یکساں طور پر حضور اکرمؐ کی ذاتِ مبارکہ اور سیرتِ طیبہ سے رکھتی ہے احساسات و جذبات کے حوالے سے اس عقیدت کے اظہار میں ایک لطیف سا امتیاز ضرور ہے نعت گو شاعر اور نعت گو شاعرہ کی زبان و بیان میں موضوع کی قدرِ مشترک کے باوجود جذباتی حساسیت (Sensitivity) کا فرق واضح طور پر محسوس کیا جا سکتا ہے فکر کی رفعت اور جذبے کی گہرائی کی میکانکس اور کیمسٹری ہر ایک کی مختلف ہے ہم صنف

تخلیق کاروں کی بھی چہ جائیکہ مختلف جنسوں سے تعلق رکھنے والے افراد کی ___ اس لطیف فرق کا اندازہ اخلاص سرشت تخلیقی ساعتوں کی عطا ان بیانیوں سے ہوتا ہے جو طبع زاد اور جذب نژاد ہوتے ہیں مَیں معذرت خواہ ہوں کہ اس ایک جملے میں دو تین ایسی تراکیب آ گئی ہیں جو معمول کے اسلوب سے ہٹی ہوئی ہیں اور شائد بعض قارئین کے لئے کچھ غیر واضح بھی ہوں مَیں دراصل یہ کہنا چاہتا ہوں کہ نعت کے عام مرکزی دھارے میں لکھنے والے نعت نگار خواہ ان کا تعلق کسی بھی صنف سے ہو اس لطیف فرق کو نہ تخلیق کر سکتے ہیں اور نہ ایسی نعتوں کو پڑھ کر ان سے جداگانہ طور پر محظوظ ہو سکتے ہیں یہ ان کی جبلّی مجبوری ہے آدمی کی کیمسٹری کیسے بدلی جا سکتی ہے؟ جذبہ کی تفہیم اور پھر اس کی ترسیل ہر تخلیق کار کا اپنا مسئلہ ہے اور اس کا تعلق اس کی فطری (In built) نا قابلِ تبدیل جبّلی کیفیت اور استعداد سے ہے۔ تقلید کی بات اور ہے ہمارے اکثر نعتیہ شاعر افکار و اظہار کے ایک مرکزی دھارے میں رہتے ہیں ماحول کے مطابق زیادہ تر معمول کی شاعری کرتے ہیں خصوصاً نعت کی بعض معروف زمینیں اور میلانات ہیں جن میں مضامین ایک ہی اسلوب میں بیان ہوئے ہیں وہ اس فضا میں مصروف کار رہتے ہیں۔ نعت میں نادرہ کاری نئی شعری زمینوں کے استعمال سے آتی ہے جو کم کم لوگوں کی تخلیقات کا مقدّر بنتی ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عقیدت اور جاں سپاری کے جذبات ہر نعت نگار کا اثاثہ ہیں اس کا فن شیفتگی و فدویت کے جذبات سے جتنا ثروت مند ہو گا اس کی نعت میں جذب و تاثیر کے عناصر اسی نوعیت سے نمایاں ہوں گے نسائی لب و لہجہ میں عقیدت نگاری کی کیفیات اور تاثیر کا اظہار کچھ مختلف ہو جاتا ہے اس انفرادیت کی کئی وجوہات ہیں نفسیاتی، سماجی، لسانی، صنفی وغیرہ۔ اردو شاعری میں عقیدت نگاری کی روائت کا جائزہ لیں تو کئی مرد حضرات نے بھی اپنے جذبات کا اظہار نسائی لب و لہجہ میں کیا ہے اس روائت میں کچھ دخل ہندی اور پنجابی شاعری کا بھی ہے ان زبانوں کے کلاسیکی ادب میں محبت و عقیدت کا اظہار زیادہ تر نسائی لب و لہجہ ہی میں ہوا ہے اردو نعت کے قدیم انتخابات مثلاً بوستانِ نعت احمد علی کلانوری، (مطبوعہ ۱۳۴۹ھ) ___ بہارِ یثرب، دربارِ یثرب، گلزارِ یثرب، (مطبوعہ ملک فضل دین ککے زئی لاہور) اور نعتیہ مجموعوں مثلاً 'چمن مناقب کا'، ممتاز گنگوہی (مطبوعہ مسلم پریس آگرہ وغیرہ) کی متعدد نعتیں شاعر حضرات نے لکھی

ہیں مگران میں اظہارشاعرات کے انداز میں کیا گیا ہے خصوصاً میلادمیں پڑھی جانے والی نعتوں کا ایک قابل ذکر حصہ نسائی لب ولہجہ کا حامل ہوتا ہے۔ عصرِ حاضر کی شاعرات نورین طلعت عروبہ، بشریٰ فرخ وغیرہ کی طرح شاہدہ لطیف نے جب اپنے جذبات وکیفیات کا اظہار نسائی لب ولہجہ میں کیا تو جدید نعت اظہار کی ایک ایسی نئ جہت سے آشنا ہوئی جو اردو شاعری کی نعتیہ روائت میں جداگانہ پہچان رکھتی ہے اور نسائی محسوسات سے ملی ہوئی ہے۔

شاہدہ لطیف کا رنگِ نعت عام شاعرات سے کچھ مختلف ہے اس کی انفرادیت کا ایک تعلق ان نعتیہ زمینوں سے ہے جو شاہدہ لطیف کی نعتوں میں ندرت، شیفتگی اور والہانہ پن کی حامل ہیں شعریات سے منسلک لوگوں کو بخوبی علم ہے کہ جذب ومحویت کی ساعتوں میں بعض ایسے مصرعے ذہن میں آجاتے ہیں جو اظہار کے امکانات سے نہ صرف لبریز ہوتے ہیں بلکہ ندرت بھی رکھتے ہیں شاعر کی انفرادیت کا بڑا حصہ شعری زمینوں کی اسی ندرت سے جڑا ہوتا ہے۔ اِس حوالے سے شاہدہ کی نعت گوئی کا انداز کچھ مختلف ہے اُس کی انفرادیت کا ایک تعلق اُس فضا سے بھی ہے جو انہوں نے ان زمینوں سے تشکیل دی ہے۔ شاہدہ کی نعتوں کے یہ مطلعے دیکھئے

حلیمہ ایسی دایہ کو ملا سردارؐ عالم کا
کہ جن کے دم سے روشن تر ہُوا دربار عالم کا

انوار و تجلّی کا سماں غارِ حرا میں
ہے اور ہی خوشبو کا جہاں غارِ حرا میں

اے وقارِ صبحِ نو! اے نورؐ ایماںؐ آیئے
زندگی ہے منتظر اے ماہِ تاباںؐ آیئے

بادشاہوں نے بھی دُنیا میں نہ پایا سب کچھ
آپؐ کے دامنِ رحمت کا ہے سایہ سب کچھ

ہر ایک تخلیق کا ہیں کردارِ مرکزی آپؐ
بہ صُورتِ روشنی ہیں موجود ہر صدی آپؐ

متاعِ نعت میں حرفِ سپاس رکھتے ہیں
اسی پہ طرزِ عمل کی اساس رکھتے ہیں

آپؐ کے ذوق کے صدقے مرا فن جاگتا ہے
نعت کہتی ہُوں تو معیارِ سُخن جاگتا ہے

اُٹھیں جو ہاتھ تو سارے سلام تیرے ہوں
مری نظر کے سبھی احترام تیرے ہوں

لبوں تک کو ادب آداب کے زیرِ اثر دیکھا
درِ اقدسؐ پہ خاموشی کو ہم نے باثمر دیکھا

میرے آقاؐ مری مٹّی کو درخشاں رکھنا
ارضِ بے رنگ کو ہم رنگِ گلستاں رکھنا

چاند سُورج کہکشائیں مستعار
آپؐ سے لی ہیں شعاعیں مستعار

اِک نظر اِک نظر اِک نظر آپؐ کی
مَیں ازل سے ہُوں دریوزہ گر آپؐ کی

کرتا ہے دبے لفظوں میں فریاد مرا دل
کر دیجئے آزار سے آزاد مرا دل

غرض قلم کو فقط جامعُ الصّفات سے ہے
ہر ایک نعت محبت کی واردات سے ہے

شاہدہ نے ان نعتیہ زمینوں کے استعمال میں ندرت و جذب کے کئی کامیاب نمونے پیش کئے ہیں ان زمینوں میں لکھے گئے شعروں میں نا صرف الفاظ سلیقے سے برتے گئے ہیں بلکہ شاہدہ کے لب ولہجہ کی شائستگی بھی لائق تحسین ہے نعتِ رسول اکرمؐ کی صنف اپنے لکھنے والے سے جس ادب واحترام کا تقاضا کرتی ہے ان اشعار کی فضا اس سے معمور ہے۔

آج کی نعت کا بڑا حصہ چونکہ غزل کی ہیئت میں تخلیق ہو رہا ہے لہٰذا یہ بات اتنی غیر متعلق بھی نہیں ہمارے ہاں جدید تنقید کے اکثر میلانات اور روّیے مغربی زبانوں سے آئے ہیں جو وہاں کی شاعری کے محاسن کے تجزیے کا فریضہ تو نہایت باریکیوں سے ادا کرتے ہیں مگر یہ تنقیدی اُصول اور رویے غزل کے حوالے سے ٹھیک نہیں بیٹھتے شاعری کی مشرقی روایات اور غزل کے علائم و رموز کے حوالے سے 'غزل کی زمین کے امکانات' یا 'غزل میں زمین کی امکانی وسعت' کا موضوع جداگانہ مقالے کا متقاضی ہے مختصراً یوں کہا جا سکتا ہے کہ غزل کی زمین جو عام طور پر اظہار میں ایک رکاوٹ نظر آتی ہے لیکن کبھی کبھار شاعر کو ایسے امکانات بھی سجھا دیتی ہے جو اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں ہوتے غزل کی ہیئت کی یہ پابندی وہ جبر ہے جو شاعر کو 'بن مانگے کچھ' اَن دیکھے اور اَن چاہے' اختیار بھی عطا کر دیتی ہے۔ شاہدہ لطیف کے یہ شعر دیکھئے جو ایک ایسی ہی نعتیہ زمین کی عطا ہیں۔

ہوا کے موقلم سے بن رہے تھے نقش کیا کیا
عجب اک دلکشی دیکھی مدینے کے اُفق پر

تھے جتنے ابر پارے ، جانے پہچانے مکاں تھے
مدینے کی گلی دیکھی مدینے کے اُفق پر

قطار اونٹوں کی تھی اے شاہدہ بادل کی صُورت
کسی نے کیا کبھی دیکھی مدینے کے اُفق پر

اس مجموعہ نعت میں ہیئتوں اور مختلف شعری صنفوں کی بوقلمونی بھی قابل توجہ ہے اس کی زیادہ نعتیں غزل کی ہیئت میں ہیں کچھ آزاد نظموں اور کچھ معرّا نظموں کی صورت میں ہیں۔ شاہدہ کے کئی نعت پاروں کی ہیئت مثنوی میں ہے ایسی نظموں کے جداگانہ عنوانات ہیں اکثر کا آہنگ بھی ایک ہے ہم آہنگ نظمیں کسی موزیک (Mosaic) سٹائل کے فن پارے کی طرح یہ نظمیں ایک طویل سیرتی نظم ہی کا حصہ لگتی ہے ایسی نظموں کے افکار و موضوعات حرمینِ شریفین کے آثار اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ مبارکہ سے اخذ کئے گئے ہیں۔ مثلاً شاہدہ لطیف کی نعتیہ نظمیں ___ جبلِ بوقبیس، جبلِ نور، جبلِ ثور، غارحرا، غزوہ بدر، غزوہ احد، صلحِ حدیبیہ ___ یہودی عورت، نصیحت ایک بڑھیا کی ___ یہ سب نظمیں مختلف اور یکساں آہنگوں کے باوجود ایک طویل سیرتی نظم کا تاثر دیتی ہیں جو حاضر کی نعت گو شاعرات میں شاہدہ کے تخصّص کی نشاندہی کرتی ہیں۔

ایسے عنوانات والی نظمیں سیرتی حوالوں سے جداگانہ مطالعے کی متقاضی ہیں شاہدہ نے ان نعتیہ نظموں میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے آثار اور واقعات کو بڑی شیفتگی سے بیان کیا ہے ان نظموں میں روانی کے علاوہ محاکاتی انداز کے اوصاف بھی موجود ہیں شاعرہ نے لفظوں میں سیرتی واقعات اور مقامات کی خوبصورت منظرکشی کی ہے محاکاتی طرز ادا نے ان نظموں میں تاثیر کے عناصر کا اضافہ کیا ہے نعت کے معاصر منظرنامے میں ایسی نظمیں کم کم نظر آتی ہیں جو سادگی و روانی سے سیرتِ حضورؐ کے مختلف پہلوؤں کی تصویرکشی کرتی ہوں اور نعت کی نصابی ضروریات کو پورا کرتی ہوں۔ اردو نعت زیادہ تر غزل کی ہیئت و اسلوب میں ہے وہ بلیغ و پُر معنی نظامِ فکر رکھنے کے باوجود اس قصّہ پن، واقعاتی تسلسل اور روانی اظہار سے عاری ہے جو نظم کی عطا

ہوتی ہے، (میں یہ بات ضروریات نصابات کے حوالے سے کہہ رہا ہوں کہ سکول، کالج کی سطح پر تفہیمِ مطالب کے لئے نظم کا اپنا ایک کردار ہے)۔ مولینا شبلی نعمانی اور علامہ اقبال نے سیرتی آثار و احوال اور واقعات کے حوالے سے کئی موثر نظمیں لکھی ہیں مگر آج کے نعت نگاروں نے ادھر کم توجہ کی ہے (آج سے قریباً تیس سال پہلے 'انگریزی نصابات میں حمد و نعت کی ضرورت و اہمیت' پر ایم ایڈ کے ایک مقالے کی نگرانی کرتے ہوئے مجھے احساس ہُوا کہ میٹرک اور انٹر میڈیٹ کی سطح پر انگریزی تو دور کی بات ہے اردو زبان میں ایسی نعتیہ نظموں کی کمی ہے جو سادہ رواں دواں موثر اور لائقِ نصاب اسلوب کی حامل ہوں۔ مقالہ نگار جدران کا یہ مقالہ احمد فراز کی نگرانی میں نیشنل بُک فاؤنڈیشن پاکستان میں اُسی زمانے میں شائع ہو چکا ہے)۔

شاہدہ لطیف کے سیرتی نظموں میں سے ایک نظم 'حجرِ اَسود' دیکھئے۔

حجرِ اسود کا لے کے ہم' بوسہ
ایسی سرشار کیفیت میں ہیں
لب جنّت کو چُھو لیا جیسے
کیوں نہ در آئے دل میں ایسا خیال
حجرِ اَسود کو میرے آقاؐ کا
لمسِ دستِ شفیق حاصل ہے
گو فقط ایک سنگ پارہ ہے
سب جواہر سے قیمتی ہے یہ سنگ
کوہِ نُور اس کے سامنے بے آب
مہر و مَہ اس کے چُھونے کو بے تاب
ربطِ جنّت کا خاص مظہر ہے
اس لیے دم بہ دم معطّر ہے

آپؐ سے محبت و عقیدت کہ نعت کی صنف کا مرکزی موضوع ہے شاہدہ لطیف کی نعتوں میں جذبات کی بڑی سچائی اور گہرائی سے ظاہر ہوئی ہے آپؐ کی ذات والا تبار، آپؐ کے

روضہ اقدس، حرم نبویؐ کی فضا، جالیوں، زائرین، دربانوں کی آواز، وہاں کا ہجوم، وہاں لباسِ بشر میں چلتے پھرتے نوری، مدینے کا ماحول، افق، ہوائیں، ذرّے، مدینے کے نام اور ماحول سے جڑے ہوئے متناسبات سے شاہدہ لطیف کی وابستگی کا اظہار پُر تاثیر اور دلآویز ہے۔ ان تمام آثار و احوال کو جو حرم پاک کی زیارت میں ایک روحانی تجربے اور سرمدی واردات کی طرح تخلیق کار کے دل کو ابدی سرشاری عطا کرتے ہیں، شاہدہ نے بڑی خوبی سے اپنی نعتوں میں پیش کیا ہے یہ شعر دیکھئے:

جھونکا کوئی چھو آئے گا جو گنبدِ خضرا
بہلا کے مرے صحن تلک اُس کو صبا! لا

میں آنکھیں بند کر لوں تو
سفر سمجھو کہ آدھا ہے

آنے دے قرار آنے دے، آنے دے مدینہ
''آجائے گا آجائے گا'' اس طرح نہ بہلا

دے رہی ہُوں پیامِ محبت یہاں
اور کہلاؤں گی نامہ بر آپؐ کی

مظہر ذُوالجلال والاکرام
میرا انعام صرف آپؐ کا نام

یومِ حساب آپ کا دیدار! جب تلک
محشر کا انتظار قیامت کا انتظار

زہے نصیب مرے ہاتھ! شکریہ تیرا
سنہری جالی کو چُھونے میں کام یاب ہُوا

ہے الزام کا خوف لے جاؤں ورنہ
مَیں دامن میں بھر بھر مدینے کے ذرّات

مَیں اِس پہ گزاری ہُوئی عمر واروں
جو جالی سے قُربت کی ساعت ملی ہے

لوگ تو لوگ، ہواؤں نے بھی روکا تھا ہمیں
جالی! مت پوچھ کہ ہم کیسے وہاں تک پہنچے

ہو خبر گلشن میں آتے ہیں رسولؐ اے شاہدہؔ
آگے آگے رکھّوں میں کانٹوں پہ گال اُنؐ کے لئے

وفا نبھاؤں مدینہ کے ذرّے ذرّے سے
کہ اِس عمل کا تعلُّق مِری حیات سے ہے

جس نے کسی کو پیچھے کیا آگے بڑھنے کو
کیا وہ سنہری جالی کا حق دار ہوگیا !

مدینہ کے ماحول اور مواجہ کی فضا پر نعت کے ہزاروں شعر ہوئے شاہدہ لطیف کے کتنی آسانی سے کہے ہوئے ان شعروں میں مؤثر حقیقی تمثالوں کی حس آمیزی قابلِ ستائش ہے شاہدہ نے جذبات وحسیات کو محاکات کی جس صورت میں پیش کیا ہے وہ پُر تاثیر ہے یہاں مجھے حافظ بیلی

بھیتی کی نعت کا ایک خوبصورت شعر یاد آیا ہے۔ وہ کہتے ہیں:

اے صغف مدد کر، درِ احمدؐ پہ گرا دے
دربان کہے ’اُٹھ‘ کہوں ’اٹھا نہیں جاتا‘

کیا محاکاتی اسلوب ہے! اپنے جذباتی اظہار کو حقیقت آشنا رکھنے کے لئے ضعف سے مدد مانگی جا رہی ہے درِ احمد پہ حاضری کا مسئلہ ہے یہاں جھوٹ اور حیلہ بہانہ سے بھی کام لینے کا سوچا بھی نہیں جا سکتا وہاں زیادہ دیر رکنے کی آرزو بھی ہے دربان کا وہاں سے جلدی گزر جانے کا تقاضا بھی ہے___ شعر اور جذبے کے کتنے قرینے اور ان سے وابستہ تلازمات کے کتنے سلسلے اس شعر کی محاکاتی فضا میں در آئے ہیں۔

پڑھنا تھا دُرود اور زباں گنگ ہوئی تھی
’’آگے بڑھو آگے بڑھو‘‘ آواز سُنی تھی

جنت میں نہ کیوں کر ہمیں پہچانیں ملائک
تکتا ہمیں ہوگا حرمِ پاک میں ایک اک

فلک پہ ہم جا پہنچتے ہیں‘ جب
سنہری جالی کو چومتے ہیں

شاہدؔہ اُنؐ کو دیکھنے کے بعد
کیا زمیں دیکھوں کیا فلک دیکھوں

شاہدہ کے ان شعروں میں بھی ماحول مواجہ کی کیفیت کا پُر تاثیر بیان ہے اشک سے فرش مواجہ کے میلا ہونے کا خیال نعت کی تاریخ میں (مری دانست میں) پہلی بار آیا ہے۔

یہ شعر محبت و ماحول مدینہ کی عطا ہیں ان میں نسائی طرزِ محسوسات اور اسلوبِ بیان کے حامل شعر جداگانہ کیفیت رکھتے ہیں بعض شعر ان میں ایسے ہیں جن کے بارے میں کہا جاتا

ہے کہ یہ لکھے نہیں جاتے ہو جاتے ہیں۔ ان 'ہو گئے' شعروں میں محاکات کے کیا دلآویز نمونے ہیں دیکھئے

ساری کی ساری کائنات ہے عکس
اور اُنؐ کا مقام آئینہ

آنکھ مصروف ہے وضو میں' رہے
صبر کرنے کو دل سے کون کہے

وہ لفظ باطن میں جُھومتے ہیں
جو سبز گُنبد میں گونجتے ہیں

قدم بوسی کرتے رہے ہیں نبیؐ کی
''فرشتے سراسر'' مدینے کے ذرّات

تڑپ کر اس تصوّر کی مَیں از خود ہو گئی قیدی
سنہری جالیوں کا جال تھا ہر دم جدھر دیکھا

شاہدہ کی نعت میں تشبیہہ، استعارہ کی بعض صورتیں دیکھئے

تمنّا کو چھپاؤں کیا
تمنّا خود لبادہ ہے

مری آنکھوں کی دو جو پُتلیاں ہیں
مدینے کے چمن کی تتلیاں ہیں

مدینے کی طرف مَیں گامزن ہُوں
مرے تلووں میں کیسی بجلیاں ہیں

دین و دُنیا سنوارنے کے لئے
ذکرِ خیرُالانام آئینہ

مری انکساری کے ہیں استعارے
جو پہنچے ہیں سر پر مدینے کے ذرّات

شاہدہ نے نعت نگاری کے وجد آفرین لمحات میں اپنے ہم کاروں اور وطن کو بھی یاد رکھا تمام نعت نگاروں سے محبت اور ارض پاک کے لئے خیر و برکت کی دعائیں، ان کے نعتیہ مضامین و موضوعات میں شامل ہیں۔ یہ شعر دیکھئے

اک خیر فقط چاہوں گی مَیں پاک وطن کی
جب پوچھیں گے وہ ''مسئلہ بتلاؤ تمہارا !''

دنیا میں کئی فِرقے مسالک ہیں، مجھے کیا
اِخلاص مِرا حُسنِ عقیدت، مِرا ایماں

مانگوں نہ اور اِس کے سوا مَیں دُعائے خیر
قائم ہو میرے پاک وطن میں فضائے خیر

یہ وہ شعر ہیں جن سے نعت کی صنف 'موضوع محض' سے باقاعدہ فن کا درجہ اختیار کرتی ہے نیت کا اخلاص اس فن کی اضافی خوبی ہے بلکہ بنیادی خوبی ہے جس کی برکت دوام رکھتی ہے اللہ تعالیٰ کے کائنات پر سب سے بڑے احسانؐ کے حضور خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے ادب و

احترام پہلا لازمہ فکری نزاکتوں اور صداقتوں کے اظہار کے ساتھ لوازماتِ فن کے اہتمام کی پوری کوشش کرنا علامہ اقبال کے لفظوں میں معجزہ فن کی تخلیق کے سفر کا زادراہ ہے

ایک بھرپور صحافتی زندگی اور متعدد کتابیں لکھنے کے بعد صنفِ نعت کی طرف شاہدہ لطیف کا رجوع ان کی تخلیقی صلاحیتوں کی مبارک قلب ماہئیت ہے پہلے یہ صلاحتیں ''انٹرنیشنل'' کی ترتیب و آرائش میں صرف ہوتی تھیں اب وہ صلاحتیں رُو بہ نعت ہو رہی ہیں پہلے ان کی تحریریں ، صحافتی تقاضوں ، سفرناموں کی رنگارنگی اور دلچسپیوں کا مظہر تھیں اب شاہدہ کے تخلیے یادِ حرم سے آباد ہیں یہ خاص عطائے ربیؐ ہے کہ وہ دنیاداری میں پھنسے ہوئے شب و روز میں سے کچھ لمحے اپنے بندوں کو اپنی یاد میں بسر کرنے کی توفیق بخش دیتا ہے ۔ بقول کسے ؎ اللہ اگر توفیق نہ دے انسان کے بس کی بات نہیں ۔

فکر و فن اور جذب و بیاں کی یہ روّیہ ساز تبدیلی شاہدہ کی نعتوں میں بڑے قرینے سے جلوہ گر ہوئی ہے اس سے قبل ان کے سفرنامہ حرمین ''بیت اللہ پر دستک'' میں جن عقیدتوں کا اظہار ہُوا تھا زیرِ نظر کتاب میں وہ عقیدتیں زیادہ والہانہ پن سے ظاہر ہوئی ہیں ان کے قارئین کے لئے یہ خوشگوار تبدیلی زیادہ حیرت کا باعث نہیں ہونی چاہیئے زبان و بیان کے شعری اسالیب سے شاہدہ کا تعلق دیرینہ تھا اب ان کے محسوسات کا تناظر بدلا ہے تو ماضی کی ساری ریاضت کو اظہار کی ایک نئ جہت مل گئی ہے یہ جہت ان کو ایک ایسی بے کرانی میں کھینچ لائی ہے جس میں قدم قدم پر نئ حیرتیں اور گام گام پر نئ سرشاریاں ہیں ۔ نعت کے حوالے سے میرا ایک مطلع ہے

؎ آدمی کس طرح نعتِ شاہِؐ عدنانی کہے
کچھ کہے' تو اس میں مخفی' روحِ رحمانی کہے

ہم خطا کاروں نے نعت کیا کہنا ہے خاکِ آدم میں خالق نے جو اپنی روح پھونکی تھی وہ ازل سے سفر کرتی ہوئی ہم تک بھی آئی ہے (اور قیامت تک پیدا ہونے والے انسانوں تک میں اپنا وجود قائم و دائم رکھے گی) سو یہ جو ہم سے کبھی کبھار حمد و نعت اور منقبت و سلام کے شعر ہو جاتے ہیں یہ اسی روح رحمانی کا فیضان ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ جیسے جیسے یہ فیضان بڑھتا ہے وہ روح زیادہ رُو بہ عمل (Activate) ہوتی ہے تخلیق کاروں کے دل اور تخلیے عقیدت نگاری کی روشنی سے آباد ہوتے ہیں

ان کے جذب وفن پر تجلیات الٰہی کا نزول ہوتا ہے اور پھر نہ جانے کہاں سے خوشبوئیں کاغذوں پر اُترتی ہیں۔ اور بقول شاہدہ:

کُچھ لفظ جُوں ہی نعت میں آئے، چمک اُٹھے
تازہ ہَوا میں جیسے پرندے چہک اُٹھے

وفورِ شوق میں اشکوں نے جب لکھا آقاؐ
ستارۂ سحری سا چمک اُٹھا آقاؐ

اُس خلدِ بیکراں کے بھی قابل ہوں کاش ہم
مونگے کے پھول ہیں جہاں، نیلم کی گھاس ہے

جو میں عہدِ نبیؐ کی آنکھ ہوتی
مسلسل یاد میں نمناک ہوتی

قدم قدم پہ، ستارے ہوں تیری رحمت کے
جہاں بھی گزریں، مرے صبح و شام تیرے ہوں

ایسے شعروں کے بارے میں مَیں نے کہا تھا کہ ایسے شعر کہے نہیں جاتے ہو جاتے ہیں کبھی کبھار غزل کی ہیئت میں کوئی ایسی شعری زمین مل جاتی ہے جس میں ایسے شعر ہو جانے کے امکانات ہوتے ہیں ایسا صرف غزل ہی کی زمین میں ممکن ہے۔ شاہدہ لطیف کا یہ مجموعہ نعت ایک نئی مسافت کا بڑا برکت خیز پڑاؤ ہے۔ اللہ ان کی توفیقات میں اضافہ فرمائے اور وہ صنف نعت میں اپنی شعری صلاحیتوں کا مزید اظہار کریں۔ (آمین)

◆……◆……◆……◆

زہے مقدر: نورین طلعت عروبہ

حمد و نعت کی تاریخ خود شاعری ہی کی ہم عمر ہے۔ اس عالم ہست و بود میں نعت گوئی کی ابتدا خاتم الانبیاء شافع محشر سرور کائنات کی حیات مبارکہ میں ہی ہو گئی تھی۔ سب سے پہلی نعت تو بے شک اللہ تعالیٰ ہی کی ہے۔ ''ورفعنا لک ذکرک'' عالی مرتبہ صحابہ کرامؓ اور صحابیاتؓ نے سرکار دو عالمؐ کی مدحت کا اعزاز پایا۔ خلفائے راشدین نے آپ کی ثناء کا شرف حاصل کیا حضرت حسان بن ثابت کو فخر موجودات کے روبرو نعت پڑھنے کی جو سعادت ملی وہ انہی کا حصّہ ہے۔ خواتین میں آپ کی لاڈلی صاحبزادی حضرت فاطمۃ الزہرہؓ کی نعتیں انتہائی دلکش ہیں۔ سادہ سے الفاظ پڑھتے ہی دل میں اتر جاتے ہیں۔ آپ کے ایک شعر کا ترجمہ ہے کہ ''حضور کی جدائی میں یہ مصیبتیں مجھ پر ٹوٹی ہیں یہ مصیبتیں اگر ''دنوں'' پر ٹوٹتیں تو دن ''راتوں میں تبدیل ہو جاتے'' اس وقت سے لے کر آج تک رسول کریمؐ کی شان میں عقیدت کے پھول نچھاور کرنے کا سلسلہ جاری ہے اور انشاء اللہ قیامت تک ثناء خوانوں کی یہ محبت جاری رہے گی۔ آپؐ سے محبت اور نسبت ہر مسلمان کا جزو ایمان ہے اور نعت گو شعرا اپنی محبت و موّدت کو الفاظ میں ڈھال کر اسے مزید مضبوط کرنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں زمانہ قدیم سے ہی مردوں کے ساتھ ساتھ خواتین کو بھی مدحت کا اعزاز حاصل رہا ہے مسلمان جن جن علاقوں میں پہنچے اور انہوں نے جن جن زبانوں میں شاعری کی ان میں خواتین کی لکھی ہوئی نعتوں کے کچھ نمونے بھی موجود ہیں۔ اردو زبان کو یہ تخصّص حاصل ہے کہ اس میں خواتین کے جداگانہ نعتیہ مجموعے بھی مل جاتے ہیں اردو میں ایسے مجموعوں کی تعداد عربی اور فارسی سے کہیں زیادہ ہے۔ مگر یہ حقیقت ہے کہ ان مجموعوں میں موجود نعتوں کی تعداد خاصی کم ہے۔

نورین طلعت عروبہ، غزل کی ایک معتبر شاعرہ ہیں زمانہ طالب علمی میں ہی انہوں نے نظم و

غزل کے ڈھیروں انعامات جیت کر اور بہرکم عمری میں کل پاکستان مشاعرے پڑھ کر ادب کی دنیا میں قدم رکھ دیا تھا۔ غالب گمان یہی تھا کہ وہ نظم وغزل کے مجموعے کے ساتھ کتاب قبیلے میں شامل ہوں گی لیکن انہوں نے اپنی پہلی نعتیہ کتاب ''حاضری'' کے ساتھ حاضری لگوا کر اپنی انفرادیت کو قائم رکھا۔ نورین طلعت عروبہ کا نعتیہ مجموعہ خواتین کی نعتیہ شاعری کی روایت میں ایک ''معتبر'' اور ''خوشگوار'' اضافہ ہے۔ ''معتبر'' اس لئے کہ اس نعتیہ مجموعے میں شامل نعتیں اپنے فکری اور معنوی معیار کے حوالے سے ایک جداگانہ تخصّص اور اعتبار رکھتی ہیں۔ ''خوشگوار'' اس لیے کہ مضامین وموضوعات کے بیان میں نورین نے جو پیرایۂ اظہار اختیار کیا ہے وہ تاثیر اور اخلاص کے حوالے سے نہایت خوشگوار ہے ان کے پہلے نعتیہ مجموعے ''حاضری'' میں 72 نعتیں ہیں جس کے بارے میں معروف شاعر انور مسعود صاحب نے کہا ''واہ واہ، نورین نے کیا کربلائی عدد چُنا ہے'' ہمارے ہاں اکثر مرد شعراء کے مجموعوں میں بھی نعتوں کی اتنی بڑھ تعداد موجود نہیں ہوتی۔ ایک مکمل اور جدید نعتیہ مجموعے کی خالق کی حیثیت سے نورین نے جو کارنامہ سرانجام دیا ہے وہ قابل تقلید ہے اور ان کے بعد مزید شاعرات نے بھی نعتیہ مجموعے ترتیب دینے شروع کر دیئے ہیں۔ نورین طلعت عروبہ کی اس خوبصورت کتاب کو گورنر پنجاب اور وزیر اعظم پاکستان نے ایواڈز اور انعامات سے نوازا ہے۔ میری دعا ہے کہ ان کی یہ کوششیں اللہ تعالیٰ کے ہاں مقبول ہوں اور سامان نجات بھی (آمین)

مزید خوشی کی بات یہ ہے کہ نورین کی نعت کا سفر جاری ہے۔ ان کی نعت گوئی کا نمایاں وصف، ان کا ذات رسالت مآب سے فریفتگی اور جاں سپاری کا جذبہ ہے جو تخلیق نعت کے تمام مراحل میں ایک جذبۂ محرک کی طرح ان کے ساتھ ساتھ رہتا ہے یہ فریفتگی اور جاں سپاری محض ایک روایتی روّیے کی طرح صرف ان کی شریک ہنر ہی نہیں بلکہ ایک مستقل روّیے کی طرف ان کی رہنمائی کرتی ہے۔ نورین نے سیرتِ اقدس کا مطالعہ بھی کیا ہے اور زندگی کے کئی سال سعودی عرب میں بھی گزارے ہیں جہاں انہیں متعدد بار اسلامی تاریخی آثار دیکھنے کا اتفاق ہوا ان کی نعت میں دلکشی ورعنائی، جذب وانہماک کی کیفیات کے پس منظر میں یہی مشاہدہ کارفرما ہے۔

ان کا اعزاز صرف یہی نہیں کہ وہ شاعرات میں پہلے باقاعدہ اور نئے انداز کے مکمل نعتیہ مجموعے کی خالق ہیں بلکہ جو بات انہیں معاصر شاعرات سے منفرد ٹھہراتی ہے وہ ان کا جدید تر لب

ولہجہ ہے جو بحیثیتِ مجموعی فکری وفنّی خوبیوں کی تازگی سے بھرپور ہے۔ گزشتہ صدی کے آخری ربع میں جو نعت لکھی گئی اس میں خواتین کی نعتیہ شاعری اسی آواز کی بازگشت ہے جو نعت کے عمومی انداز سے عبارت ہے اسی انداز نعت میں اخلاص کا اظہار جذبات کا عمومی رنگ اظہار لیے ہوئے ہے اس میں تخلیقی انداز اور نادرہ کاری نسبتاً کم ہے۔ خواتین کے ہاں تو یہ دُور کی بات ہے، نعت گو شاعروں کی بڑی تعداد بھی اِسی عمومی انداز نعت کی حامل ہے نعت گو شعرأ میں جن لوگوں نے اپنے تخلیقی انداز نعت سے ایک منفرد لب ولہجہ آغاز سفر ہی میں اختیار کیا ان میں نورین طلعت عروبہ کا نام نمایاں ہے ان کے پہلے مجموعہ نعت میں ہی وہ مستحکم بنیاد موجود ہے جو جدید طرز احساس سے عبارت ہے۔ یہ جدید طرز احساس یک رخی نہیں بلکہ نورین کی نعت نگاری کے مختلف پہلوؤں سے جھلکتا ہے۔ ان کے ہاں نعتوں کی تخلیق غزل ہی کی صنف میں ہوئی ہے سو انہوں نے غزل کے علائم ورموز، قوافی کی کلیدی حیثیت، ردیف کی معنویت اور مضمون کی ترسیل میں زیادہ مددگار (Supporting) ہونے جیسی خوبیوں کا بھرپور فائدہ اٹھایا ہے۔ ان کی نعتوں کے درج ذیل اشعار دیکھئے جو تازہ طرز احساس کے ساتھ ساتھ غزل کی دوسری خوبیاں بھی لیے ہوئے ہیں اور ان کی مہارتِ فن کے آئینہ دار ہیں۔

جو بھی لکھا ہے وہ انوار صفت لکھا ہے
اسم احمد نے یہ اعجاز قلم میں رکھا......

انہی کا نور تھا اس وقت جب جہان نہ تھا
اس ایک نور سے اب کائنات روشن ہے

دھوپ میں جب بھی پڑھا میں نے درود پاک کو
ایک پیارا ہاتھ مجھ کو سائباں تک لے گیا

بنایا لفظوں کو معتبر، ان میں روشنی کے چراغ رکھے
نبیؐ کے صدقے کہ جس نے سوچوں میں آگہی کے چراغ رکھے

یہ اشعار محض شاعرات کی نعت نگاری ہی کے حوالے سے نہیں بلکہ نعت کے موجودہ منظر نامے میں (جس میں نعت گو شعراء کی کثیر تعداد شامل ہے)۔ نورین طلعت عروبہ کی انفرادیت کے عکاس ہیں۔ جیسا کہ میں نے پہلے اس امر کی نشاندہی کی ہے کہ صنف غزل میں ردیف وقوافی کا استعمال کلیدی حیثیت کا حامل ہوتا ہے۔ نورین کے ہاں یہ وصف بہت نمایاں ہے کہ ان کے ہاں ردیف ترسیل فکر کے مرحلوں میں جذبہ وخیال کو مربوط اور Sizeable کرتی ہے۔ ردیف کے ساتھ قوافی کا ماہرانہ استعمال ان کے اظہار کو مزید بلیغ اور دلآویز بناتا ہے۔ درج ذیل مصرعے دیکھئے۔

لگتا ہے کہ ہم آئے ہیں افلاک پہن کر

یوں لگ رہا ہے جیسے چراغاں ہے دل کے ساتھ

غم کا مداوا، درد کا درماں، زخم کا مرہم آپ سے ہے

مطمئن سے ہو گئے دل کو زباں کرنے کے بعد

عجب کیا ہے جو میرا خواب بھی تعبیر ہو جائے

اس سے بڑھ کر اور کیا ہو کامرانی اشک کی

ان اور ایسے بہت سے دوسرے مصرعوں کی حامل نعتیں قوافی اور ردیف کے استعمال میں ماہرانہ ریاضت کے ساتھ ساتھ نورین کی اس تازہ کاری کی بھی امین ہیں جنہوں نے ان کی نعت کو روش عام سے مختلف اور منفرد رکھا ہے۔

نورین طلعت عروبہ کی صنف نعت کے ساتھ وابستگی کے سفر کا دوسرا پڑاؤ ان کا دوسرا مجموعہ نعت ہے۔ بقول کسے

نقاش، نقش ثانی بہتر کشید زاوّل

یہ مجموعہ ''زہے مقدر'' ذات رسالت مآبؐ سے ان کے تعلق خاطر کے مزید آفاق کا سمت نما ہے۔ اس مجموعے کی نعتوں میں صنف نعت اور موضوع نعت کے ساتھ شیفتگی کے اظہار میں طرفہ قرینہ نظر آتا ہے۔ اگر چہ اس مجموعے میں بھی نورین نے نعتیہ مضامین وموضوعات کے

لیے غزل ہی کی صنف کو برتا ہے مگر یہاں اظہار میں پہلے سے زیادہ پختگی نظر آتی ہے۔ اس پختگی کی وجہ وارفتگی اور حقِ نسبت وخلوص ہے جس نے صنف نعت کو ’’اظہار محض‘‘ کی سطح سے اٹھا کر خالص شعری اور تخلیقی شائستگی کا درجہ عطا کیا ہے۔ اس مجموعے کی نعتوں میں جدید طرز احساس کے ساتھ ساتھ بیان واظہار میں نادرکاری کے تازہ نمونے نظر آتے ہیں۔ یہ طرز احساس فکری قوت وابستگی اور شائستگی کے جوہر سے متصف ہے۔ یہ ’’نادرکاری‘‘ علائم ورموز اور زمینوں کی تازگی سے خاص ہے۔ عصر حاضر میں جہاں نعت کی تخلیق کا گراف روز افزوں ہے۔ درج ذیل مطلعے ملاحظہ کیجئے جو قوافی اور ردیف کے حوالے سے نعت کی تازہ کاری کی نشاندہی کرتے ہیں۔

روشنی صف بہ صف مدینے میں
گل بجاتے ہیں دف مدینے میں

وہ برگِ زرد کو پھر سے نہال کرتا ہے
نبیؐ کے شہر کا موسم کمال کرتا ہے

توصیف مصطفیؐ میں جو کام آئے حرف حرف
نازاں ہوئے نصیب پہ اجزائے حرف حرف

جمالِ خوابِ تمنّا میں گُم ہوا اور میں
فضائے شہرِ مدینہ میں گُم ہوا اور میں

قربِ انوار مدینہ سے چمکتا ہوا دل
چاند تاروں سے سوا خود کو سمجھتا ہوا دل

وہ خامشی میں، حروف بیاں میں روشن
وفور شوق کی ہر داستان میں روشن

جہاں فضا کا مقدّر بنی ہوائے کرم
وہیں سے اوڑھ کے آئی ہے ردائے کرم

ان نعتوں میں اور اس طرح کی بہت سے دوسری نعتوں میں، نعت کا وہ منظر نامہ نظر آتا ہے جس نے اکیسویں صدی کے پہلے عشرے میں نعت کو سرتاج صنف سخن کا درجہ عطا کیا اور جس سے شاعری کی جملہ اصناف سخن کے تمام فکری وفنی محاسن کمال عقیدت واخلاص اور مہارت ومحنت کے ساتھ، خوش اسلوبی وشائستگی کے ساتھ جمع ہو رہے ہیں۔ جذبات نگاری، عقیدت نگاری، حقیقت نگاری اور تاریخی واقفیت نگاری سے بیانیہ، خطابیہ اور اظہاریہ کے کم وبیش سبھی قرینے صنف نعت میں در آئے ہیں۔ آج کی نعت کے تجزیاتی مطالعے سے اس حقیقت کی تفصیلات کی جمع آوری بہ آسانی کی جاسکتی ہے کہ آج کی نعت فکری محاسن کے ساتھ ساتھ تشبیہہ واستعارہ، کنایہ، محاکات اور تمثال آفرینی سے لے کر عروض وآہنگ اور غنائیت کے خوبصورت نمونے لیے ہوئے ہیں۔ نورین کے مذکورہ بالا نعتوں میں سے بطور خاص

قرب انوار مدینہ سے چمکتا ہوا دل

اور

جمال خواب تمنا میں گم ہوا اور میں

کو بغور پڑھیے ان میں نئی نعت کی تازہ کاری نہ صرف یہ کہ لَو دے ہی ہے بلکہ نعت کے نئے لب ولہجے کے لئے ایک رجحان ساز، اسلوب تازہ کی نوید بھی سنا رہی ہے۔ خصوصاً پہلی نعت میں مہکتا، ہمکتا اور سرکتا قوافی کے ساتھ ''ہوا دل'' کی ردیف نے جو خوبصورت نعتیہ اشعار تخلیق کئے ہیں وہ نعتیہ مضامین کے اظہار میں ایک نئے اسلوبیاتی نظام کے امکانات کی خوشبو لیے ہوئے ہیں۔ نئی اردو نعت، جس کی چاپ گزشتہ صدی کے آخری ربع میں سنی گئی اور جس کے فکری وفنی خدوخال اجالنے میں اپنے اپنے انداز میں سینکڑوں نعت گو شعراء نے مقدور بھر کوشش کی، اس میں نورین طلعت عروبہ کی سعی، منفرد اور قابل قدر ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس سعی کو قبول فرمائے۔ (آمین)

❖……❖……❖……❖

''آپ ﷺ''...... پروین سجلؔ کی یک کتابی نعتیہ نظم

غزل پروردہ، شعری ماحول میں طویل نظم لکھنا اور اس کے لیے آشنا ماحول ملنا انبوہ سے کٹ کر اور بھیڑ سے ہٹ کر زندگی گزارنے والے ادب دوستوں کی تلاش اس حوالے سے ایک مشکل کام ہے کہ ادب دوست بہت کم ہیں اور اگر کہیں ہیں بھی تو بڑے ستورالحال، مفقورالخبر اور محدودالمعاشرت..... پچھلی صفوں میں بیٹھنے والے ہجوم میں بس تخلیے آباد کرنے والے۔

پروین سجلؔ کی یہ کتاب انھی معدودے چند لوگوں کے لیے ہے، اس کی پروین کو بھی خبر ہے اگر نہیں تو ہو جائے گی مگر یہ پریشانی اور اداسی کی بات نہیں، ندرتِ فن، تازہ کاری سے پیدا ہونے والی بطمعی کی نشانی ہے کہ بقول اقبالؒ:

؎ ہوئی نہ عام جہاں میں کبھی حکومتِ عشق
سبب یہ ہے کہ محبت زمانہ ساز نہیں

غزل ہیّتی اصناف میں بلاشبہ سب سے مقبول مؤثر اور بلیغ صنف ہے جو ہزار سال سے زائد عرصے سے اپنی تاثیر کا جادو جگا رہی ہے معاصر شعری منظر نامے میں نعتِ رسولؐ کا قریب قریب مکمل ظہور (نوّے پچانوے فی صد) غزل ہی کی صنف میں ہو رہا ہے، اظہار و بیان کے مائل بہ غزل ہونے اور رہنے کے کئی اسباب ہیں جو اپنی جگہ درست اور حقیقی ہیں مگر یہ بھی ایک ناقابلِ تردید سچ ہے کہ بقول غالبؔ:

؎ بقدرِ شوق نہیں ظرف ِتنگنائے غزل
کچھ اور چاہیے وسعت مرے بیاں کے لیے

پروین سجل جو ہماری شاعری کے مروجہ مزاج سے کچھ ہٹ کر اظہار طلب ہیں انھوں نے بھی بیان کے بارے غزل کی تنگ دامانی کو محسوس کیا اور اس بار ایک طویل یک کتابی نظم کو آپ شوق کے اظہار کے لیے منتخب کیا وہ کچھ عرصے سے عشقِ حقیقی اور ایمانیات سے انسلاک رکھنے والے موضوعات پر لکھ رہی ہے گزشتہ مہینوں میں قرآن کریم کی کئی سورتوں یعنی تیسویں پارہ پر تاثراتی نظموں کے حوالے سے کام میں منہمک رہنے سے ان کے تخلیقی مزاج پر اس مواد کے اثرات پڑنا ایک لازمی امر ہے۔ پروین سجل جس کی طبیعت میں پہلے ہی مذہبی رجحانات تھے ،قرآنی آیات پر کام کرنے سے اخلاقیات اور جمالیات کے ان تشریحی پہلوؤں کے اور قریب ہوئیں جو الہامی کلام کے مطالعے اور آیاتِ ربانی پر غور و فکر سے منسلک ہوتے ہیں۔

پروین سجل کی تازہ تصنیف پر جن پہلوؤں سے گفتگو ہو سکتی ہے، ایک اس کا فکری پہلو، دوسرے اس کی ہیّت اور تیسرا اس کا مجموعی تاثر، جہاں تک اس نظم کے موضوع اور فکر کا تعلق ہے جیسا کہ پہلے بھی نشاندہی کی گئی ہے، اس کے ڈانڈے عشقِ حقیقی اور نعت سے ملتے ہیں، نعت ہماری فارسی ، اردو اور علاقائی پاکستانی زبانوں (پنجابی، سندھی وغیرہ) کا قدیم موضوع ہے۔ ہماری کلاسیکی شاعری پر اس کے گہرے اثرات ہیں، جدید دور میں نعت کی ایک مؤثر لہر ہمارے شعری ادب میں سرسراتی محسوس ہوتی ہے، اس کی ایک شکل ان انجمنوں اور حلقوں کی ہے جو صوفی ازم کے ماڈرن تصور کے حامل ہیں اور جن کے اشغال واذکار مغرب کے زیرِ اثر ہیں۔ تصوف جن کی واردات نہیں مگر جن کی گفتگو میں صوفیانہ اقوال نمایاں رہتے ہیں ذرا اور کھل کر کہیں تو تصوف جن کا حال نہیں قال ہے اور ایک فیشن..... لیکن اسی ماحول میں نئی نسل کے بعض ذہن ایسے بھی ہیں جو فطری طور پر تصوف دوست اور مذہبی اطوار و عبادات کے حامل ہیں جو خالق اور مخلوق کے تعلق پر غور و فکر کرتے رہتے ہیں اور صوفیانہ افکار جن کے مزاج کا فطری حصہ نظر آتے ہیں۔

پروین سجل کی زیرِ نظر کتاب کا مرکزی موضوع بھی نعتیہ واردت کا اظہار ہے مگر یہ اظہار

سطحی نہیں، ایک موئثر نعتیہ اظہار کی صورت میں ہے۔ ''آپ ﷺ'' اس کی طویل نعتیہ نظم ہے جو پاکستانی نعت کے معاصر منظر نامے میں ایک منفرد اضافہ ہے۔ نعتِ رسولؐ نے گزشتہ نصف صدی میں معیار اور مقدار دونوں حوالوں سے ایک کامیاب سفر طے کیا ہے۔ اس نصف صدی میں چھپنے والی نعت و دستاویزات کی تعداد سینکڑوں نہیں ہزاروں میں ہے۔ نعت کے اس اثاثے میں نعتیہ دیوان نعتیہ مجموعے مختلف رسائل کے نعت نمبر اور خصوصی سیرتی شماروں کے علاوہ نعتیہ منتخبات اور گلدستوں کے ساتھ یک کتابی نعتیہ مجموعے بھی شامل ہیں۔ مخمنا، عبدہ، حمطایا، فارقلیط (عبدالعزیز خالد) دارین (احسان دانش) رحلِ نظر (مہدی نظمی) فخرِ کونین (محشر رسول گرامی) معراجِ سفر (حافظ لدھیانوی) مدحت رسولؐ کی (شکیل اورنگ آبادی) اور صلصلہ اطبرس (عمیق حنفی) خاص طور پر ذکر کے قابل ہیں۔

ان یک کتابی نعتوں میں عبدہ اور صلصلہ اطبرس کے علاوہ دوسری نعتیں شعری اصناف کے کلاسیکی ہیّتوں پر مشتمل ہیں یعنی غزل، مثنوی، مسدس، قطعات وغیرہ پر مشتمل ہیں۔ نعتیہ شاعری کے عصرِ حاضر میں (جس کا آغاز علامہ اقبالؒ کے بعد کی نعتیہ شاعری سے ہوتا ہے) ان یک کتابی نعتیہ نظموں نے اردو نعت میں ایک شاندار اضافہ کیا طویل نعتیہ کتابوں کا یہ دور حفیظ جالندھری کے شاہنامہ اسلام سے ہوتا ہے جو مثنوی کی صورت میں ہے اور حضور اکرمؐ کی سیرت و سوانح کے ساتھ آپؐ کے غزوات اور اسلامی تاریخ کے اہم واقعات کے بیان پر مشتمل ہے۔ عمیق حنفی صلصلۃ الجرس کی ہیّت مختلف اضافات پر مشتمل ہے اور عمیق حنفی نے اس میں اظہار کے کئی اسلوب استعمال کیے ہیں۔ عبدہ آزاد نظم کی ہیّت میں ہے۔

پروین سجّل کی ''آپ ﷺ'' بھی آزاد نظم کی ہیّت میں ایک اہم اور منفرد طویل یک کتابی نعت ہے۔ اس کے موضاعات سیرت رسول اکرمؐ کے سوانحی پہلوؤں کے ساتھ آپؐ کے اخلاقِ حمیدہ اور شمائل عالیہ کے بیان سے عبارت ہیں اس مضمون کے آغاز میں تصوف کے حوالے سے جو بات کی گئی تھی وہ پروین سجّل کی نعتیہ نظم سے ایک قرینے کے ساتھ بین السطور جھلکتی ہے اور

قال کی بجائے ذاتی واقعات اور واردات کا اثر لیے ہوئے ہے۔

پروین سجلؔ نے اس کتاب کا انتساب ''مقام قاب قوسین'' کی جلوہ نمائی کے نام کیا ہے اور اس کے ذیلی عنوان میں ''ایک مداح سرا، خیال انگیز نظم'' کے الفاظ تحریر کیے ہیں، خیال انگیز اور انتساب کے الفاظ اس نظم کو عام نعتیہ نظموں سے مختلف ٹھہراتے ہیں اور اس کے مفاہیم و مطالب میں چھپی در پردہ معنویت کی حیرت کا سراغ دیتے ہیں۔

''آپؐ'' نظم کا مرکزی موضوع وقت کے تناظر و تسلسل میں آپؐ کا ظہورِ قدسی ہے آپؐ کی بعثتِ مُبارکہ، زندگی کی جس شبِ تیرہ میں ہوئی اور آپؐ کی حرا آثار صحبتوں میں آپؐ کی ذاتِ بابرکت کو جس طرح نبوت کے فیض سے سرفراز کیا گیا، پروین سجلؔ نے اس بعثتِ مُبارکہ کے پس منظر میں آپؐ کی ذات ستورہ صفات، آپؐ کے اخلاقِ عالیہ اور آپؐ کے اسمائے مُبارکہ کا تذکرہ نہایت تذکار، شاعرانہ اشاروں اور استعاروں میں ہے۔ پروین نے آپؐ کے اسمائے مبارکہ (جو اپنے مفہوم میں خود مختصر اور یک لفظی نعتیں ہیں) کو بڑی خوبصورتی سے پرو دیا ہے، کہیں کہیں قرآنِ کریم کے حوالے بھی دیئے ہیں جس سے اس نعتیہ نظم میں ایک علمی اعتبار پیدا ہو گیا ہے۔

واضح ہو کہ یہ نظم ترتیب وار سیرتِ رسول کریمؐ کی بجائے مختلف سیرتی پہلوؤں کے اجمالی اظہار پر مشتمل ہے۔ درود و سلام کی فضا میں آپؐ کے اسمائے مقبول کی نشاندہی کے ساتھ آپؐ کی صفاتِ عالیہ اور فضائلِ محمود کا بیان بڑا مؤثر اظہار ہے، بحیثیت مجموعی نظم ''آپ ﷺ'' کا فکری ماحول شاعرانہ اندازِ بیاں کا نمونہ ہے۔ طویل اور تسلسل، تاریخ وار اور ترتیب سیرتی واقعات کے اظہار کی بجائے شاعرہ نے سیرت کے مختلف پہلوؤں اور اوصاف و فضائل کی نشاندہی اجمال سے کی ہے۔

پروین سجلؔ کا اسلوب سیرت کے مختلف پہلوؤں اور صفات کی طرف اشارہ کرتا ہے اور سیرتی واقعات کی تفصیل میں جانے سے اجتناب کرتا ہے۔ اظہار و اسلوب کا یہ قرینہ بلیغ اور

پرتاثیر ہوتا ہے اور قاری ایسے اسلوب سے تاثر اخذ کر کے تاریخی واقعات کو اپنی خیال آفرینی سے پورا کرتا ہے۔

جیسے کہ پہلے عرض کیا گیا ہے اس نظم پر گفتگو کا دوسرا حوالہ اس کا اسلوب بنتا ہے۔ آزاد نظم کے چھوٹے چھوٹے مصرعوں کی بنت کاری سے یہ نظم تخلیق ہوئی ہے۔ مفاعیلن اس نظم کا بنیادی رکن ہے اسی کی تکرار سے یہ نظم مختلف چھوٹے بڑے مصرعوں میں سیرتی صفات واوصاف کا اظہار کرتی ہوئی تقریباً پونے دوسو صفحات تک پھیلی ہوئی ہے۔ نظم ’’آپ ﷺ‘‘ کے سبھی پہلو ایک دوسرے سے جڑے ہوئے ہیں۔ جب کہ کہیں کہیں موجود صورت میں یہ نظم فکری طور پر جس نامیاتی کُل (orgnic Whole) کا متقاضی ہے جس کے سبب قاری کی توجہ کو ایک رخ پر مہمیز رہنے کی بجائے بار بار ٹھہراؤ کا تاثر دیتی ہے۔

بحیثیت مجموعی اردو کی طویل یک کتابی نظموں میں ہیّتی طور پر یہ نظم انفرادیت کی حامل ہے۔ ایک جذبہ آشنا اسلوب میں سیرتی صفات کے واقعات میں شاعرہ کی ذات کا شمول اسے اور ثروت مند بناتا ہے۔

جیسے کہ یہ لائن دیکھئے:

؎ کریں کیسے بیاں حالت حقیقت ترجمانی ہے
مگر ایسا کہاں ممکن؟
بساط اپنی..... میں کچھ بھی تو نہیں ممکن..... نہیں ممکن
عنایت خاص ہے ورنہ کہاں مَیں اور..... کہاں آقا قدم بوسی!
لہٰذا یہ حقیقت ہے بیاں باہر..... بیاں باہر۔

عبدالعزیز خالد کی ’’عبدہٗ‘‘ کے بعد حالیہ عشرہ میں پروین سجّل کی نظم ’’آپ ﷺ‘‘ آزاد نظم میں لکھی گئی منفرد نعت ہے، جیسا کہ شروع میں نشاندہی کی گئی تھی، یہ نعتیہ نظم سیرتِ رسولؐ کی ترجمانی ہے۔ یہ واردات شنیدہ کی بجائے دیدہ، قال قال کی جگہ حال اور جگ بیتی کی بجائے آپ

بیتی کے جذبات اور بظاہر کی بجائے بباطن کی عکاسی کرتی ہے اور ایسا بیان ہے جو سماعت طلب توجہ کی بجائے سکوت زار تخلیہ کا متقاضی ہے۔

آخر میں ایک رباعی کہ:

دلِ ذاد، نجات رُو، حب آثار سبیل
پروین سجؔل کی یہ جو ہے نعت ِطویل
ہے نعت کے باب میں خصوصی کاوش
مبروک یہ نعتِ فروزاں قندیل

❖……❖……❖……❖

صراطِ خلد: اشفاق احمد غوری

صراطِ نور کے بعد اشفاق کا دوسرا نعتیہ مجموعہ ’صراطِ خلد‘ کے نام سے شائع ہو رہا ہے بقول کسے:

دلا! ملی ہے جو نعتِ مزید کی توفیق
تو جان لے ،تری پہلی ثنا قبول ہوئی!

خوش نصیب ہیں وہ شاعر جنہیں نعت کے ضمن میں ایک مجموعے کے بعد دوسرے مجموعے کی تخلیق و اشاعت کی توفیق ملتی ہے صراطِ نور اور صراطِ خلد میں صراط کے لفظی اشتراک کے ساتھ ’نور‘ اور ’خلد‘ کا معنوی اشتراک بھی نیک فال ہے نعت سے وابستگی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ والا اتبار سے شیفتگی کی علامت ہے آپؐ کی سیرت و کردار اور اوصاف و شمائل کے بارے میں فدویت اور جاں سپاری کے جذبات جتنے شدید ہوں گے نعت نگار کی صنفِ نعت سے وابستگی اتنی ہی شدید ہوگی۔ نعت نگار آپؐ کی ذات، پیغام اور طاعت کے جتنا زیادہ قریب ہوگا اتنا ہی ذی عزت اور ذی وقار رہے گا نعت کی شاعری میں خاص طور پر وہی لوگ زیادہ معتبر قرار پاتے ہیں جو تسلسل کے ساتھ آپ سے حبِّ اطاعت نژادا کا اظہار کرتے رہتے ہیں۔ سچے نعت نگاروں کے حُب اسلوب بیانیے کا تخلیقی تسلسل ہی صراطِ نور ہے اور یہی صراطِ خلد ____ کہ نعت کی نورانیت مخلص نعت نگار کی سعیٔ جمیلہ کو مشکور __ مقبول بارگاہِ خداوندی __ اور خلد انجام کر دیتی ہے۔

اشفاق کی نعت کا نمایاں وصف صنفِ نعت اور موضوعِ نعت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کی محبت ہے جو ایک نعت کے بعد دوسری نعت اور ایک مجموعے کے بعد دوسرے مجموعے کی تخلیق کا سبب بن رہی ہے اُن کی پہلی کاوش ’صراطِ نور‘ کو قومی سیرت ایوارڈ بھی مل چکا ہے

دعا ہے اللہ صراطِ خلد کو بھی قبولیت عطا فرمائے۔

اشفاق کی نعت نگاری کے وصف کا تعین اُن کی ردیفوں سے ہوتا ہے چونکہ معاصر نعت کا بڑا حصہ غزل کی صنف میں ہو رہا ہے اس لئے اس میں قافیے اور ردیف بڑی اہمیت کے حامل ہوتے ہیں۔

قافیہ غزل کی ہیئت میں تخلیق ہونے والی ہر صنف میں کلیدی کردار ادا کرتا ہے جب کہ ردیف جذبات و احساسات کو مربوط کرتی ہے۔ دو لفظی، سہ لفظی، چہار لفظی ____ ہر طرح کی ردیفیں نعت نگار کے خیال کو ایک فکری ہم آہنگی عطا کرتی ہیں اور نعت کی فضا سازی میں معاون ہوتی ہیں اشفاق کے درج ذیل مطلعے ملاحظہ ہوں۔

اللہ اللہ ہو فقط وردِ زباں‘ یا اللہ!
اللہ اللہ ہو رگِ جاں میں رواں‘ یا اللہ!

؎ اے شہِ کون و مکاں، ماحیٔ غم، شاہِ اُممؐ!
ہو مرے حال پہ اک چشمِ کرم، شاہِ اُممؐ!

؎ الٰہی حمد کہنے کا ہنر دے
قلم کو قوتِ حرفِ گہر دے

؎ یا نبیؐ یا رحمتہ للعالمینؐ صلِّ علیٰ
کہ رہا ہے خالقِ کُل بالقیں ، صلِّ علیٰ

؎ بشر کی حرمت حضورؐ سے ہے
یہ شان و شوکت حضورؐ سے ہے

؎ دل و نظر کو سُرور آئے، حضورؐ آئے
پہن کے پوشاکِ نور آئے، حضورؐ آئے

؎ رُتبہ عالی شان ملا ہے
رُوحِ امیں دربان ملا ہے

؎ ترےؐ آنے سے روشن ہر طبق ہے
مگر ظلمت گروں کا رنگ فق ہے

؎ محفلِ نعت ہوئی، محفلِ میلاد ہوئی
دل کی دُنیا ترےؐ اذکار سے آباد ہوئی

؎ چہار سو ہے مدینے کے تاجدارؐ کی دُھوم
شفیعِ روزِ جزاؐ ، شاہِ ذی وقارؐ کی دُھوم

؎ حسن وخوشبو جو مدینے کے چمن زار میں ہے
اتنی پُرکیف فضا کب کسی گلزار میں ہے!

اُن کے الفاظ نے ہر نعت (اور حمد) کی فضا سازی میں ایک خاص کردار ادا کیا ہے قاری اور سامع مطلعے ہی سے اپنے آپ کو اس معنوی فضا سے ہم آہنگ کر لیتا ہے جس کا تعین ردیف کرتی ہے اکثر اوقات قافیے کے شمول سے (ردیفوں کے انسلاک سے) نئی معنویت پیدا ہو جاتی ہے بعض اوقات شاعر کو مطلع لکھتے ہوئے اندازہ نہیں ہوتا کہ اُسے ایسا شعر بھی دستیاب ہوگا جیسا کہ ردیف کے شمول سے اُسے مل جاتا ہے۔

درج ذیل اشعار دیکھئے یہ مطلع کے اتباع میں اشفاق کی شعری کارکردگی کا حصہ بنے اور اِن اشعار سے اشفاق کی نعتوں کی معنویت اور بلاغت میں نادرہ کاری پیدا ہوئی۔

تیرے ہی سایۂ رحمت میں گزاریں ہر پَل
میرے بچے، میرے بابا، مری ماں یااللہ!

؎ بامِ قوسین پہ جھنڈا ہے تریؐ عظمت کا
کہکشائیں ہیں ترے زیرِ قدم، شاہِ اُممؐ!

؎ وَلَد کر دے عطا تو لا وَلَد کو
سبھی کی جھولیاں خوشیوں سے بھر دے

؎ رہیں آباد سب کی مائیں بہنیں
کنواری بیٹیوں کو نیک بَر دے

؎ گفتگو ، چلنا ، ٹھہرنا ، اور سونا جاگنا
آپؐ کی ہر اِک ادا ہے دلنشیں، صلِّ علیٰ

؎ ہمیں نہ کوئی حقیر جانے
ہماری نسبت حضورؐ سے ہے

؎ جہالتوں کی مصیبتوں میں پڑی تھی دُنیا
وہ لے کے علم و شعور آئے، حضورؐ آئے

؎ اشکِ ندامت لے کے گئے تھے
بخشش کا سامان ملا ہے

؎ جنّتی پیڑ پہ اللہ کے صفی نے دیکھی
پہلی تحریر ترےؐ نام سے ایجاد ہوئی

؎ خدا نے سارے خزانے ہی اُن کو سونپ دیے
مچی ہے اُن کے تصرف کی، اختیار کی دُھوم

؎ آپؐ آئے ہیں ہدایت کا صحیفہ لے کر
ایک پیغامِ عمل آپؐ کے کردار میں ہے

اسی طرح اشفاق صاحب نے اندرونی قوافی کے استعمال سے بھی اپنی نعت میں نادرہ کاری کے ساتھ غنائیت کے عناصر شامل کئے ہیں اس نعت میں مفاعلن کے آہنگ میں 'بھی کمال ہے' کی ردیف کے ساتھ آل، ملال، خیال اور چال وغیرہ کے قوافی نے نعت میں خوش گوار فضا پیدا کی ہے اس سے نعت کے مضامین اور موضوعات کی ترسیل میں دلآویزی پیدا ہوگئی ہے۔

اشفاق نے غیر مرّدف نعت بھی کہی ہے ایسی نعتوں میں قافیے کا کردار مرکزی ہوتا ہے اور ہر شعر کے مضمون کو اسی حوالے سے سمیٹا جاتا ہے اشفاق کے یہ شعر دیکھئے۔

کیا ہے نامِ مصطفیٰؐ زباں سے لف
بکھر گئے ہیں رنگ و نور ہر طرف

؎ ملا ہے جب سے افتخار نعت کا
ہوئی ہے نوکِ خامہ آسماں بکف

ے درِ رسولؐ پر بنا کے سائباں
ملائکہ کھڑے ہوئے ہیں صف بہ صف

نعت کے ضمن میں اللہ تعالیٰ اشفاق احمد غوری کو مزید توفیقات سے نوازیں۔ مَیں اپنے تاثرات کو اِس رباعی پر ختم کرتا ہوں۔

اشفاق احمد غوری کی سب نعتیں
مقبول، یہ خلق میں ہوں، یا ربّ! نعتیں
وہ، جس کا نام ہے صراطِ خُلد ــــ اُس
مجموعے میں ہیں کیا طیّب نعتیں!

❖……❖……❖……❖

آبشارِ نور: صاحبزادہ سید نورالحسن نورؔ

نعتِ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بنیاد جس حُب پر استوار ہے اس کی عطا وہ سرشاری ہے جو نعت نگار کے وجود سے اس کے کلام تک پھیلی ہوتی ہے نعت نگار کا تجربہ جتنا سچا اور اس کا اظہار جتنا تخلیقی ہوگا یہ سرشاری اتنی ہی نمایاں اور اثر انگیز ہوگی سرشاری کا وفور مالک کی عطا ہے اکثر نعت نگاروں کے ہاں یہ ایک مستقل روّیے کی صورت میں ظاہر نہیں ہوتی بلکہ اس کا گراف اوپر نیچے ہوتا رہتا ہے لیکن نسبت کی روشنی میں نہائے ہوئے جن ثنا کاروں کا زیادہ وقت حال مستی میں گزرتا ہے ان کے ہاں اس سرشاری کا جذبہ عام نعت نگاروں سے زیادہ ہوتا ہے ان نعت حالوں کی مجلسیں ذکرِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے معمور اور ان کی خلوتیں یادِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے پُرنور ہوتی ہیں نعت گوئی اُن کے نزدیک ایک شعری شغل نہیں ایک روحانی واردات ہوتی ہے اور اس کے ساتھ ان کا تعلق بھی ایک موضوعِ گفتگو کا نہیں ایک اعصاب گیر تجربے کا ہوتا ہے۔

عصرِ حاضر کے نعت نگاروں میں صاحبزادہ سید نورالحسن نورؔ کے نعتیہ مجموعے کی نمایاں خصوصیت ایک سرشاری ہے صاحبِ نعت سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی قدر اور ان کے سیرت و کردار کے تذکارِ مبارک کی اس سرشاری کی کئی جہتیں ہیں اس کا ایک رخ مدینہ منورہ کے ماحول اور آپؐ کے روضہ مبارک کی فضا اور در و دیوار سے نعت نگار کی محبت ہے جو ان کی نعتوں میں سرشاری اور حضوری کے تصور کو نمایاں کرتی ہے۔ صاحبزادہ سید نورالحسن نور کی اکثر نعتوں میں بتکرار اس محبت کا اظہار ہوا ہے اور بقول مولانا الطاف حسین حالی

؎نیا ہے لیجئے جب نام ان کا
بڑی وسعت ہے میری داستاں میں

ان کے ہاں ہر بار جب مدینے کے متناسبات کا اظہار ہوتا ہے شیفتگی کی تازہ بہ تازہ کیفیت سامنے آتی ہے۔

نور کی شاعری میں خوش آہنگی کا ایک سبب ان کی بحور ہیں انہوں نے کچھ ایسی بحروں میں بھی نعتیں کہی ہیں جن کا استعمال آج کی نعتیہ شاعری میں کم کم ہے یہ موضوع ایک جداگانہ مقالے کا متقاضی ہے کہ اردو نعت میں کون کون سی بحریں زیادہ استعمال ہوتی ہیں اور کون سی کم؟ ویسے تو ہر تخلیقی اظہار اپنا آہنگ ساتھ لاتا ہے اور ہر نعت کے آغاز میں کسی ایک مصرع یا شعر سے نعت کا صوتی مزاج متعین ہونے پر نعت گو اس آہنگ میں اپنی عقیدت و محبت کے اظہار کا آغاز کرتا ہے لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ جدّت اور نادرہ کاری کی تلاش میں شاعر بعض اوقات 'روشِ عام' سے ہٹ کر آہنگ اختیار کرتا ہے جس سے تاثیر میں انفرادیت پیدا ہو جاتی ہے نور کی حمد کے درج ذیل مطلع سے اُن کی اس خصوصیت کا آغاز کرتے ہیں۔

؎ہوا کو بادل بنانے والا مرا خدا ہے
زمیں پہ سبزہ اگانے والا مرا خدا ہے

نور کی پختہ کاری کی ترجمان ان کی وہ بہت سی نعتیں ہیں جن کی زمینیں منفرد اور ان کی جودتِ طبع کا نتیجہ ہیں قافیے اور ردیفوں نے انہیں سنگلاخ نہیں تو مشکل ضرور کر دیا ہے یہ ان کی طبع زاد زمینیں ہیں انہوں نے ان زمینوں میں پانچ پانچ چھ چھ نہیں بارہ بارہ اشعار کی نعتیں کہی ہیں جو ان کی مہارت اور ریاضت کا ثبوت ہیں درج ذیل مطلعوں والی نعتیں دیکھیں نور کے وفورِ جذبہ نے ان زمینوں میں کتنی سہولت کے ساتھ بھرپور انداز میں نعتیں کہی ہیں آج کے نعتیہ منظر نامے میں ایسی زمینوں کی تخلیق اور ان میں نعتیہ جذبات کے وفور کا اظہار بلاشبہ ان کا تخصص ہے۔

؎ نہ پوچھ سرورِ دیں کے دیار کی رونق
ہے اس کے آگے خجل، خلد زار کی رونق

؎ پہنے درود کی ہے قبا سر سے پاؤں تک
مقبول ہو گی میری دعا سر سے پاؤں تک

؎ بیان کرتا ہے یہ نطق اعتلائے فلک
ہیں نقش پائے نبی باعث ضیائے فلک

جیسا کہ پہلے نشاندہی کی گئی ہے نعتوں میں قافیہ وردیف کا یہ نظام ہر کسی نعت گو کے بس کی بات نہیں اس کے پیچھے مہارت اور مشق کے ساتھ نعت کی صنف میں ’کچھ کر دکھانے‘ کی خواہش اور کوشش بھی جھلکتی ہے یہ نعت نگاری کا علمی اور فنّی اظہار ہے ایسی نعتیں، نعتیہ مجالس اور میلادیہ محافل کے لیے نہیں ہوتیں بلکہ محدود علمی و شعری حلقوں میں پڑھنے کے لئے ہوتی ہیں یا یوں سمجھئے کہ ان کے مخاطب عوام نہیں بلکہ شعر و سخن کی باریکیوں کو سمجھنے والے اہل علم یا خود شاعر ہوتے ہیں ایسی نعتیں نعت کی صنف کو موضوعِ محض کے دائرے سے بلند کر کے نہ صرف اسے فن آشنا کرتی ہیں بلکہ دوسرے شاعروں کے بھی تشویق کا سامان فراہم کرتی ہے۔

اردو شاعری کے لیے ہر دَور کی نعت میں غزل کی صنف کا زیادہ استعمال ہوا ہے (یہ دلچسپ موضوع بھی ایک جداگانہ مقالے کا موضوع ہے) مگر یہ ایک حقیقت ہے کہ زیادہ نعت نگاروں نے غزل کی مستعمل بحروں میں ہی اپنی ارادت و عقیدت کا اظہار کیا ہے کچھ شاعروں خصوصاً وہ شاعر جو تازہ آہنگ اور منفرد اوزان کی تلاش میں رہتے ہوں انہوں نے نعتیہ جذبات و محسوسات کے اظہار کے لئے ان بحروں میں بھی نعت گوئی کی ہے جو شاعری میں کم کم استعمال ہوئی ہیں ورنہ نعت گوئی کے کل اثاثے کا ایک بڑا حصہ دس بارہ بحروں ہی کے ذریعے اظہار پذیر ہُوا ہے۔

نور کی شاعری میں کہیں کہیں اوزان و آہنگ میں تازہ کاری کی تلاش بھی ملتی ہے ان کے یہ شعر دیکھئے۔

ہر سو ہیں بکھرے رحمت کے سائے ان کی گلی میں
جو چاہے جائے اور دیکھ آئے ان کی گلی میں

لوح جاں پہ تھی لکھی ہوئی
نعت جو ابھی ابھی ہوئی

کھلا کھلا ہے گلاب سا چہرۂ تمدّن
پہن لی تہذیب نے بھی خلعت، حضور آئے

اے مدینے کی خوشبو میری ہمسفر ہو جا
راستہ بتا مجھ کو اے ہوا مدینے کا

ہو نہ ان کی ہی خوشبو سے مہکتا ہے یہ رستہ
مصطفیٰ گزرے ہیں اور آیا گیا کوئی نہیں ہے

تیرے کوچے سے جب آئی تازہ ہوا اے مرے مصطفیٰ!
شاخ احساس پر پھول ہنسنے لگا، اے مرے مصطفیٰ!

روضے سے نبی کے آسماں تک
مینار سا نور کا بنا ہے

ہماری مشکل، ہماری حاجت وہ جانتے ہیں
ہمیں ہے کس چیز کی ضرورت وہ جانتے ہیں

جو رسول کی سواری سوئے لا مکاں چلی ہے
تو فلک ٹھہر گیا ہے تو زمین رک گئی ہے

ہزار کوششوں کے بعد بھی کوئی
سمجھ سکا نہ مرتبہ حضور کا

ان بحروں کے شمول سے نور کے نعتیہ آہنگ میں نہ صرف جدت پیدا ہوئی ہے بلکہ تازہ کاری کی تلاش میں ان کی خوش ذوقی کا بھی اندازہ ہوتا ہے۔

تخلیقی انداز میں سوچے گئے خیال اپنا آہنگ بھی ساتھ لے کے آتے ہیں مستعمل زمینوں اور بحروں سے ہٹ کر نعت گوئی کرنے والے نعت نگار حسب نادر الوقوع شعری آہنگوں یا کم کم استعمال ہونے والے صوتی اسالیب (Sound Patterns) میں شعر کہتے ہیں تو محسوسات و مشاہدات کی کوئی خاص لے کسی کم یاب آہنگ کے امکانات سامنے لے آتی ہے یوں بہ حیثیت مجموعی ان کے کلام میں تازہ کاری کا احساس ہوتا ہے نور کی نعتیہ شاعری میں مذکورہ بالا بحروں کے شمول سے خوش آہنگی اور تازگی کا احساس نمایاں ہوا ہے۔

قافیے کے کلیدی استعمال کے ساتھ نعت کی فضا بنانے میں ردیفوں کا بھی ایک خاص کردار ہوتا ہے نسبتاً ذرا بڑی ردیفیں جہاں نعت کی معنوی فضا سازی کرتی ہیں وہاں تکرار سے خوش

آہنگی کا احساس بھی جگاتی ہیں نور نے اپنے مجموعہ نعت میں کہیں کہیں چار چار، پانچ پانچ لفظی ردیفوں کے استعمال سے جہاں نعت کے مختلف شعروں میں ایک باطنی ہم آہنگی پیدا کی ہے وہاں تکرار ردیف سے خوش آہنگی کے احساس کو بھی اجاگر کیا ہے۔ ان کی یہ نعتیں دیکھئے:

سرکار کے دامن کی ہوا سب کے لئے ہے
بیمارو! نہ گھبراؤ شفا سب کے لئے ہے

یہی اثاثہ مری زندگی کا ہے آقا
کبھی جو کی ہے تو نعتوں کی شاعری کی ہے

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت و کردار کے بیان کے ساتھ متناسبات کا ذکر مبارک نعت کا ایک اہم موضوع رہا ہے آپؐ کا شہرِ مبارک، مدینے کے در و دیوار، گلی کوچے، آپؐ کی نسبت نوداشت، آپؐ کے اصحاب، آپؐ کا نقشِ پا، مسجد، گنبدِ خضرا اور دوسرے سینکڑوں ایسے اسمائ، جگہیں اور حوالے ہیں جن کا ذکرِ مبارک ہر دَور کے نعتیہ ادب میں عقیدت و احترام سے ملتا ہے نور کی ہر نعت میں کم و بیش ایک دو حوالے ایسے متناسبات سے متعلق ہیں یہ چند شعر دیکھئے۔

درد کافور ہو گیا ہوتا
نامِ خیرالوریٰ جو دم کرتے

سارے عالم کا رہنما ہے یہی
میرے آقا کا نقشِ پا ہے یہی

لوح ایجادات پر جب ارتقا لکّھا گیا
نامِ نامی سرورِ کونین کا‘ لکّھا گیا

سیرتِ سرکارؐ سا کامل نصابِ زندگی
اس جہاں میں آج تک کیا دوسرا لکّھا گیا؟

نہ چاند تاروں کی ٹھہرے گی دھول آنکھوں میں
کہ ہے غبارِ دیارِ رسول آنکھوں میں

پھول کی خوشبو مشک کا چرچہ اس کے آگے سب بیکار
میرے آقا کا ہے پسینہ سارے عطروں کا سردار

ہمارے زیرِقدم سات آسماں ہونگے
درِ رسول پہ جس وقت حاضری ہو گی

انہی کے قدموں کی چاپ ہے وہ جسے میں سانسیں سمجھ رہا ہوں
یہ میرے سینے میں دل نہیں ہے، یہ گھر ہے ان کا، وطن ہے ان کا

نوؔر کے گوشِ سماعت نے سنا رک رک کر
نعت پڑھتا ہے ہر اک میل کا پتھر تیرا

تو اگر کرم نہ کرتا تو خزاں رسیدہ ہوتی
ترے لمسِ پا کے صدقے یہ زمیں ہری بھری ہے

بہ حیثیت مجموعی آپؐ کی نسبت ونورِ مبارک سے آپؐ کے شہر ومسجد اور آپؐ کی ذات والا تبار سے وابستگی وارارادت کا ایک دلپذیر منظر نامہ ان متناسبات سے پیدا ہوتا ہے نعت کی فضا میں مدینہ شریف کی طرف جانے والے میل کے پتھروں سے آپ کی مسجد مبارک کے درِ خیر بخش تک مبارک ومیمون اشیا وتصورات کا ایک لامتناہی سلسلہ ہے جو یہ پڑھتے ہوئے اپنے تلازمات کے ساتھ قاری کی آنکھوں کے سامنے پھیل جاتا ہے آپؐ کی نسبتِ مبارک کے سبب یہ سب تلازمات نہ صرف اہم حیثیت کے حامل ہیں بلکہ ان سے وابستہ یادیں' زائرین کے تصورات اور تجربے نہایت بلیغ اور پُر تاثیر سلسلہ ہائے خیالات کو جنم دیتے ہیں ان خیالات کا شائستہ اظہار نورؔ کی نعت کو ثروت مند کرتا ہے۔

نعت کی صنف، نور کے لئے محض ایک شعری صنف نہیں بلکہ ان کی زندگی کی اہم متاع ہے اس صنف کے ساتھ اس کی شناخت اور وابستگی اس کے لئے مبارک ہے نعت کے حوالے سے ملنے والی ہر خبر، ہر عکس، ہر یاد اس کے لیے موجب خیر وبرکت' اثاثہ حیات اور توشہ آخرت ہے یہ چند شعر ملاحظہ ہو۔

اطراف مرے رقص اجالوں نے کیا ہے
جب جب مَیں تری نعت میں مصروف ہوا ہوں

یہ غزل گوئی نہیں نعتِ شہِ کونین ہے
اے سخندان و سخنور! با ادب با احتیاط

اوڑھی ہے میری فکرِ سخن نے ردائے نعت
اب تو مرے لیے ہے یقینی عطائے نعت

اک لمحہ زندگی کا تصور محال ہے
میں جی نہ پاؤں مجھ سے اگر روٹھ جائے نعت

مَیں نے سرکار کی مدحت کو بنایا ہے شعار
مجھ سے دنیا جو خفا ہو، تو خفا ہو جائے

کاش پہنچوں خدا کے سامنے میں
نعت پڑھتے ہوئے قیامت میں

ہر لفظ ہر ایک حرف اے نوؔر
سرکار کی نعت پڑھ رہا ہے

شہِ ہر دوعالم کی مدحت گری
اثاثہ ہے میرا ہنر ہے مرا

ان اشعار میں مضامین وموضوعات کا مرکزی حوالہ نعت کی صنف اور شاعر کی اس صنف سے عقیدت ومحبت اور وابستگی وشیفتگی کا اظہار ہے اس کے لئے نعت گوئی شعر برائے شعر نہیں نعت اس کی تخلیقی واردات ہے اظہار کا یہ قرینہ اس کی زندگی کی سب سے بڑی مصروفیت ہے اور اس کی باطنی سرشاری کا ذریعہ بھی۔

محاکات شاعری کا حسن ہیں اچھا شاعر زیادہ تر امیجز اور تمثال کی زبان میں بات کرتا ہے لفظوں سے تصویریں بنانے سے شاعری میں جاذبیت اور تاثیر پیدا ہو جاتی ہے خصوصاً نعتیہ شاعری میں ساکن، متحرک، ڈرامائی امیجز سے فن اپنے رتبہ کمال پر پہنچتا نظر آتا ہے تخلیقیت تمثال

نگاری سے نعت نہ صرف ثروت مند ہوتی ہے بلکہ فنی طور پر اس کا اعتبار بھی بڑھ جاتا ہے نوؔر کی زیرِ نظر کتاب میں کئی خوبصورت تمثالیں ملتی ہیں۔

بنانے والا ہے یثرب کو جو شفا خانہ
طلوع ہوتا وہ ناقہ سوار میرا ہے

درِ آقا سے ہوا دُور تو محسوس ہُوا
پیڑ سے جیسے کوئی شاخ جدا ہو گئی ہے

وہ آ رہے ہیں، وہ آتے ہیں، آ رہے ہوں گے
بڑھی ہوئی ہے درِ انتظار کی رونق

اے نوؔر میں نے دیکھا ہے ان کے دیار میں
جو آدمی تھا، نور کا تھا سر سے پاؤں تک

ہر اک طرف سے صدا آ رہی ہے محشر میں
وہ آئے سرورِ عالمؐ وہ آئے سرورِ دیں

دل نے تڑپ کے آنکھ سے پوچھا کیسی خوشبو آتی ہے
آنکھ میں آنسو آ کر بولے آئے مدینے کے آثار

روضے سے نبی کے آسماں تک
مینار سا نور کا بنا ہے

جگہ جگہ پہ بچھے ہیں نبی کے دستر خوان
اڑا رہا ہے زمانہ یہ دعوتیں ان کی

تمثال نگاری ہی کے ذیل میں میلادیہ حوالے سے شعر بھی دیکھئے۔

کھلا کھلا ہے گلاب سا چہرۂ تمدن
پہن لی تہذیب نے بھی خلعت حضور آئے

آئی ولادت شہہ ابرار کی گھڑی
اب سربلند ہونے کو ہیں بے کسوں کے سر

آبشارِ نور میں بہ حیثیت مجموعی صاحب زادہ نورالحسن نے نعت میں بڑے جدید اورخوبصورت اشعار کہے ہیں۔ کچھ اور مثالیں دیکھئے:

صدا انداز ہوتی ہیں نگاہیں
خموشی ان کے در پر بولتی ہے

جاگتی آنکھیں دیکھ نہ پائیں دور میں ان کے جا کے انہیں
خواب کی بستی میں جا کر اب اُن کا رستہ دیکھوں گا

خوشبو سی بدن سے پھوٹتی ہے
آیا ہوں رسول کے حرم سے

اس کی جڑوں میں نسبت سرکار کا ہے نم
پھولے پھلے گی یونہی مری شاخ اعتبار

بیٹھے ہیں آج گنبد خضریٰ کی چھاؤں میں
اے لمحۂ کریم! بہر زور ترسے ہم

ترے دیار کرم کا پتھر بھی آئنہ ہے
پڑے کہاں پر قدم ہمارا یہ سوچتا ہے

طیبہ کی طرف بھروں اڑانیں
اے کاش ملے مجھے وہ شہپر

ہواؤں کے پرے جو پھر رہے ہیں
مرے آقا کی خوشبو ڈھونڈتے ہیں

ہوئے ہیں آپ کے قدموں سے جاری
یہ جتنے ارتقا کے فلسفے ہیں

نور کی بارش میں بھیگا
شہر نبی کا رستہ ہے

نور الحسن نور صوفیانہ سلسلہ سے منسلک ہیں اپنے مرشد کو خراجِ عقیدت پیش کرتے ہوئے وہ کہتے ہیں۔

کہاں مَیں اور کہاں مدحت نبی کی
شہہ نواب کا فیض نظر ہے

پرتو شہہ نواب کا مہتاب بنا ہے
اے نوؔر ہے روشن مرا گھر نام سے ان کے

نسبت سے پیدا ہونے والی شائستگی وخوش سلیقگی نے ان کے کارِنعت کو پر کیف بنا دیا ہے وہ نعتِ اطاعت نژاد کے قائل ہیں ان کے نزدیک نعت ایک عبادت ہے ایسی عبادت جو شریعت کے شرف سے مزین ہے وہ اپنے ایک شعر میں نعت نگاری کو کلامِ الٰہی کی رہنمائی سے منسلک کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

نبی کی نعت نگاری کے واسطے اے نوؔر
ملا کلامِ الٰہی سا رہنما مجھ کو

صاحب زادہ کی نعت اس حوالے سے بھی لائق مطالعہ ہے کہ قارئین کو بھارت میں تخلیق ہونے والی نعت کا کچھ اندازہ ہو سکے یہ نقدِ نعت کا ایک جداگانہ موضوع ہے کہ بھارت میں نعت کی تنقید وتخلیق کے حوالے سے کیا پیش رفت ہو رہی ہے؟ بھارت سے ملنے والے دستیاب نعتیہ مجموعوں اور رسائل کی روشنی میں اندازہ ہوتا ہے کہ پاکستان کی طرح بھارت میں بھی معیار اور مقدار دونوں حوالوں سے اردو نعت میں عشرہ بہ عشرہ نمایاں ترقی ہو رہی ہے (اس باب میں بعض

غیر مسلم شاعروں کے نعتیہ نذرانے بھی اپنا ایک الگ اسلوب رکھتے ہیں) ہر زمانے اور ہر معاشرے کے اپنے مسائل ہوتے ہیں بھارت میں تخلیق ہونے والی نعت میں استغاثہ واستمداد کے موضوعات ومضامین کا اس ذیل میں مطالعہ بھی تحقیق نعت کے کئی نئے دَر وا کرسکتا ہے۔

صاحب زادہ صاحب چونکہ ایک روحانی سلسلے سے وابستہ ہیں اور عام شاعروں کی نسبت ان کا ماحول نعت کے فروغ، اس کی تخلیق اور تشہیر کے لئے زیادہ سازگار ہوتا ہے لہٰذا اُن سے ہماری بجا توقع ہے کہ وہ اور اُن کے دائرہ اثر کے دوسرے شاعر آئندہ سالوں میں بھارت میں اردو نعت کی روائت کو زیادہ ثروت مند کریں گے۔ اس مجموعے کے حوالے سے بھارت میں تخلیق ہونے والی معاصر نعت کے مطالعے کا موقعہ ملا خدا نور صاحب کے ذوق نعت میں اضافہ فرمائے اور وہ اپنی سعیٔ جمیلہ اور نعت آثار تخلیقات سے اپنے قارئین کو محظوظ کرتے رہیں۔ اللہ تعالےٰ انہیں مزید توفیقات سے نوازے (آمین)

صاحب زادہ کے لئے ایک رباعی پر مَیں اپنے تاثرات ختم کرتا ہوں۔

اخلاص نژاد یہ طہوری نعتیں
حُب زاد، وَلا فزا، حضوری نعتیں
مقبولِ خلقت ہوں صاحب زادہ
سیّد نورالحسن کی نوری نعتیں

❖……❖……❖……❖

کلّیات: لالہ صحرائی

لالہ صحرائی معاصر نعتیہ منظرنامے کی وہ بڑی شخصیت ہیں جنہوں نے اپنی عمر کا ایک نمایاں حصہ اِس صنف کی آبیاری میں صرف کیا خصوصاً پایان عمر کی منزلوں میں ان کی زیادہ توجہ نعت گوئی کی طرف رہی انہی سالوں میں دوسری ادبی و علمی مصروفیات کے ساتھ انہوں نے زیادہ تر نعت ہی کو اپنے قلبی مشاہدات و واردات کو حصہ بنایا اور اس ضمن میں کتابوں پر کتابیں لکھیں ان کی نعتیہ شاعری کا نمایاں محّرک اُن کی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ والا تبار سے عقیدت اور آپؐ کے پیغام و تعلیمات سے محبت کا جذبہ ہے دوسرے نعت گو شاعروں سے لالہ صحرائی کی انفرادیت اسی جذبے کے وفور کے سبب ہے۔

لالہ صحرائی کی نعت کا انداز علمی ہے عوامی نہیں۔۔۔ وہ نعتیہ مجالس اور میلاد کی محافل کے شاعر نہیں تھے انہوں نے اپنے تخلیوں کو نعت سے آباد کیا اور ایک اہم فرض کی طرح کارِ نعت میں اپنی تخلیقی صلاحیتوں کو جذبے کے اسی وفور کے ساتھ استعمال کیا جو نعت کے ذیل میں ان کی جداگانہ شناخت بنا خصوصاً غزوات رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے ان کی نعت گوئی ایک اہم نعتیہ دستاویز کا درجہ رکھتی ہے جو کسی وقتی تاثر کا ردّ عمل نہیں بلکہ ایک منضبط منصوبہ بندی کا نتیجہ ہے۔ غزوات کا تذکار اگرچہ سیرت و نعت کا ہمیشہ سے موضوع رہا ہے اور اس حوالے سے ہر دور میں بعض طویل نظمیں بھی لکھی گئی ہیں قدیم جنگ ناموں سے شاہنامہ اسلام (حفیظ جالندھری) تک غزوات نگاری کی ایک مستقل روائت موجود ہے مگر عہدِ حاضر کے نعت نگاروں میں غزوات کا شعری تذکار لالۂ صحرائی ہی کا خاصہ ہے۔

زیرِ نظر کلیات میں بہ یک کتاب ان کی ساری مساعی اور کارِ نعت کا حجم دیکھ کر ان کی شعری قد و قامت کا صحیح اندازہ ہوتا ہے یہ کلیات وقت کی ایک اہم ضرورت تھا اگر چہ ان کے الگ الگ نعتیہ مجموعے بھی اہلِ ذوق سے خراجِ تحسین حاصل کر چکے ہیں اور ان پر ملک بھر کی جامعات میں تحقیقی و تنقیدی کام ہو رہا ہے (کچھ کام مکمل بھی ہو چکے ہیں) مگر اس کلیات کی اشاعت سے اس کام کو نہ صرف تقویت ملے گی (اور ریسرچ سکالر کو لالہ صحرائی کی کتابوں تک رسائی میں آسانی ہو جائے گی) بلکہ بہ حیثیتِ مجموعی نعتیہ اثاثے کے تخمینہ کا سامان بھی بہم ہوگا۔ یوں ان کی نعت کے فکری اور فنّی محاسن کے مطالعات کے نئے نئے زاویے سامنے آئیں گے۔

گزشتہ سالوں میں جناب حفیظ تائب، حافظ مظہر الدین جناب ریاض سہروری اور بعض دوسرے نعت گو شاعروں کے کلیات شائع ہوئے ہیں لالہ صحرائی کا یہ کلیات اس اثاثے میں ایک خوشگوار اضافہ ہے کلّیات جہاں شاعروں کی تخلیقی کارکردگی کے مظہر ہوتے ہیں وہاں بہ حیثیتِ مجموعی کسی خاص صنف، میلان، روّیے اور شعری قدر کی رفتار کا پیمانہ بھی ہوتے ہیں نعت کی صنف جو بڑے عرصے تک بعض ناقدین کے نزدیک ادبی صنف کے طور پر زیادہ درخورِ اعتنا نہیں سمجھی گئی معاصر ادبی منظر نامے میں ایسے سلسلہ ہائے کلیات ہی کے سبب اپنا صحیح مقام حاصل کر رہی ہے۔

کلّیات لالہ صحرائی کے مرتب ان کے سعادت مند فرزند ہیں۔ جو لالہ صحرائی کی کتابوں کی جمع آوری کے بعد اپنی نگرانی میں انہیں مرتب کروا کے کلیات کی شکل میں شائع کر رہے ہیں اس کلیات میں درج ذیل مجموعے شامل ہیں۔

حمد:

قلم سجدے

نعت:

لالہ زار نعت/ باران نعت/ غزوات رحمتہ للعالمینؐ (صدارتی ایوارڈ یافتہ)/ پھولوں

کے لیے پھول/گلہائے حدیث/نعت ستارے/نعت دھنک/نعت سویرا/نعت صدف/نعت چراغاں/نعت کہکشاں/نعت چمن/نعت ہلارے/نعت شفق

منظومات:

حُرمتِ قلم یہ کلّیات عقیدت نگاری کے حوالے سے پندرہ سولہ مجموعوں اور ہزار سے زائد صفحات پر مشتمل ہے۔

ہمارے ہاں کلّیات عام طور پر تین طریقوں سے مرتب کئے جاتے ہیں۔

۱۔ کسی شاعر کی چھپنے والی کتابوں کی ترتیب سے ۔۔۔۔یعنی جس طرح شاعر کی کتابیں چھپتی ہیں انہیں بعینہٖ اسی طرح تاریخی ترتیب سے جمع کر دیا جاتا ہے۔ علامہ اقبال کے کلیات اردو اور فارسی میں یہی ترتیب روا رکھی گئی ہے۔

۲۔ صنف وار ترتیب۔۔یعنی شاعر کی کتابوں میں سے حمد، نعت، غزل، نظم، رباعیات وغیرہ کو جداگانہ طور علاحدہ کر کے مرتب کر دیا جاتا ہے یوں کلیات میں شاعر کے کلام کی صنف وار جمع آوری کر دی جاتی ہے۔

۳۔ کتاب وار اور صنف وار جمع آوری کے علاوہ کلیات کی ایک اور ترتیب یہ ہوتی ہے کہ اس میں شاعر کے تخلیقی اثاثے کے ساتھ اس کی شخصیت اور فکر و فن کے حوالے سے ملنے والے مضامین کو بھی شامل کر لیا جاتا ہے۔

زیرنظر کلیات پہلی طرح کا کلیات ہے جس میں شاعر کے شعری مجموعوں کو ان کی اشاعتی ترتیب کے لحاظ سے جمع کر دیا گیا ہے (سوائے حمدیہ کتاب 'قلم سجدے کے۔۔۔ کہ عقیدت نگاری کی مسلمہ روایت کے مطابق اسے پہلے نمبر پر رکھا گیا ہے) ان کے ساتھ کتابوں کے حوالے سے دستیاب اہلِ قلم کی آرا مضامین اور دیباچوں کو بھی متعلقہ کتابوں میں حسبِ سابق شامل کر لیا گیا ہے اس اعتبار سے اس کلیات کا پایہ اور بھی بڑھ گیا ہے لالہ صحرائی کے سکالرز کو جہاں ان کی مجموعہ ہائے کلام دستیاب ہوں گے، وہاں ان کے حوالے سے کچھ تنقیدی و تحقیقی مواد بھی مل جائے گا۔ واضح

ہو کہ لالہ صحرائی کے فکر و فن کے بارے میں حال ہی میں ایک ضخیم کتاب چھپی ہے۔ اس کتاب میں لالہ صحرائی کے حوالے سے مختلف تنقید و تحقیقی مضامین شامل کیے گئے ہیں۔ ان مضامین کے لکھنے والی شخصیات میں وہ اہل قلم بھی ہیں جنھوں نے لالہ صحرائی کے ساتھ زندگی کا ایک حصہ گزارا ان میں ان کے معاصر نعت گو بھی ہیں، اساتذۂ فن اور اہل علم بھی۔۔۔۔ ان کی تحریریں وہ معاصر گواہیاں ہیں جن کی روشنی میں لالہ صحرائی کا مطالعہ ایک معیار آشنا اسلوب اور وقار آمیز مقام و مرتبہ کا حامل قرار پاتا ہے۔

کلّیات کی اشاعت کے بعد لالہ صحرائی کے موضوعات و مضامین اور فنی محاسن کے جداگانہ جائزوں سے جہاں ان کی مساعی جمیلہ کے باب میں زیادہ معلومات فراہم ہوں گی وہاں اردو معاصر نعت کے معیار و مرتبہ میں بھی اضافہ ہوگا مجھے لالہ صحرائی کی نعت پر دو، تین مضامین لکھنے کی سعادت ملی ہے میری دانست میں ان کی نعت نگاری میں محاکات اور تمثال نگاری پر کام کرنے کی ضرورت ہے ان کی غزوات نگاری کا محاکات کے حوالے سے جائزہ ایک جداگانہ ایم فل کے مقالے کا موضوع ہے۔۔۔۔ اسی طرح تفحص و تحقیق سے ان کی نعت گوئی میں جذبات نگاری، رزم آرائی، مکالمے، قرآنی آیات، احادیثِ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور مناقب صحابہ کے عناصر۔۔۔ وغیرہ وغیرہ کئی پہلوؤں کو ازسرِنو دیکھنے کی ضرورت ہے۔

ہر ادب پارہ پندرہ، بیس سال بعد اپنے مطالعے اور جائزے میں اپنے قاری کو بعض نئے مفاہیم سے آشنا کراتا ہے۔ ہم جیسے نئے نعت نگاروں کو ماضی قریب کی نامور نعت گو شخصیات (جناب عبدالعزیز خالد، جناب حفیظ تائب، جناب حافظ مظہرالدین، جناب حافظ لدھیانوی، جناب حافظ افضل فقیر اور جناب لالہ صحرائی) کے کلام کا مطالعہ فکر و اظہار کے نئے نئے اسالیب سے متعارف کروا سکتا ہے۔ اخلاص نژاد رفتگاں کی ارواح اپنے کلام کے ذریعے اخلاص جو قارئین پر اپنا باطن منکشف کرتی ہیں۔ شرط یہ ہے کہ ان کے کلام کو نیک نیتی اور برکت طلبی کے لیے پڑھا جائے ورنہ سرسری اور ریاکارانہ مطالعہ کیا جائے تو اخلاص سرشت تحریریں اپنی معنویت آشکار نہیں

کرتیں، قاری سے پردہ کر لیتی ہے اور اپنے فیضان کو چھپا لیتی ہیں۔

کسی عارف کا قول ہے (غالباً سید علی ہجویری المعروف داتا گنج بخش کا) کہ ''وہ تصوف جو پابندِ شریعت نہیں وہ زندیق تو پیدا کرتا ہے صدّیقؒ نہیں'' یہی بات نعت گوئی پر بھی پورا اترتی ہے اگر نعت گو خدا ترس، خوش خلق، آداب آشنا اور شریعت کا پابند ہوگا تو اس کی نعت گوئی نہ صرف اس کے لئے نافع ہوگی بلکہ معاشرہ بھی اس کی برکت سے فیض یاب ہوگا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت و عقیدت کا پہلا مطالبہ اور تقاضا ان کی اطاعت ہی ہے آپؐ کا تقلید کوش اور اطاعت رُو رہنا بھی نعت گو کے لئے سعادت کی بات ہے۔ اگر نعت گوئی کا مقصد شہرت و زر طلبی ہے تو نعت نگار یقیناً خسارے میں ہے۔

لالہ صحرائی کی زندگی جس انداز میں بسر ہوئی وہ ہم جیسے نعت کاروں کو نصیب ہو جائے تو خوش بختی کی بات ہے دینی شعائر کا احترام، اپنی تحریروں میں اسلام کے عقائد اور سر بلندی کے لئے تگ و دو اور اپنے قلم کو اسی مقصد اور مشن کے لئے مصروف کار رکھنا ان کے شخصی اوصاف میں نمایاں حیثیت رکھتا ہے انہوں نے نعت گوئی میں انہی سرمدی مقاصد کو پیش نظر رکھا یہی وجہ ہے کہ ان کی نعت اصلاحی اور مقصدی اندازِ نعت کا رنگ ڈھنگ رکھتی ہے محبتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم تو خیر نعت کی تخلیق میں ایک بنیادی حیثیت رکھتی ہی ہے اور آپؐ کی ذات سے شیفتگی اور عقیدت کے اظہا میں والہانہ پن نعت کی تاثیر میں اضافے کا موجب ہوتا ہے مگر اس محبت اور حُب کے ساتھ شریعت کی پابندی بھی ضروری ہے نیز نعت کے لئے سیرت رسولؐ سے مضامین کا انتخاب اور موضوعات کی تلاش میں تفکر بھی ضروری ہے۔ شاعر جتنی ریاضت کرتا ہے اس کی نعت کا باطن فکری اور علمی طور پر اتنا ہی ثروت مند ہوتا جاتا ہے اور یہ کام حُبّ اطاعت نژاد ہی سے ہوتا ہے۔ بحمد للہ لالہ صحرائی کو یہ دولت حاصل تھی انہوں نے اپنی نعت کے فکری بنت (Texture) میں کئی ایسے مضامین شامل کئے ہیں جو ہماری میلادیہ محافل میں نعتیں پڑھنے والے شاعروں سے مختلف ہیں خصوصاً رسول اکرمؐ کے غزوات کے حوالے سے لالہ صحرائی نے معاصر نعت کو ایک منفرد جہت دی ہے سادگیٔ اظہار کے

ساتھ رزمیہ شکوہ اور رجزیہ آہنگ نے ان کی نعت گوئی میں ایک جداگانہ شان پیدا کی ہے جو خصوصی مطالعے کی متقاضی ہے۔

مجھے امید ہے کلّیات کی اشاعت کی بعد لالہ صحرائی کے مقام و مرتبہ کو بھی ایک نئی جہت اور جست میسر آئے گی کلّیات کے مرتب ہماری مبارکباد کے مستحق ہیں اللہ تعالےٰ سے دعا ہے کہ وہ ان کی سعی کو مشکور فرمائے۔

❖……❖……❖……❖

سحابِ رحمت: ___ اسلم فیضی

اسلم فیضی کا تخلیقی سفر قریب قریب نصف صدی پر پھیلا ہُوا ہے ان کی شاعری کا آغاز گزشتہ صدی کی ساتویں دہائی کے اس زمانے میں ہُوا جب کل پاکستان بین الکلیّاتی مشاعروں کی فضا میں آج کے بہت سے اہم شاعر اپنی تخلیقی زندگی شروع کر رہے مختلف کالجوں میں منعقد ہونے والے طرحی مشاعروں اور موضوعاتی نظموں کے مقابلوں نے بہت سے شاعروں کو ایک دوسرے کے قریب کر دیا تھا محمود شام، سرمد صہبائی، سلیم بیتاب، عدیم ہاشمی، شجاعت علی راہی، امجد اسلام امجد، حسین سحر، اقبال ارشد، عزیز انجم وغیرہ کئی نام اِس وقت ذہن میں آ رہے ہیں اور بہت سے نام اس وقت یاد نہیں یہ مشاعرے نومبر دسمبر سے شروع ہوتے اور فروری مارچ تک جاری رہتے ہر کالج سے دو دو شاعروں کی ٹولی شہر شہر پہنچتی ایک نظم اور دوسرا غزل کے مقابلے میں حصہ لیا بعض کالجوں میں پورا ہفتہ تقریبات ہوتیں حسنِ قرأت کا مقابلہ انگریزی، اردو، پنجابی مباحثے اور پھر مشاعرے بعض شاعر ایک شہر کے مشاعرے سے اگلے شہر کے مشاعرے (اکثر طے شدہ پروگرام کے مطابق اور کبھی کبھار از خود) کے لئے روانہ ہو جاتے اور واپس آ کر کالج سے ٹی اے ڈی اے کی رقم موصول کر لیتے ان مشاعروں سے طالب علم شاعر بہت کچھ سیکھتے ایسے مشاعروں میں سب سے اہم مشاعرہ 'شمع تاثیر' کے نام سے اسلامیہ کالج سول لائنز میں منعقد ہوتا جس میں 'شمع تاثیر' کے نام سے گردشی نشان ظفر یا رننگ ٹرافی ___ نظم و غزل میں انفرادی انعامات حاصل کرنے والی ٹیم کو بہ حیثیت مجموعی نمایاں کارکردگی کا مظاہرہ کرنے پر دی جاتی ان مشاعروں میں ناصر کاظمی، انجم رومانی، شہرت بخاری، شہزاد احمد جیسے شاعر ممتحن ہوتے اور غلام رسول مہر، سید عابد علی عابد، بیگم

ایلس فیض جیسی شخصیات مہمان خصوصی یا صدر مشاعرہ ہوتیں۔

مَیں نے اپنی شاعری کے ابتدائی سالوں میں ایسے ہی مشاعروں سے تربیت حاصل کی اسلم فیضی سے میری ملاقاتیں ایسے مشاعروں میں ہوئیں ان کی سنجیدگی، سادگی، متانت اور کسر نفسی کے اوّلین نقوش انہی ملاقاتوں کی عطا ہیں خصوصاً ایسے مشاعروں کے بعد کی رات جس میں سونا کم اور خوشگوار رتجگے کی کیفیت زیادہ ہوتی ہم طالب علم شاعروں کو ایک دوسرے سے تفصیلی ملاقات کے مواقع ملتے۔ اسلم فیضی ان شاعروں میں سے ہیں جوان مشاعروں کے ہجوم سے اپنی تخلیقی کارکردگی کے تسلسل کے سبب نمایاں شاعر ہو کر نکلے اور آج تک اپنے آپ کو ہنروری سے وابستہ رکھے ہوئے ہیں اس نشاندہی کی ضرورت اس لئے پیش آئی کہ ایسے مشاعروں میں وقتی ضروریات کے تحت شاعری کرنے والے کئی شاعر اُنہی دنوں معدوم ہو گئے۔

اسلم فیضی نے شاعری کی مختلف سمتوں میں اپنا سفر جاری رکھا۔ غزل، نظم، ہائیکو، نعت اور حمد وغیرہ انہوں نے مختلف اصناف سخن میں طبع آزمائی گئی اور اردو شاعری کو کئی خوبصورت مجموعے دیئے ان کا فن مقدار اور معیار دونوں حوالوں سے ایسا ہے کہ اردو شاعری میں اُن کی خدمات پر جامعات میں تحقیقی وتنقیدی کام کا آغاز بھی ہو چکا ہے کوہاٹ اور پختون خوا سے نکل کر ان کی شہرت ملک کی معاصر شاعری کے منظر نامے تک پھیلی ہوئی ہے۔

زیرِ نظر مجموعہ ان کی نعت کا مجموعہ ہے جس میں اُن کی حمدیہ شاعری کے کچھ نمونے بھی ہیں اور سلام ومنقبت کے بھی ___ اُن کی نعت' رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اُن کی شیفتگی اور ارادت کی مظہر ہے۔ نعتیہ شاعری سے میری طالب علمانہ وابستگی اور مطالعہ کا نتیجہ یہ حقیقت بتاتا ہے کہ اس صنف میں بنیادی جوہر اخلاص کا ہوتا ہے یہ وہ وصف ہے جو بارگاہ نبیؐ میں ہمیشہ قبول ہوتا ہے اور نعت کے میدان میں شہرت طلبی، نام ونمود کی خواہش اور زورفن کے اظہار کی نمائش سے الگ اُس بابرکت اور ثروت مند 'قدرِ حقیقی' (Real Value) کا درجہ رکھتا ہے جو شاعری کی جان ہوتا ہے یہ خوبی اور وصف (دوسری اصناف سخن کے برعکس) نعت کے لئے از حد ضروری ہے

۔ بیسوؤں نعتیہ دیوانوں اور ہزاروں نعتیہ شعروں میں قبولیت، ثبات اور دوام اُسی نعت پارے کو حاصل ہوتا ہے۔

بقول اقبال ؎ جس کو کیا ہو کسی مردِ خدا نے تمام

بارگاہِ ایزدی اور دربارِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں ایسا ہی کلام مقبول ہوتا ہے۔

اللہ ہمیں معاف فرمائے نماز کے بارے میں حدیث ہے کہ اگر وہ عدم توجہ اور نمائشی انداز میں پڑھی گئی ہے تو وہ بھی اللہ کے ہاں نامقبول ہے اور ایسی نماز کے قبول و اجر کا کیا ذکر، اس کو کسی بوسیدہ کپڑے میں لپیٹ کر نمازی کے مونہہ پر مار دیا جائے گا بارِ دگر دعا ہے کہ اللہ ہمیں معاف کرے اگر ہماری نعت نگاری اخلاص کے وصف سے عاری ہے تو اس کا انجام کیا ہوگا؟

اسلم فیضی کی نعت کا نمایاں وصف ان کی سادگیٔ بیان ہے اخلاص کا پہلا ظہور سادگیٔ بیاں ہی ہوتا ہے 'از دل خیزد بر دل ریزد' والی کیفیت ہوتی ہے جیسے جیسے خیالات ذہن میں آتے ہیں ویسے ویسے اظہار پذیر ہوتے جاتے ہیں زورِ بیان اور نمائشی قافیہ پیمائی سے مبرّا یہ سادگی یک رخی نہیں ہے الفاظ میں، تراکیب میں، شعری زمینوں میں مختصراً یہ انداز و اسلوب کی ہمہ پہلو سادگی ہے جو اسلم فیضی کے ہاں بحروں، قافیہ و ردیف اور دوسرے شعری قرینوں میں ہر جگہ موجود ہے۔ ان کے یہ چند مطلع دیکھئے:

بخش دیں اپنی رضا میرے حضورؐ
ہے یہی اِک التجا میرے حضورؐ

اے خدا شکر کہ اُن پر ہوئیں قرباں آنکھیں
اُن کی دہلیز پہ رکھ آیا ہوں گریاں آنکھیں

دل کا آنگن مہک مہک اُٹھا
نعت ہونے لگی رقم آقاؐ

ان کی مدحت میں شعر لکھتے ہیں
دِل کے آنگن میں پھول کھِلتے ہیں

اُنؐ کی سیرت سراپا اثر ہوگئی
زندگی روشنی کا سفر ہوگئی

جمالِ مصطفویؐ کا کوئی جواب نہیں
یہ میرے رب کا ہے دنیا کا انتخاب نہیں

میں جہاں بھی جاتا ہوں
آپؐ ہی کو پاتا ہوں

مدینے کا یا رَبّ دِکھا راستہ
یہی ہے ترِے قُرب کا راستہ

حاجیو! مدینے کا جب کبھی سفر کرنا
شوق اور محبت سے اپنی آنکھ تر کرنا

عالمِ قُدس کی توقیر بڑھانے والے
اِک نظر ہم پہ بھی اے عرش پہ جانے والے

اسی سادگی کے حامل یہ اشعار دیکھئے:

کیا بیاں ہوں مروّتیں اس کی
دھوپ میں سائباں مدینہ ہے

اِس کے ذرّے بھی چاند تارے ہیں
کس قدر ضوفشاں مدینہ ہے

کِھلتے رہتے ہیں پھول رحمت کے
خطّۂ بے خزاں مدینہ ہے

مہکنے لگتی ہیں میری سانسیں
کبھی جو آئے خیالِ طیبہ

ہر گھڑی ہر زماں ذکر ہے آپؐ کا
ہر گھڑی آپؐ ہیں ہر زماں آپؐ ہیں

اے خدا کر دے یہ خواہش پوری
میں مدینہ میں سکونت کرلوں

رحمتوں کی بارش ہے
نعت گنگناتا ہوں

آپؐ یاد آتے ہیں
خود کو بھول جاتا ہوں

چلے میرے آقاؐ جو معراج کو
مہکنے لگا عرش کا راستہ
آ گیا مدینے سے
خلد سے میں لوٹا ہوں

ہے مرے سامنے روضہ اُن کا
میں اُجالوں میں اُتر آیا ہوں

حبّ رسول، شہر رسولؐ اور مختلف مناسبات رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے اسلم فیضی کے یہ شعر دیکھئے۔

یہ حمزہؓ کا مرقد شہیدوں کے ڈیرے
اُحد کے قریں خوشبوؤں کے بسیرے

کھجوروں کے جُھنڈ اور معطر فضائیں
پرندوں کے نغمے سویرے سویرے

بس آپؐ کے سوا نہ کوئی دوسرا رہے
دل کے حِرا میں آپ ہوں آباد یا نبیؐ !

اصحاب اور اہل بیت اظہار ہماری نعتیہ شاعری کا اہم مضمون ہے یہ ایک فطری بات ہے کہ آپؐ سے محبت کا لازمہ آپ کی اس سارے ماحول اور ان تمام شخصیات سے محبت ہے جن میں آپؐ نے زندگی گزاری اس محبت کے کچھ نمونے دیکھئے:

ہر زاویے سے کیوں نہ انہیں معتبر لکھوں
فخرِ حیات و فخرِ شہادت حسینؓ ہیں

نعت کا ایک اہم عقیدہ ختم نبوت کا بیان ہے ہمارے ہاں جدید ذہن کے حامل خصوصاً بعض طالب علم اس مسئلہ کی سنجیدہ نوعیت اور اہمیت کو نہیں سمجھتے بعض نام نہاد ترقی پسند ذہنوں، لبرل اور سیکولر لوگوں نے اسے علمائے کرام کا گروہی مسئلہ بنایا ہوا ہے جب کہ حقیقت اس کے برعکس ہے حال ہی میں چھپنے والی 'لا نبی بعدی': یونس امین کی کتاب کے دیباچے میں مَیں نے عقیدہ ختم نبوت کی اہمیت اور دشمنان دین کی طرف سے کی جانے والی مضمون سازش کی نشان دہی یوں کی ہے:

انگلستانی وفد کی رپورٹ (Report of Missionary Fathers) ملاحظہ کیجئے

"Majority of the Population of the country blindly follow their "Peers" their spiritual leaders. If at this stage, we succeed in finding out some who would be ready to declare himself a zilli Nabi (apostolic prophet) then the

large number of people shall rally around him. But for this purpose, it is very difficult to persuade some one from the Muslim masses. If this problem is solved the prophethood of such a person can flourish under the patronage of the Government. We have already overpowered the native governments mainly pursuing a policy of seeking help from the traitors. That was a different stage, for at that time, the traitors were from the military point of view. But now when we have sway over every nook of the country and there is peace and order every where we ought to undertake measures which might create internal unrest among the country."(Extract from the printed report. India office library, London)

ترجمہ:

”ہندوستانی مسلمانوں کی اکثریت اپنے پیروں اور روحانی رہنماؤں کی اندھی تقلید کرتی ہے۔ اگر اس موقع پر ہمیں کوئی ایسا شخص مل جائے، جو ظلّی نبوت (حواری نبی) کا اعلان کر کے، اپنے گرد پیروکاروں کو اکٹھا کرے لیکن اس مقصد کے لیے اس کو عوام کی مخالفت کا سامنا کرنا پڑے گا، اس شخص کی نبوت کو حکومت کی سرپرستی میں پروان چڑھا کر برطانوی حکومت کے لیے مفید کام لیا جا سکتا ہے۔ ہم نے مقامی حکومتوں کو پہلے ہی ایسی ہدایات دی ہوئی ہیں کہ غداروں سے معاونت حاصل کی جائے، اس وقت مسلح غداری ہوئی تھی اور صورتِ حال اور تھی، اب جبکہ ہم نے ملک کے

طول وعرض پر کنٹرول حاصل کر لیا ہے اور ملک میں ہر جگہ امن وامان ہے، ہمیں ایسے اقدامات اٹھانے کی ضرورت ہے جو ملک میں اندرونی شورش پیدا کریں۔ ''(مطبوعہ رپورٹ سے ایک اقتباس: انڈیا آفس لائبریری، لندن)

(W.W.Hunter اپنی کتاب The Indian Musalmans) میں اس کے علاوہ مزید لکھتا ہے:

> ''ہماری مسلمان رعایا سے کسی بھی پُرجوش وفاداری کی توقع رکھنا عبث ہے۔ تمام قرآن مسلمانوں کے بطور فاتح نہ کہ مفتوح کے طور پر تصورات سے لبریز ہے۔ مسلمانانِ ہند ہندوستان میں برطانوی راج کے لیے ہمیشہ کا خطرہ ہو سکتے ہیں۔''

اس وفد نے "The Arrival of British Empire in India" (ہندوستان میں برطانوی سلطنت کی آمد) کے عنوان سے دو رپورٹیں لکھیں، جس میں انہوں نے لکھا: ''ہندوستان مسلمانوں کی اکثریت اپنے روحانی اور مذہبی پیشواؤں کی اندھا دھند پیروکار ہے۔ اگر کوئی ایسا شخص مل جائے جو الہامی سند پیش کرے تو ایسے شخص کو حکومت کی سرپرستی میں پروان چڑھا کر اس سے برطانوی مفادات کے لیے مفید کام لیا جا سکتا ہے۔''

اس مسئلہ کے تحفظ کے لئے باخبر نعت نگار نے ہمیشہ فعاّل رہے ہیں ''معاصر نعت گوئی میں عقیدہ ختم نبوت'' موضوع ایک اہم موضوع ہے جس کے مختلف پہلوؤں کم وبیش تمام پر نعت گو شاعروں نے کچھ نہ کچھ ضرور لکھا ہے اسلم فیضی کے یہ شعر دیکھئے:

خدا نے میرے نبیؐ کو بخشی جہاں میں جب آخری رسالت
تو کیسے کوئی رسول آئے تو کیسے کوئی کتاب اترے

مِرے نبیؐ کی قیادتوں کے چراغ روشن ہوئے تو فیضیؔ
نگر نگر روشنی سی پھیلی نگر نگر انقلاب اُترے

پاکستان کے حوالے سے اسلم فیضی نعت میں مادرِ وطن کو بھی نہیں بھُولتے۔ اس حوالے سے اُن یہ دُعائیہ شعر دیکھیئے:

مِرے وطن پہ بھی برسے تِرے کرم کا سحاب
کہ ہو رہے ہیں پریشان سب غریب مِرے

اسلم فیضی کی نعت کے موضوعات ومضامین میں چند اور حوالے بھی قابلِ ذکر ہیں جن کے مطالعے سے اُن کے نعت کے فِکر کی وسعت کا اندازہ ہوتا ہے۔ نمونے کے طور پہ یہ شعر ملاحظہ ہوں:

حشر کی دعاؤں میں بس مِری دعا ہے یہ
قبر سے جو اُٹھوں تو سامنے مدینہ ہو

آرزو ہے اے فیضیؔ نعت کے اجالوں سے
زندگی ہماری بھی روشنی کا زینہ ہو

اب حاضری کو اذنِ سفر دیجئے حضورؐ!
جینا مِرا فراق نے دشوار کردیا

گزار دوں میں تِری یاد میں حیات اپنی
درونِ سینہ کچھ ایسی صفائی دے مجھ کو

اسمائے رسولِ کریمؐ کا تذکار نعت کا ایک اہم موضوع ہے۔ اسلم فیضی کے اشعار میں حضورِ اکرمؐ کو مختلف ناموں سے یاد کیا گیا ہے مثلاً:

مصطفیٰ ____ مجتبیٰ ____ شافعِ روزِ جزا ____ شفیعِ محشرؐ ____ حبیبِ کبریا ____ ختم المرسلیں ____ تاجدارِ انبیاء ____ پیکرِ صدق و صفا ____ منبعِ جُود وسخا ____ باعثِ ارض و سما ____ نازشِ عرشِ بریں ____ رونقِ ہردوسرا ____ خیرالوریٰ ____ عظمتِ لوح وقلم ____ عرصۂ آفاق کی روشنی ____ تخلیقِ کائنات کاعنواں ____ اجمل واکمل ____ سُلطانِ انبیاء ____ راحتِ عاشقاں ____ سرِّ کون و مکاں ____ نازشِ دوجہاں ____ رحمتِ بیکراں ____ ہستیٔ مہرباں ____ چارہ گر ____ باعثِ رونقِ دو جہاں ____ رسولِ پاک ____ سرورِ کونین ____ تاجدارِ مدینہ ____ حضورِ پاک ____ محبوبِ کبریا ____ خیرالبشر ________ اسلم فیضی نے اپنے نعتیہ کلام میں حضورِ اکرمؐ کومختلف اسمائے مبارکہ سے یاد کر کے اُن کی معنویت سے اپنے کلام کی نعتیہ فضا کو بابرکت اور ثروت مند بنایا ہے۔

اسلم فیضی کی نعتوں میں محاکات کا رنگ بھی نمایاں ہے۔ اُن کے یہ شعر دیکھئے جس میں قاری اپنے آپ کو اُس فضا میں محسوس کرتا ہے جو فضا ان نعتیہ شعروں کے مطالعے سے پیدا ہوتی ہے۔

محسوس ہو رہا ہے جنت میں پھر رہا ہوں
پلکوں سے چومتا ہوں رستا ترے نگر کا

فیضیؔ مِری امید کی معراج یہی ہے
کونین کے داتا کی طرف دیکھ رہا ہوں

جب تصوّر کیا گنبدِ سبز کا
دل معطر ہوا آنکھ تر ہوگئی

نمازِ فجر ادا کر کے جب طواف کیا
تو ہر قدم پہ دعاؤں میں اک اثر آیا
پرندے بھی جہاں کے آسمانی
وہی جنت وہی گلزار دیکھیں

اسلم فیضی نے بعض الفاظ کو اُن کی دلالتِ وضعی میں استعمال کرتے ہوئے ایسے شعر کہے ہیں جب کے تلازمات سے قاری متاثر ہوتے ہیں۔ مثلاً ان شعروں میں زندگی کے بکھراؤ، منظوم ____ مہمل اور مفہوم خوبصورت قرینے سے برتے گئے ہیں:

ہماری زندگی بِکھری ہوئی ہے
مِرے مولا! اِسے منظوم کر دے
ہمیں دنیا نے مہمل کر دیا ہے
ہمیں اب صاحبِ مفہوم کر دے

بہ حیثیت مجموعی اسلم فیضی کا یہ مجموعہ نعت سادگی و اخلاص کا مظہر ہے اس کتاب کے صفحے صفحے اور نعت نعت میں محبت کی مہک اور اخلاص کی حرارت لو دیتی ہے اسلم فیضی کے نعتیہ شعروں کے بین السطور وارفتگی اور جاں سپاری کا جذبہ لو دے رہا ہے دعا ہے کہ یہ مجموعہ نعت خلقت میں مقبول اور خالق کی بارگاہ میں قبول ہو (آمین) میں اپنے تاثرات اس رباعی پر ختم کرتا ہوں۔

سرکارؐ کی نعت کا مجلّہ لکھئے
نورانی مصحفِ تجلّی لکھئے
تاریخِ طبع پر کیا جب کچھ غور
آواز سنی ''بارِغ توّلا'' لکھئے

۱۴۴۰ھ

❖……❖……❖……❖

صبیح رحمانی ___ نعت کا شجر الاشجار*

نرسریوں میں ہزاروں تازہ تازہ پودے موسم بہ موسم لگائے جاتے ہیں اپنے اپنے وقت پر وہ وہاں سے دوسری جگہوں پر منتقل ہوتے رہتے ہیں کوئی ایک پودا بوجوہ وقت کے ساتھ ساتھ اتنا بڑا ہو جاتا ہے کہ وہ اس نباتاتی ذخیرہ میں ایک تن آور اور کہن سال درخت بن جاتا ہے پھر اس کا وہاں سے منتقل ہونا ناممکن ہو جاتا ہے اور وہ برگد نما درخت اس ذخیرے کی شناخت اور پہچان بن جاتا ہے وہ اس علاقے میں روبہ عمل تمام کارکردگی کا شاہد ہوتا ہے اور ہر طرح کی روئیدگی کا سب سے پرانا اور بڑا گواہ ___ اگر اس لفظ/ترکیب 'شجر الاشجار' کو اس کے تلازماتی بہاو؟ اور اس کی استعاراتی وسعتوں میں جا کر دیکھیں (یہاں میں مارٹن لنگز کے تصور سے بہت مختلف ہو رہا ہے ترکیب انہی کی ہے مگی خدماتِ نعت کے لئے استعمال کرنے کے لئے کوشاں ہوں) تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ 'شجر الاشجار' وقت کے ساتھ ساتھ ایک اہم حوالے، اعتبار، شناخت اور منفرد مقام و مرتبہ کا حامل ہو گیا ہے۔ یہاں ہم سابقہ تمہیدی گفتگو کی اصطلاحی پابندی سے نکل رہے ہیں اور اس کے استعاراتی اور تلازماتی مفہوم کے دائرے ہیں داخل ہو رہے ہیں۔

اردو نعت کا معاصر بیانیہ جس کا پھیلاؤ......گزشتہ صدی کے آخری ربع سے روزافزوں ہے سے زیادہ دیکھتا ہوں اب تک اپنے سفر کی قریباً ساڑھے چار دہائیاں مکمل کر چکا ہے نعت کی تخلیق، ترتیب، تحقیق و تنقید اور نشر و اشاعت کا جتنا کام ان سالوں میں ہُوا اردو شعر و ادب کی تاریخ میں پہلے نہیں ہوا۔ اس پھیلے ہوئے کام کے جائزے یا اس سفر کی ادبی حیثیت، اہمیت اور صنفی خدوخال مرتب کرنے میں جن نعت کاروں (نعت نگاروں، نعت کے ناقدوں، محقّقوں، مرتّبوں،

مدیروں، مبصّروں، اینکر پرسنوں اور دیگر کارکنوں) نے ان گزشتہ عشروں میں بہ حیثیت مجموعی اپنی سعیٔ جمیلہ کا شائستگی سے اظہار کیا ہے ان میں نمایاں نام سید صبیح رحمانی کا ہے انہیں یہ منصب ان کی دیگر خدمات نعت کے علاوہ 'نعت رنگ' کی رجحان ساز ادارت نے عطا کیا ہے۔ رجحان ساز اس حوالے سے کہ حال ہی میں 'دبستان نعت' (بھارت) اور 'جہانِ حمد و نعت' (مقبوضہ کشمیر، بھارت) جیسے نعت کے جریدے بھی 'نعت رنگ' ہی کے طرز و اسلوب کا عکس لئے ہوئے ہیں۔

یوں آج کی نعت کا شجر الاشجار ــــ صبیح رحمانی ہے جسے اللہ تعالیٰ نے ایسی صلاحیت، جذبہ، محنت، کارکردگی، وژن اور خدمت کا منفرد ذوق بخشا ہے کہ آج اردو نعت 'موضوع محض' کے عمومی اظہار سے آگے بڑھ کر ایک با قاعدہ ادبی صنف اور پختہ ہنرکاری کے درجہ پر فائز ہو کر اب ایک مستقل تخلیقی و فنی روائت کے راستے پر گامزن ہو چکی ہے ــــ ایک ایسی روائت جس کا آغاز اردوئے قدیم کے نعتیہ نمونوں سے شروع ہوتا ہوا محسن کاکوروی، امیر مینائی، احمد رضا خاں بریلوی، ظفر علی خاں، علامہ اقبال اور دوسرے بیسوؤں محسنین نعت کے ذریعے اپنی فنّی تشکیل و تکمیل کے لئے گزشتہ صدی کے آخری ربع تک پہنچا۔ اب ایک مستقل اور جداگانہ صنفِ سخن کے طور پر اپنی جگہ اور شناخت بنا چکی ہے۔ اس کی ایک ہلکی سی جھلک ان ہزاروں نعتیہ مجموعوں انتخابوں، گلدستوں اور ان ماہانہ طرحی نعتیہ مشاعروں کے رپورٹوں میں دیکھی جا سکتی ہے جو گزشتہ دہائیوں میں سامنے آئے۔

صبیح رحمانی کی ادبی و شعری کارکردگی کا دوسرا اظہار جو دراصل اُن کا پہلا اظہار ہے ان کی نعت گوئی ہے نعت خوانی اِس صلاحیت کا ذیلی اور ضمنی پہلو ہے انہوں نے اوّل اوّل نعت کو اپنی عقیدت نگاری کے لئے منتخب کیا اپنی نعتیں اپنے پُر تاثیر لحن میں پڑھیں تو نعتیہ حلقوں میں ان کا تعارف ایک ایسے جدید نعت گو کے طور پر ہوا جنہیں قدرت نے مؤثر طرز ادا سے بھی نوازا ہے ــــ بعد میں انہیں ''حالات و واقعات'' نے ایک ایسے گراں قدر کام کی طرف راغب کر دیا جو اس سے پہلے عربی، فارسی، اردو اور دوسری زبانوں میں کسی کو آج تک نصیب نہیں ہوا وہ کام ان

کی بہ حیثیت مدیرِ 'نعت رنگ' کارکردگی کی صورت میں ہمارے سامنے ہے۔

حالات وواقعات سے مراد وہ ماحول ہے جو گزشتہ صدی کے آخری عشرے میں نعت کو درپیش تھا گو اس وقت اردوئے قدیم کے چھوٹے چھوٹے نعتیہ نمونوں سے کئی مستقل نعتیہ دیوان بھی مرتب ہو چکے تھے اور محسن کاکوری، امیر مینائی اور احمد رضا بریلوی جیسے فنّی طور پر پختہ شاعروں کے ذریعے یہ صنف کامیابی سے اپنے تشکیلی دور سے گزر چکی تھی لیکن ادبی حلقوں کی طرف سے اس کی جداگانہ حیثیت کو قبول کرنے میں ہچکچاہٹ کا اظہار کیا جا رہا تھا۔ مجھے اکادمی ادبیات کی ایک کمیٹی کے اجلاس کا ایک واقعہ یاد آ رہا ہے یہ میٹنگ ایک انعامی مقابلے کے حوالے سے تھی محترمی حفیظ تائب کے نعتیہ مجموعے پر ادبی انعام کا مسئلہ تھا کچھ شرکاء کا خیال تھا کہ یہ نعت کی کتاب ہے اس کے لئے وزارت مذہبی امور کے جداگانہ انعامات ہوتے ہیں اسے ادبی کتابوں میں شامل نہ کیا جائے جب کہ ڈاکٹر جالبی صاحب اور مَیں اس بات پر بضد تھے کہ نعت، شاعری کی ایک صنف ہے شاعری کے کچھ فنّی تقاضے ہیں اگر کوئی نعتیہ مجموعہ شعر وادب کے فنّی تقاضوں پر بہ کمال وخوبی پورا اُترتا ہے تو اسے ادبی انعام ملنا چاہیے ___ مجھے ڈاکٹر جمیل جالبی کی یہ بات یاد آ رہی ہے کہ:

> '' آج اگر محسن کارکوری کی کتاب ہمارے سامنے ہوتی تو کیا
> اسے نعت کی کتاب سمجھ کر نظر انداز کر دیا جاتا جبکہ کسی بھی ادبی حوالے سے
> دیکھیں محسن کاکوری کا کلام فنّی پختگی اور محاسن شعری کا اعلیٰ نمونہ ہے''۔

یوں شرکائے اجلاس کو قائل کر کے متفقہ طور پر اس سال کے ادبی انعامات میں حفیظ تائب صاحب کے نعتیہ مجموعہ کو شامل کیا گیا بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ اکادمی کے ادبی انعامات کو اس مجموعہ کے ذریعے شرف اور اعتبار بخشا گیا یوں ہم نے اس کتاب کو انعام بدر ہونے سے بلکہ اپنے آپ کو غیر ذمہ داری کے مرتکب ہونے سے بچایا۔ اس سال کے بعد نعتیہ مجموعوں کا شمول بھی ادبی کتابوں میں رواج پذیر ہوا۔ ورنہ اس سے قبل عقیدت نگاری (حمد، نعت، منقبت وغیرہ) کی

کتابوں کو ادبی مقابلہ جات بلکہ سرکاری سطح پر ملنے والے اعزازات میں عام طور پر نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔ اب خدا کا شکر ہے نعت خوانوں کے ساتھ نعت نگاروں کی ادبی اور تخلیقی کارکردگی کو بھی لائق اعزاز سمجھا جاتا ہے۔ گزشتہ سال سرکاری سطح پر صبیح رحمانی کی ادبی خدمات پر ان کی پذیرائی بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔

آج سے تین چار عشرے قبل ہمارے ادبی منظر نامے کی یہی صورت حال تھی یہ وہ حالات و واقعات ہیں جن میں صبیح رحمانی کے دل میں نعت رنگ کے اجراء کا خیال آیا وہ رفقاء خوش نصیب ہیں جو آغاز کار ہی میں اُن کے ساتھ صلاح و مشاورت میں شامل رہے اور 'نعت رنگ' کے بارے میں اِس اساسی نکتے پر متفق ہوئے کہ نعت کی صنف فنّی مدارج سے گزر کر ہی 'ادب یاب' قدر و منزلت حاصل کر سکتی ہے اللہ تعالیٰ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کے اظہار کی بے شمار شکلیں ہیں ہر ارادت مند اپنی عادت، مزاج، طبیعت، ماحول اور میلان و رجحان کے مطابق اس محبت کا اظہار کر سکتا ہے، کرتا رہا ہے اور کرتا رہے گا اور اس کی اخلاص کی نسبت کے مطابق اللہ کریم اس کو اِس اظہارِ عقیدت کا اجر دے گا___ نعت کا درجہ اگر ادب کی صنف کے حوالے سے مطلوب ہے تو وہ اظہار ادبی معیارت کی پاسداری کا بھی تقاضا کرتا ہے یعنی ایسا اظہار جس میں لفظ سے پیش کش تک کے ہر مرحلے پر صف ادب (شعریات) کے تقاضوں کو ملحوظ رکھا جائے ایسا اظہار جو 'اظہارِ محض' نہ ہو شعری خصوصیات کا حامل بھی ہو یعنی اظہار برائے اظہار کی بجائے نعتیہ مضامین و موضوعات کا اظہار شاعری کی فنی نزاکتوں، مہارتوں قرینوں اور دوسرے جملہ تقاضوں سے عبارت ہو اور یہ تقاضے طرز احساس سے طرز اظہار کی اُن تمام خصوصیات اور محاسن کے حصول کو پیش نظر رکھتے ہوئے پورے کئے جا رہے ہوں جو کسی بھی عہد___ علاقے اور زبان کی اعلیٰ شاعری کے لازمے کی حیثیت رکھتے ہیں اور جو تحقیق و تنقید کے جملہ معیارات پر پورے اترتے ہوں۔

نعت کو مسلّمہ فنی لوازمات کی روشنی میں زِیر مطالعہ لانا۔ 'نعت رنگ' کا فقید المثال

کارنامہ ہے جزوی طور پر ایسا کام پہلے بھی ہو رہا تھا اور فن شاعری کے بین الاقوامی معیارات کی روشنی میں نعت پر تحقیق وتنقید کا کام کرنے والے اپنے اپنے طور پر ایسے مطالعے اور محاکمے کر بھی رہے تھے مگر کم کم رک رک کر، اپنے اپنے انداز میں، جیسے پگڈنڈیوں کے مسافر ہوتے ہیں نعت رنگ نے مطالعہ ومحاکمہ کی نعتیہ روایت کو ایک وسیع، منضبط، قابل اعتماد تناظر عطا کیا اور ان پگڈنڈیوں کو شاہراہ آشنا کیا____ اب غیر محسوس طور پر گزشتہ تین دہائیوں کی نعت رنگی روایت کے سبب نعتیہ مطالعات کو ایک مبسوط رنگ وآہنگ، تنقیدی نظام اور مطالعاتی روّیہ عطا کیا ہے آج کی نعت شعر وفن کے تقاضوں سے کس طرح عہدہ برآء ہو رہی ہے؟ شعریات کے عالمی قوانین و ضوابط کی روشنی میں نعتیہ مضامین وموضوعات کا اظہار کیا درجہ رکھتا ہے؟ ہمارے ناقدین نعت ان سوالات اور اُمور ومسائل کی روشنی میں نعتیہ تخلیقات کا جائزہ لے رہے ہیں نعت رنگ کا اب تک کا سفر، نعت کے حالیہ بیانیے کے مختلف مرحلوں کا شاید ہے اور اس کے اب تک شائع ہونے والے شمارے اس بیانیہ کے حوالے سے ایک واضح اور 'جہت یاب' انفرادیت کے گواہ ہیں۔

جہت کا لفظ اپنے تلازماتی مفاہیم میں کثیر الجہات اور بیسوؤں معروف انگریزی الفاظ اور اصطلاحات

Target, course, passage, road, pay, progression, movement, type, advance, track, channel, evolution, process, trend, sequence, orbit, growth, manner, merit, line procedure, system, form, method, rut, rule,duct, trajectory, policy, current, circuit, space, age, era, aim, direction, pattern, model, architype, standard, paradigm, methology

وغیرہ۔ اس کی بیسوؤں معنوی اشکال ہیں جو اپنے استعمالات ہی سے واضح ہوتی ہیں

بقول شاعر:

نو بہ نو روحِ معانی لفظ کو شعروں نے دی
گھٹ کے زندانِ لُغت میں لفظ بے جاں ہو گیا

سو نعت نگاری کے مقصد، اسلوب، طریق کار، حصول، منزل تک رسائی کے طور طریقے، اسالیب و انداز، طرز وروش، نمونے، امثال اور دوسرے کئی استعمالات اس لفظ (جہت) کے معنوی تناظرات میں جھلکتے ہیں 'نعت رنگ' کے مضامین نگاروں نے گزشتہ دہائیوں میں نعت کے فکری و فنّی امور ومسائل کو ایک ادبی جہت عطا کرنے کی جو کوشش کی ہے اس سے یہ صنف ادبیات عالیہ کے فنّی معیارات سے آشنا ہوئی ہے جو ایک تاریخ ساز کارنامہ ہے۔ اب نعت نگاروں کا کام بلکہ ان کی ذمہ داری ہے کہ ان معیارات کی روشنی میں اپنی تخلیقی کارکردگی کے خدوخال کو نکھاریں اور سنواریں اپنے تخلیق سفر کو اعلیٰ فکری و فنّی تقاضوں سے ہم آہنگ کریں اور رکھیں ___ مضامین کی ادائیگی میں ندرت، جدّت اور ادبیات عالیہ کے اظہاری قرینوں کو پیش نظر رکھیں ___ نوع انسانی کے سب سے بڑے رسولؐ اور سب سے بڑے انسان کی بابت گفتگو کرتے ہوئے ممکن حد تک ادب واحترام، شائستگیٔ فن اور خوش سلیقگیٔ فکر کا خیال نعت نگار کی اوّلین ذمہ داری ہے۔

صبیح رحمانی کا یہ بڑا کارنامہ ہے انہوں نے استقامت سے گزشتہ عشروں میں اس 'جہت یابی' کے لئے شبانہ روز محنت کی اس محنت کا ثمر نعت رنگ کے پہلے شمارے سے آخری شمارے کے فرق میں دیکھا جا سکتا ہے شمارہ بہ شمارہ مضامین کی فراہمی سے پیشکش تک کے مراحل میں خوشگوار تبدیلیاں سامنے آئی ہیں ۵۹۹۱ء سے اب تک قریباً تیس سالوں میں نعت تحقیق، تنقید، ترتیب اور تخلیق کے جس روز افزوں گراف کی طرف مائل ہے اس کے مختلف پہلو اور مدارج نعت رنگ کی سابقہ اشاعتوں میں دیکھے جا سکتے ہیں۔

'نعت رنگ' کے مرتب اور اس سارے پروگرام کے میزبان (Host) کے طور پہ صبیح رحمانی جس انہماک، تن دہی سے اس (کارِ ادارت) سے وابستہ اور مصروف رہے اس کا فرق ان

کی نعت گوئی یہ بھی پڑا تخلیق نعت سے اُن کی دوری ایک بڑے کام اور مشن کے لئے تھی لہٰذا انہوں نے ایک بڑے مقصد کے حصول کے لئے یہ دوری بھی قبول کی اس کا انہیں بھی احساس ہے اور ہم لوگوں کو بھی ___ تاہم ان کا دستیاب سرمایہ نعت بھی مقدار اور معیار دونوں حوالوں سے لائق مطالعہ اور قابل تحسین ہے۔

معاصر نعت میں صبیح رحمانی نے عمدہ کارکردگی سے اپنا نام بنایا انہوں نے اپنے نعتیہ کلام میں ادب واحترام کے جن تقاضوں کو ملحوظ رکھا ہے وہ لحاظ اور پاسداری ان کی نعت گوئی کا نمایاں پہلو ہے صبیح کے حوالے سے ان کی نعت گوئی کے اس وصف کے پہلے زیر جائزہ لانے کی ایک وجہ ہے اور وہ یہ کہ وہ ایک کامیاب نعت خواں بھی ہیں ___ عام طور پر اگر نعت خواں، نعت نگار بھی ہو تو اس کا فن کبھی کبھار اعتدال وتوازن کے درجے سے تھوڑا سا ہٹ جاتا ہے نعتیہ مجالس میں سامعین کی داد اور زیادہ حوصلہ افزائی کا اظہار جن شعروں پر ہوتا ہے وہ عوامی ذوق کے مطابق ہوتے ہیں اور ان میں نعت کی صنف کا ادب واحترام کبھی کبھار ملحوظ نہیں رہتا آپ کسی نعتیہ مجلس میں چلے جائیں اکثر نعت نگار سامعین کے جذبے وجوش کے مطابق نعتیں پڑھتے ہوئے پائیں گے بعض اوقات ان کا کلام معروف فلمی گانوں کی طرزوں میں اور عوامی لب ولہجہ جس میں نعت کے شرعی تقاضے مجروح ہوتے نظر آتے ہیں علامہ اقبال کے الفاظ:

کھویا نہ جا صنم کدۂ کائنات میں
محفل گداز! گرمیٔ محفل نہ کر قبول

کے برعکس ہمارے نعت خواں ’گرمیٔ محفل‘ قبول کرتے ہوئے عوامی داد و دہش کے سیل میں بہہ جاتے ہیں اور محفل گداز بننے کی بجائے سامعین کے جذبات کی رو میں شامل ہو جاتے ہیں۔

صبیح رحمانی کی نعت گوئی کا رنگ ایسے مجلسی انداز نعت سے مختلف ہے ان کی نعت میں ادب واحترام کے تقاضوں کو ملحوظ رکھا گیا ہے ان کی نعت گوئی شرعی تقاضوں کی پاسداری کے ساتھ

فنّی تقاضوں کو بھی ملحوظ رکھتی ہے انہوں نے نعت کا اعلیٰ ذوق رکھنے والے دلوں کی ترجمانی کی ہے مگر مجلسی اور عوامی لب ولہجہ استعمال نہیں کیا ان کی نعتیں دلپذیری کے ساتھ غور وفکر کا مواد بھی فراہم کرتی ہیں ان کی معروف نعت (جو اُن کی وجہ شہرت ٹھہری اور جس) کا مطلع ہے:

کوئی مثل مصطفیؐ کا کبھی تھا، نہ ہے، نہ ہو گا
کسی اور کا یہ رتبہ کبھی تھا، نہ ہے، نہ ہو گا

کتنے سیدھے انداز میں بلیغ نعتیہ فکر کا ترجمان ہے اس کی بحر کا دو مساوی حصوں میں تقسیم ہونا، مصرع اولیٰ اور ثانی میں تینوں زمانوں ماضی، حال اور مستقبل کو جمع کرنا اس نعت میں سادہ قافیہ اور طویل ردیف کا استعمال اور ہر شعر میں نعتیہ مضامین وموضوعات کا ایک منفرد پہلو پیش کرنا ان کی تخلیقی مہارت کا ثبوت ہے انہوں نے کتنی سہولت سے اس نعت میں فکر اور طرز ادا کے کئی خصائص جمع کر دیئے ہیں یہ پوری نعت سادگی و پُرکاری کا خوبصورت نمونہ پیش کرتی ہے اس میں ردیف جس قرینے کی متقاضی تھی صبیح نے اس کا خوش سلیقگی سے استعمال کیا ہے۔

نعت کے مضامین جس احتیاط اور ذمہ داری کا تقاضا کرتے ہیں صبیح رحمانی کی نعت میں ان کا لحاظ موجود ہے۔ شعریات میں جس پہلے ناقد (First Critic) کا ذکر کیا ہے صبیح رحمانی کا وہ ناقد نہ صرف مضبوط ہے بلکہ اداشناس بھی ہے یہی وجہ ہے کہ اس کے نعتیہ اشعار میں صنف نعت کے تقاضوں اور اعلیٰ فن کے مطلوب قرینوں کی پاسداری نظر آتی ہے اس کے داخلی ناقد کی تربیت میں لاشعوری طور پر 'نعت رنگ' کے مضامین ومقالہ جات کے مطالعہ کے اثرات کارفرما ہیں انہوں نے 'نعت رنگ' کی ادارت میں موصول ہونے والا مواد اور مکاتیب جانے کتنی بار پڑھے ہوں گے گزشتہ تین دہائیوں کے مطالعے نے انہیں فن نعت کی جن باریکیوں سے روشناس کرایا ہے اور ان کا داخلی ناقد نعت کے امور ومسائل سے جس طور منسلک رہا ہے اس کے اثرات بلکہ ثمرات ان کی نعتوں میں نمایاں ہیں۔

میں مختلف مثالوں سے ان کی خدمات نعت کے حوالے سے لکھے گئے اس بیانیہ کو زیادہ طول نہیں دینا چاہتا تاہم یہ چند اشعار ضرور آپ کے گوش گزار کرتا چاہتا ہوں۔

ان کی نسبتوں سے دعاؤں کا شجر سبز ہوا
ورنہ ٹلتا ہی نہ تھا بے ثمری کا موسم

ان کی نسبتوں سے دعاؤں کا شجر سبز ہوا
ورنہ ٹلتا ہی نہ تھا بے ثمری کا موسم

آپ کا ذکر کبھی کم نہیں ہوگا آقا
آپ کے ذکر کو اللہ نے رفعت دی ہے
تلخ لہجوں کو جس شائستہ بنا دیتی ہے
آپ نے آ کے وہ تعلیمِ محبّت دی ہے

شہر نبی کی کرلی زیارت الحمدللہ الحمدللہ
باقی نہیں دل میں اب کوئی حسرت الحمدللہ الحمدللہ
نظروں میں روضے کا نور آ گیا ہے، ذرّے کے دامن میں طور آ گیا ہے
دل سے ہوئی دُور ہر ایک ظلمت الحمدللہ الحمدللہ

یہ تو چلتا ہے پتا شہرِ مدینہ جا کر
کیسے انسان کوئی تا بہ فلک جاتا ہے

صبیح ارضِ وطن پہ ہو نور کی بارشیں
صدائے نعت سے ہوں ساری بستیاں روشن

درود پڑھتی ہوئی ساعتوں کے جھرمٹ میں
سلام پڑھتا ہوا میں بھی تھا مواجہ پر

تھا شبِ اسریٰ بھی ان کو تنہا اُمت کا خیال
میرے آقا آگئے عرشِ معلیٰ چھوڑ کر

فرشتوں نے مری لوحِ عمل پر روشنی رکھ دی
ثنا خوانِ محمد لکھ دیا اوّل سے آخر تک

ان کی نعت گوئی کے بارے میں مَیں نے کچھ سال پہلے اپنے تاثرات کا اظہار کرتے ہوئے کہا تھا کہ:

> ''نعت گوئی کے لوازمات میں ذوق اور قرینہ کو بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ ذوق اچھی شاعری کا جو، شعری خصائص اور فنّی خوبیوں کا ضامن ہوتا ہے اور قرینۂ اظہار کے باب میں کہ یہ ترسیل جذبات و احساسات کا وہ ذریعہ اور حوالہ ہے جو اچھی شاعری خصوصاً نعتیہ شاعری کی جان ہے۔ مبارک باد کے مستحق ہیں وہ شاعر جنہیں نعت رسالت مآبؐ کا قرینہ ودیعت ہوا ہے۔ صبیح رحمانی اردو کے جواں سال نعت نگاروں کی صف میں اس حوالے سے منفرد حیثیت اور شناخت رکھتے ہیں کہ وہ شاعری کے عمدہ ذوق کے ساتھ ساتھ نعت گوئی کے قرینے سے آشنا ہیں

> ان کی نعتیہ شاعری کی عمر ابھی زیادہ نہیں مگر مختصر سے عرصہ ہی میں ان کی نعت گوئی نے قارئین کو اپنی طرف متوجہ کرلیا ہے نعت کے باب میں وہ جدید لب ولہجہ کے ساتھ ساتھ سیرت رسولِ اکرم صلی ا? علیہ وسلم کا شعور رکھتے ہیں اور ذاتِ رسالت مآب کے منصب، پیغام، سیرت وکردار اور اوصاف وفضائل کی بات کرتے ہوئے احترام کے ان جملہ تقاضوں کو ملحوظ خاطر رکھتے ہیں جو نعت گوئی کے لئے ضروری ہے۔ صبیح کی نعت گوئی اپنے اندر وسیع امکانات لئے ہوئے ہے زمینوں کے انتخاب سے لے کے بات کہنے کے انداز تک میں ان کے ہاں تازگی اور شائستگی جھلکتی ہے لحن کی نادرہ کاری کے ساتھ ساتھ اظہار و بیان کی خوش سلیقگی ان کی نعت گوئی کو نہ صرف اپنے ہمعصروں میں ممتاز گردانتی ہے۔ بلکہ کئی سینئر نعت گو شاعروں سے بھی نمایاں اور منفرد مقام کی حامل ٹھہراتی ہے۔''

ان کی دیگر خدماتِ نعت کے ساتھ ساتھ ان کی نعت نگاری بھی جاری ہے اگر وہ 'نعت رنگ' کی ادارت میں مصروف نہ ہوتے تو شاید وہ اپنی نعت نگاری پر اور زیادہ توجہ دیتے ____ مگر یہ کیسے ممکن تھا؟ ____ ان کے ذمہ قدرت نے ایک تاریخ ساز کام لگایا تھا جسے وہ عمدگی سے کررہے ہیں ____ نعت نگار تو اور بھی بہت سے ہیں اور ہر آتے زمانے میں سینکڑوں آتے رہیں گے مگر صبیح رحمانی تو ایک ہے ____ 'نعت رنگ' کا مدیر صبیح رحمانی ____ اللہ تعالیٰ خدمات نعت کے حوالے سے اسے توفیقات مزید سے نوازے (آمین)

صبیح رحمانی ہمارے گلشنِ نعت کا شجر الاشجار ہے ____ معاصر نعتیہ بیانیے کا زندہ شہید ____ نعتیہ مضامین و مقالہ جات کی جمع آوری پر مامور ایک شائستہ مدیر ____ جس نے گزشتہ تین دہائیوں میں نعت کی صنف کو ادبیاتِ عالیہ کے درجہ و مقام پر فائز کرنے کے لئے جو کام کیا وہ آج تک کسی ادارے نے نہیں کیا۔ اگرچہ ادب میں کوئی دعویٰ بے کار کی بات لگتا ہے تاہم اگر کسی فرد

نے ایسا کام کیا ہے تو میں اس کا نام جاننے کا آرزومند ہوں۔

مَیں اپنے تاثرات اس رباعی پر ختم کرتا ہوں

ہے نعت کے باب میں دُرِ تابندہ
خدماتِ نعت اُس کی ہیں رخشندہ
لاریب، صبیح اس دبستان اندر
ہے آج کی نعت کا شہیدِ زندہ

❖……❖……❖……❖

---

* شجرالاشجار (Tree of trees) کی اصطلاح معروف مغربی مسلم سکالر مارٹن لنگز (2005-1909-Martin Lings) جن کا اسلامی نام ابوابکر سراج الدین ہے کی کتاب What is Sufism کے اردو ترجمہ تصوف کیا ہے؟ سے مستعار لی گئی ہے یہ ترجمہ آج سے تیس پنتیس سال قبل ہمارے محترم دوست چوہدری صفدر علی ایڈووکیٹ مرحوم نے کیا تھا (Tree of trees) کا ترجمہ شجرالاشجار کیا تھا۔ (رم)

صبیح رحمانی کی نعت نگاری___ ایک مطالعہ

صبیح رحمانی کی انفرادیت اگرچہ ’نعت رنگ‘ کے مدیر کے طور پر ان کی عمدہ کارکردگی ہے جس کی دُور دُور کہیں مثال نہیں ملتی اس کارکردگی کا واحد ہدف ادبیات عالیہ کے تنقیدی معیارات کی روشنی میں نعت کے فکروفن کے جائزے کی کوشش ہے۔ انہوں نے اس بنیادی نکتے پر برِّصغیر پاک و ہند کے سینکڑوں لکھنے والوں کو جمع کیا بہت سے اہلِ قلم جو اپنے اپنے طور پر نعتِ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی صنف کی دیرینہ روایت میں موجود اعلیٰ ادبی وشعری محاسن اور اس کے امکانات دیکھ رہے تھے ان کو شریکِ کار کیا اور یوں گزشتہ قریباً تین دہائیوں کی کوشش سے نہ صرف یہ کہ نعت کے ذیل میں ایک جداگانہ ’نعت رنگی دبستان‘ تشکیل پا گیا بلکہ ہزاروں صفحات پر مشتمل ایسا وقیع مواد بھی ہمدست ہو گیا جو ’نعت رنگ‘ کے بنیادی اور اساسی نکتے کی تعبیرات وتشریحات پر مشتمل تھا۔

’نعت رنگ‘ کے شرکائے کار نعت کی صنف سے وابستہ تمام احترامات وتقدیسات کے ساتھ اس کے فنّی محاسن اور شعری خصوصیات کی اہمیت کے نہ صرف قائل ہیں بلکہ مستند ادبی وفنّی معیارات اور تنقیدی اصولوں پر نعت کی جانچ پرکھ کو بھی ضروری خیال کرتے ہیں۔ اگرچہ نعت لکھنے والوں کی ایک نمایاں تعداد آج بھی روایتی اور عامیانہ مجلسی انداز کی ترجمان ہے (یہ تو غزل، ناول، افسانہ ہر صنف میں ہمیشہ سے ہوتا آ رہا ہے) مگر ’نعت رنگ‘ کی کوششوں سے ہماری نعت ایک معیار آشنا اسلوبِ فن کے تقاضوں سے متعارف ہوئی اور نعت نگار بھی نعتیہ اسلوبِ فن کے مطلوبہ معیارات کی طرف متوجہ ہوئے۔ اس کا نتیجہ نعت نگاروں کے ذمہ دارانہ طرزِ احساس کی صورت میں سامنے آیا۔

بحمد للہ نعت رنگ کے اس ثمرے کا احساس اور ادراک سب کو ہے اور آج جامعات کے سندی مقالہ جات (ایم ایس، ایم فل اور پی ایچ ڈی) میں جہاں کہیں نعت کی صنف کا جائزہ لیا جا رہا ہے ’نعت رنگ‘ اور صبیح رحمانی کی مساعی کا اعتراف و اظہار ہو رہا ہے۔

ڈاکٹر شمع افروز کا زیرِ نظر مرتبہ مجموعہ مضامین صبیح رحمانی کی ادبی و شعری شخصیت کے ایک دوسرے رُخ کی تفصیلات پر روشنی ڈالتا ہے یہ رخ صبیح کی تخلیقی صلاحیتوں سے متعلق ہے وہ گزشتہ قریباً چار دہائیوں سے نعت نگاری بھی کر رہے ہیں اور ان کی نعتوں کے بارے میں ناقدوں، شاعروں، اساتذہ فن اور مختلف اہلِ قلم نے اپنے خیالات کا اظہار بھی کیا ہے ڈاکٹر شمع افروز نے صبیح رحمانی کی نعت کے بارے میں لکھے گئے مضامین و آرا کو اس کتاب میں جمع کر دیا ہے۔

کسی ادبی میلان، تحریک، رجحان، دبستان یا شخصیت کے بارے میں موجود تنقیدی و تحقیقی مواد کی جمع آوری بظاہر ایک سادہ سا معمولی کام لگتا ہے لیکن جیسے جیسے آپ شعر و ادب (بلکہ کسی بھی موضوع) کے بارے میں کسی بڑے کام کا ارادہ کرتے ہیں مواد تک رسائی اور حوالہ جات کی فراہمی کے مراحل میں اس بظاہر سادہ اور معمولی کام کی حیثیت کا پتہ چلتا ہے عصر حاضر میں زندگی جس طرح معاشی و معاشرتی جبر کا شکار ہو رہی ہے ٹک کر کام کرنے کے مواقع کم ہو رہے ہیں مطلوب مواد کی دستیابی اور حوالہ جات کا حصول ایک مشکل کام بنتا جا رہا ہے۔ مجھ ایسے سہل کار کے لئے مطلوب مواد تک رسائی اکثر ایک مشکل کام بن جاتا ہے۔ علامہ اقبال کا یہ شعر ہم جیسے سہل انگار لوگوں کی ترجمانی کرتا ہے۔

اُس موج کے ماتم میں روتی ہے بھنور کی آنکھ
دریا سے اٹھی لیکن ساحل سے نہ ٹکرائی

یوں اکثر ارادے، منصوبہ بندی کے دوران میں ہی دم توڑ دیتے ہیں ہم جیسے سہل انگار جو باقاعدہ محقق نہیں لیکن کبھی کبھار اپنی فطری اپچ کے تحت کوئی مختصر بات کرنے یہ کسی میلانِ ادب کے بارے میں کوئی رائے دینا چاہتے ہیں ادبی مواد کی کھوج کے خوف اور تلاش کی الجھنوں کے ڈر سے اکثر اپنا ارادہ ہی ترک کر دیتے ہیں ____ ان لہروں کی طرح جو کبھی ساحل یاب نہیں ہوتیں اور کہیں دریا میں گھل مل جاتی ہیں۔

ایسے حالات میں کسی موضوع پر بہت سا مواد بہ یک کتاب مل جائے تو یہ ایک بڑی خوشی اور حوصلہ ملنے کے مترادف ہے زیرِ نظر کتاب جیسے حوالہ جاتی اثاثے اور مواد کے ذخیرے کسی نعمت سے کم نہیں ہوتے۔

نعت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے روز افزوں پھیلاؤ کے ساتھ نعت کے مختلف دبستانوں، رسالوں، انجمنوں، کتابوں، شعری مجموعوں، دیوانوں، شخصیتوں، روّیوں، قسموں، علاقائی مطالعات، مختلف حوالوں سے کتابیات مثلاً (معراج نامے، غزوات نامے، مولود نامے، معجزات نامے، شمائل نامے، ____ وغیرہ کی ضرورت واہمیت روز بروز بڑھتی جارہی ہے۔

ڈاکٹر شمع افروز کا یہ کام لائق تحسین ہے۔ معاصرِ نعت کی ایک اہم شخصیت سید صبیح رحمانی نے نعت کی تخلیق، تحقیق، تنقید اور نشر واشاعت کے بارے میں جو کام کیا وہ تین چار دہائیوں پر پھیلا ہُوا ہے اُن کے فکر وفن اور خدمات نعت کے حوالے سے بیسوؤں ناقدین، احباب، اہل قلم، شاعروں اور ادبی و مذہبی شخصیات نے مختلف اوقات میں اپنے جذبات وخیالات کا اظہار کیا ہے مضامین، مقالات کی صورت میں یا تبصرہ وآرا کی شکل میں ____ یہ تحریریں برّصغیر پاک و ہند (اوراس سے باہر بھی) مختلف کتابوں، بروشروں، رسالوں اور منتخبات میں بکھری ہوئی تھیں ڈاکٹر شمع افروز نے ان کی جمع آوری کی اور سارے مواد کو ایک واضح شکل میں مرتب کیا یہ مجموعۂ مضامین اگرچہ جمع آوری کے حوالے سے ایک تکمیلی صورت کا نمونہ پیش کرتی ہے لیکن یہ دراصل صبیح رحمانی کے فکر وفن پر تحقیقی وتنقیدی کام کرنے والوں کے لئے ایک نئے سلسلے کا خطِّ آغاز ہے۔ مجھے یقین ہے کہ آنے والے دنوں میں مختلف الخیال، مختلف الحیثیت اہلِ قلم کی رائے کا بہ یک کتاب مطالعۂ غور وفکر کرنے والوں کے لئے سوچ بچار کی نئی راہیں پیدا کرے گا صبیح رحمانی کی نعت کے حوالے سے یہ کتاب کئی اعتبار سے لائق توجہ ہے مثلاً

ا۔ یہ کتاب کسی ایک شخص، شاعر، ناقد کے خیالات کی بجائے مختلف اہل قلم کی تحریروں پر مشتمل ہے یوں صبیح رحمانی کے فکر وفن کے بارے میں ملنے والے خیالات وافکار میں ایک مطالعاتی تنوع ملتا ہے ہر ایک نے اپنے مزاج اور میلان کے مطابق صبیح کی نعت کا مطالعہ کیا اور اپنے نتائج فکر کے حوالے سے بات کی۔

۲۔ یہ تحریریں مختلف اوقات میں صبیح کی مختلف کتابوں اور نعتیہ تخلیقات کے حوالے سے لکھی گئیں۔ مختلف عمر اور خطے کے لوگوں نے انہیں لکھا لہٰذا ان کے اندر موجود فکری تنوع اور اسلوبیاتی رنگارنگی نے انہیں زیادہ قابل مطالعہ بنا دیا ہے۔

۳۔ یہ مضامین چونکہ مختلف زمانوں میں لکھے گئے لہٰذا ان کے اندر صبیح کے فکر و فن کے مختلف ادوار اور ان کے اندر صبیح کی نعتوں میں مضامین و موضوعات اور ان کے اظہار بیان کی تبدیلیوں کا سراغ بھی لگایا جا سکتا ہے۔

زیر نظر کتاب کی ایک خوبی یہ ہے کہ معاصر نعتیہ منظر نامے کی ایک نمایاں شخصیت کی تخلیقی کارکردگی کے مختلف مطالعات ایک کتاب میں محفوظ ہو گئے ہیں یوں ترتیب اور جمع آوری کی روایت کو بڑھاوا ملا اس سے پہلے صبیح رحمانی نے ہی حمد و نعت کے حوالے سے جمع آوری کا لائق تحسین کام کیا ان کی درج ذیل کتابیں اسی سلسلے کی مبارک کڑیاں ہیں۔

۱۔نعت نگر کا باسی	۲۰۰۸ء	اقلیم نعت، کراچی
۲۔غالب اور ثنائے خواجہ	۲۰۰۹ء	نعت ریسرچ سینٹر، کراچی
۳۔اُردو نعت میں تجلیاتِ سیرت	۲۰۱۵ء	نعت ریسرچ سینٹر، کراچی
۴۔ڈاکٹر عزیز احسن اور مطالعاتِ حمد و نعت	۲۰۱۵ء	نعت ریسرچ سینٹر، کراچی
۵۔اُردو نعت کی شعری روایت	۲۰۱۶ء	اکادمی بازیافت، کراچی
۶۔کلامِ رضا، فکری و فنی زاویے	۲۰۱۷ء	نعت ریسرچ سینٹر، کراچی
۷۔پاکستانی زبانوں میں نعت، روایت و ارتقاء	۲۰۱۷ء	نعت ریسرچ سینٹر، کراچی
۸۔کلام محسن کاکوروی، فکری و ادبی جہات	۲۰۱۸ء	اکادمی بازیافت، کراچی
۹۔اقبال کی نعت، فکری و اسلوبیاتی مطالعہ	۲۰۱۸ء	اکادمی بازیافت، کراچی
۱۰۔اُردو حمد کی شعری روایت	۲۰۱۹ء	اکادمی بازیافت، کراچی

ان کے علاوہ متعدد انتخابِ نعت اور نعت رنگ کی کئی خصوصی اشاعتیں بھی صبیح کی ایک مرتب کی حیثیت سے کارکردگی کی شہادت دے رہی ہیں۔ یوں ''صبیح رحمانی کی بطور ایک مرتب خدمات حمد و نعت'' پر ایک جداگانہ تحقیقی و تنقیدی مطالعے کی صورت پیدا ہو گئی ہے۔

کاش اسی انداز میں گزشتہ ڈیڑھ صدی میں نعتیہ موضوعات پر بکھرے ہوئے کاموں کی جمع آوری ہو سکے مثلاً مولینا الطاف حسین حالی، کافی مرادآبادی، لطف بریلوی، تمنا مرادآبادی، اقبال سہیل، امجد حیدرآبادی، کرامت علی شہیدی، ظفر علی خاں، شورش کاشمیری، بہزادلکھنوی ___ یہ فہرست سو سے زائد ایسی شخصیات تک طویل ہوسکتی ہے جن پر پرانے تذکروں، کتابوں، رسالوں، تبصروں، تنقیدی کتابوں، جامعاتی سندی مقالوں اور دیگر مصادر سے مواد کی جمع آوری کی ضرورت ہے اِس کے بعد ایسی شخصیات کی نعت گوئی پر ترتیبی کام کو ایک مستقل روایت کی صورت دی جاسکتی ہے ___ رہ گئیں نعت کی عظیم شخصیات مثلاً محسن کاکوروی، امیر مینائی، احمد رضا بریلوی وغیرہ کی تازہ تر معنویت کی دریافت کے لیے ہر دس پندرہ سال کے بعد مطالعات ہونے چاہیں یہی بات علامہ اقبال کے (تعداد میں کم مگر معیار میں بہت) بلیغ نعتیہ اشعار کی زمانی ہم آہنگی کے حوالے سے کہی جاسکتی ہے ان کے نعتیہ افکار مختلف علوم وفن کی روشنی میں ہر پندرہ بیس سال بعد اپنے قاری سے ازسرِنو مطالعہ کا تقاضا کریں گے۔

مثلاً مولانا سنائیؒ کے مزار پر کہے گئے اشعار:

سما سکتا نہیں پہنائے فطرت میں مرا سودا
غلط تھا اے جنوں شائد ترا اندازۂ صحرا

کے اشعار جو......

وہ دانائے سبلؐ، ختم الرّسلؐ، مولائے کلؐ جس نے
غبارِ راہ کو بخشا، فروغِ وادیٔ سینا
نگاہ عشقِ و مستی میں وہی اوّل وہی آخر
وہی قرآں، وہی فرقاں، وہی یٰسں، وہی طٰہٰ

پر ختم ہوتے ہیں۔ ان میں ___

غلامی کیا ہے ذوقِ حسن و رعنائی سے محرومی
جسے زیبا کہیں آزاد بندے ہے وہی زیبا

غلاموں کی بصیرت پر بھروسہ کر نہیں سکتے
زمانے میں فقط مردانِ حر کی آنکھ ہے بینا

- ○ ان اشعار کا نعت و سیرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم سے کیا تعلق ہے؟
- ○ اور آتے زمانے میں نعت کو عمرانیات اور تہذیب و ثقافت اور تمدن کے کن کن حوالوں سے زیرِ مطالعہ لایا جائے گا۔
- ○ علامہ اقبال کا مقدار میں کم نعتیہ اثاثہ کیسے کیسے سیرتی مطالعات کے دَر وَا کرے گا؟

اس کا اندازہ آج کا قاری شائد نہ کر سکے۔ اس طویل جملہ معترضہ کے لئے معذرت ___ مقصود صرف یہ تھا کہ علامہ اقبال کے نعتیہ اشعار ہر دور کے نعتیہ بیانیے میں بلیغ اور مؤثر کردار ادا کرتے رہیں گے۔

مجھے امید ہے صبیح رحمانی کی نعت نگاری پر تنقیدی و تحقیقی کام کرنے والے ریسرچ سکالروں کے علاوہ نعت کی صنف، موضوع، فن اور دیگر مختلف پہلوؤں کے حوالے سے بھی یہ کتاب مفید مطلب ہوگی اس میں کئی اہم ناقدین شامل ہیں۔ شمس الرحمٰن فاروقی، ڈاکٹر ابواللیث صدیقی، ڈاکٹر ابوالخیر کشفی، حفیظ تائب، ڈاکٹر عاصی کرنالی، مبین مرزا، پروفیسر سحر انصاری، ڈاکٹر عزیز احسن، شفقت رضوی، ڈاکٹر سیّد یحییٰ نشیط، ڈاکٹر طارق ہاشمی، کاشف عرفان، الیاس بابر اعوان، ڈاکٹر صاحبزادہ احمد ندیم، ڈاکٹر تحسین بی بی جیسے کئی نئے اور پرانے اہم لکھنے والوں نے صبیح کی نعت کے بارے میں گفتگو کرتے ہوئے نعت کی روایت اور دوسرے کئی پہلوؤں کی طرف بھی جو اشارے کئے ہیں اس کا مطالعہ نعت کا ذوق رکھنے والے عام قارئین کی تشویق میں بھی اضافے کا سبب بنے گا اور انہیں صبیح کی نعت کے آئینے میں معاصر نعت کے کئی عکس بھی نظر آئیں گے۔

اس کتاب کی ترتیب و اشاعت پر جامعہ کراچی کی ذہین اور لایق اُستاد ڈاکٹر شمع افروز کو مبارک، صبیح رحمانی کو بھی مبارک کہ ان پر اب تک لکھے جانے والا مواد حسن و خوبی سے یکجا ہو گیا اور نعت کے عام قارئین کو بھی مبارک۔ جہاں جہاں نعت کی ٹہنیوں پر نئے پھول کھلتے ہیں۔ نعت کا پورا بیانیہ ہی ثروت مند ہو جاتا ہے۔

❖……❖……❖……❖

نعت نامے: بنام صبیح رحمانی

مکتوب نگاری ایک دلچسپ مشغلہ ہے ایک ایسا مشغلہ جسے اب باقاعدہ فن کا درجہ حاصل ہے۔ مرزا غالب کے لفظوں میں یہ مراسلے کو مکالمے بنانے کا ہنر ہے۔ مکاتیب اپنی دلچسپی کے سبب قابلِ مطالعہ (Readable) تو ہوتے ہی ہیں لیکن بعض اوقات اہم معلومات، عارفانہ نکات اور مختلف فکری وفنی میلانات کے مظہر بھی ہوتے ہیں ان کی اہمیت لکھنے والوں کے علمی وادبی مرتبے اور طرزِ اظہار کے سبب ہوتی ہے۔ زیرنظر کتاب میں شامل مکاتیب کی اہمیت اس حوالے سے ہے کہ ان سب کا مرکزی موضوع نعت ہے، اس حوالے سے یہ دنیا کی کسی زبان میں ایک صنف (نعت) اور اس سے وابستہ امور ومسائل کے بارے میں پہلی اہم اور ضخیم تالیف ہے جس میں شامل مکاتیب کی تعداد آٹھ سو کے قریب ہے۔ یہ مکاتیب گزشتہ دو عشروں میں بغیر کسی منصوبہ بندی کے فطری انداز میں مختلف اور متنوع افراد اور شخصیات کی طرف سے لکھے گئے۔ ان مکاتیب کے مخاطب صبیح رحمانی ہیں۔ نعت کے حوالے سے منفرد رسالے 'نعت' کے مدیر، جو بقول شاعر

میں اکیلا ہی چلا تھا جانبِ منزل مگر
لوگ ساتھ آتے گئے اور کارواں بنتا گیا

نعت رنگ کے ذریعے فروغِ نعت کے لیے یہ ارادہ اور آغازِ سفر تنہا صبیح رحمانی کا تھا، منزل۔ صنفِ نعت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمہ پہلو خدمت تھا بلاشہ اس ادارے اور آغازِ سفر کے عقب میں کئی دردمندوں کی دعائیں اور مجھ ایسے سہل کوشوں کی تمنائیں تھیں، مگر یہ ایسے ہی

ہے جیسے کوئی کسی لمبے اور مشکل سفر پر روانہ ہو، مسافر ضد کا پکا ہو اور وہ مضبوط انا اور ارادہ کا مالک ہو اور اپنی آنکھیں اپنی اکلوتی خواہش کے افق پر جمائے ہوئے ہو۔ سفر کا پورا رخت بھی نہ رکھتا ہو مگر اپنے عزم کو ہی رختِ سفر جانتا ہو تو بڑے بوڑھے اسے کچھ نیم دلی سے اور کچھ خوش دلی سے سفر پر روانہ کر دیتے ہیں۔ کچھ ایسا ہی آغازِ سفر ''نعت رنگ'' کے تنہا مسافر کا تھا پھر جب یہ سفر آغاز ہوا تو دائیں بائیں، دور و نزدیک، اپنے وطن اور وطن سے باہر، بزرگ جوان، اہلِ قلم، اہلِ ذوق، شاعر، محقق، ناقد، ریسرچ سکالر، اساتذہ معاصر اور بزرگ نعت کار، نعت دوست، ثناء سرشت، مدحت زاد روّیوں کے حامل اہل دل سب اس قافلے میں ملتے گئے اور نعت رنگ کے تنہا مسافر نے دیکھا کہ اس کے ساتھ اب پورا ایک کارواں موجود ہے۔

اللہ تعالیٰ فروغِ خیر کا کام کسی سے بھی لے لے تنقیداتِ نعت کے حوالے سے معاصر ادبی اور تنقیدی میلانات، رجحانات اور احساسات کی جمع آوری کی جو مثبت، بلا تعصب اعلیٰ اور ادبیات عالیہ کے اعلیٰ معیار کے مطابق خدمت صبیح کے حصے میں آئی یہ ایک منفرد کام ہے اس کی مثال ماضی کی ادبی تاریخ اور معاصر اداراتی شخصیات میں نظر نہیں آتی۔

زیرِ نظر ''نعت نامے'' اسی دورانِ سفر کا حال و احوال لیے ہوئے ہیں۔ اس مسافر کو اب تک کے طے کردہ مسافت میں جو مشورے، پند و نصائح، سفرِ نعت کے بارے میں تاکید و توجہ اور احتیاط و تجاویز کے حوالے سے جو فرمودات و نگارشات ملیں ان میں سے جو محفوظ رہ گئیں وہ اس کتاب میں موجود ہیں۔ یہ مجموعۂ مکاتیب نعتِ رسول اکرمؐ کے بارے میں ایک ایسے اہم عہد ادب کی جھلک لئے ہوئے ہے جو بیسویں صدی کے آخری اور اکیسویں صدی کے پہلے عشرے یعنی دو صدیوں کے درمیانی نعت کے حوالے سے اُن درخشاں سالوں پر محیط ہے۔ جن میں صنفِ نعت اور اس سے متعلقہ موضوعات و مسائل کے حوالے سے رجحان ساز ادبی کام ہُوا، ویسے تو نعت کے حوالے سے گزشتہ صدی کے آخری ربع میں تنقیداتِ نعت اور منتخبات نعت کے حوالے سے کئی کتابیں اور رسائل کے نعت نمبر چھپنا شروع ہو گئے تھے مگر اس صنف جسے بعض ناقدین اور

مدیران 'موضوعِ محض' سمجھ کر مسلسل نظر انداز کئے ہوئے تھے اپنے فنی محاسن اور اعلیٰ تخلیقی اقدار کے حامل نمونوں کی موجودگی کے باعث اب اِس طرف متوجہ ہونا شروع ہو گئے تھے____ ایسے صنفِ نعت کی تخلیق، تنقید، تدوین اور تحقیق میں مقدار اور معیار دونوں حوالوں سے ہُوا اور ان عشروں میں اس صنف نے سال بہ سال اور عشرہ بہ عشرہ اپنے سفر کا ہر قدم جست نما انداز میں طے کیا۔

یہاں اس امر کی نشاندہی بھی ضروری ہے کہ نعت کی صنف جب کبھی ماضی میں بھی با کمال ہنروروں کے ہاتھوں تخلیقی مراحل سے گزری تو محاسنِ شعری کی اعلیٰ اقدار و روایات سے مزین رہی محسن کاکوری کے نعتیہ قصائد اور مثنویاں ان تمام اعلی صفات ومحاسن سے مملو ہیں جنہیں شعری اسلوب کی جان کہا جاتا ہے۔ بیسویں صدی کے پہلے ربع تک امیر مینائی، مولانا احمد رضا خاں، علامہ محمد اقبال جیسے باکمال اور معروف ہنروروں کے ساتھ بیسوؤں اور شاعروں نے بھی صنفِ نعت کے فکری وفنی آفاق وسیع کئے۔ مگر یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ تنقیدِ نعت کے ایک باقاعدہ دبستان کی شکل ''نعت رنگ'' کے صورت میں سامنے آئی جس میں اس صنف کے مختلف پہلوؤں کو زیرِ مطالعہ لایا گیا۔ معاصر نعت گو شاعروں کے ساتھ ساتھ کلاسیکی نعتیہ روّیوں، کتابوں، شاعروں اور نعت پاروں کا بھی جائزہ لیا گیا۔ یوں ''نعت رنگ'' ایک ایسے فورم اور پلیٹ فارم کی شکل اختیار کر گیا جہاں نعت کاروں کو اپنے تنقیدی خیالات و افکار کے باضابطہ اور مستقل اظہار کی سہولیات میسر ہوئیں۔

زیرِ نظر کتاب میں شامل نعت نامے بھی ''نعت رنگ'' ہی کی عطا ہیں۔ ان مکاتیب کے لکھنے والوں میں اہلِ قلم، اساتذہ، نعت نگار، محقق اور دوسرے وہ باذوق دوست احباب اور اہلِ علم شامل ہیں جو شعر و ادب، سیرت ونعت رسولِ اکرمؐ اور تنقیدی مطالعہ سے دلچسپی رکھتے ہیں۔ ان مکاتیب میں جو شعر و ادب، سیرت ونعت رسول اکرمؐ اور تنقیدی مطالعہ سے دلچسپی رکھتے ہیں۔ ان مکاتیب میں سے کئی ''نعت رنگ'' میں شائع ہو چکے ہیں اور کئی پہلی بار اس کتاب میں اشاعت پذیر ہو رہے ہیں۔ ان مکاتیب میں اگرچہ کہیں کہیں مکتوب نگاروں کے صبیح رحمانی سے دوستی اور

تعلق کے ذاتی حوالوں کا ذکر بھی ہے مگر ان غالب موضوع نعت، تنقیدات نعت کے ادب آداب، امور و مسائل اور اس صنف کے دوسرے پہلوؤں کے مطالعہ سے ہے۔

ان مکاتیب میں جن امور و مسائل کی نشاندہی ہوئی ہے وہ اہم ہی نہیں اردو نعت کے مستقبل کے حوالے سے مکالمے سے وسیع امکانات لئے ہوئے ہیں۔ ہر دور میں جزوی طور پر یا وضاحت کے ساتھ ان نکات پر مزید گفتگو ہو سکتی ہے مکالمہ در مکالمہ ان میں سے کئی مضامین و موضوعات پر تلاش و تحقیق سے مقالے تحریر ہو سکتے ہیں۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ مکاتیب میں فطری طور پر بعض ایسے امور در آتے ہیں جن کی گہرائی کا اکثر اوقات کہنے والے کو بھی پتہ نہیں ہوتا، پڑھنے والے کی آنکھ کبھی پہلی بار پڑھتے ہوئے اور کبھی کئی سالوں بعد اس سے کئی کارآمد، مفید مطلب اور مکالمہ خیز مباحث اخذ کر لیتی ہے۔

صبیح رحمانی کے نام لکھے گئے یہ مکاتیب ہماری معاصر نعتیہ تاریخ کے کئی اہم پہلوؤں سے عبارت ہیں۔ اس کتاب میں ان کی جمع آوری ہمارے نعتیہ منظر نامے میں کئی مباحث اور مکالموں کے امکانات کی نشاندہی کرتی ہے۔ انہیں بہ یک نظر پڑھنے سے نہ صرف قاری کا مطالعہ وسیع ہوتا ہے اور اس کی معلومات میں اضافہ ہوتا ہے بلکہ قاری اپنی ذہنی بساط اور اثر پذیری کی صلاحیت کے سبب کسی آتے زمانے میں انہیں پڑھتے ہوئے تخلیقی تجربے کی سعی مکرر سے بھی گزر سکتا ہے۔ سعیِ تخلیقِ مکرّر (Recreative Effort) کبھی کبھار اک جبلّی جذبے کی طرح زندہ قاری کے دل و دماغ پر وارد ہوا کرتی ہے اور وہ برسوں پہلے لکھی ہوئی تحریروں سے بھی بالکل نئے اور تر و تازہ مفاہیم اخذ کر لیتا ہے۔

مجھے امید ہے صبیح کے نام لکھے گئے ان مکاتیب کا مطالعہ آج اور آتے سالوں میں بھی تخلیق سرشت اور تحقیق نژاد ذہنوں پر مکالموں کے کئی نئے دَر وا کرے گا۔ یہ کتاب بے شمار اہلِ قلم، اہلِ ثنا، اہلِ درد، اہل تنقید، اہل تحقیق اور اہل ذوق حضرات کے محسوسات، مطالعات اور نتائج فکر کو مہمیز کرتی ہے۔ ان مکاتیب میں فروغِ نعت کی مخلصانہ کوششوں کے ساتھ ادبیات کے صالح

اور خیر انگیز رویّوں کے فروغ کی خوش نیتی بھی موجود ہے۔ مجھے امید ہے ان حُب ناموں اور اخلاص نوشت تحریروں سے نعتیہ ادب کے بارے میں سنجیدہ فکری مطالعات سامنے آئیں گے۔ امید ہے مستقبل کے نعت کاران اپنے نعتیہ موضوعات، مضامین پر تنقیدی و تحقیقی کام کرتے ہوئے ان مکاتیب کو بھی ایک اہم ماخذ کے طور پر استعمال کریں گے اور ان مکاتیب کے لکھنے والوں کے ذہنی میلانات کا تنوع کئی اہم نعتیہ امور و مسائل پر مباحث کا پیش خیمہ ثابت ہوگا۔

مکاتیب میں غیر محسوس طور پر ایک علمی بحث اور تہذیبی مکالمے کی صورت پیدا ہو جاتی ہے۔ غیر ارادی طور پر مجلسی تنقید کے کئی راستے کھلتے ہیں۔ نعت جو ایسی تنقید کے ابتدائی عشروں میں ہے اُسے اپنے فکری و فنّی امکانات کی تلاش میں تسلسل کے ساتھ ایسے مکالموں اور سنجیدہ مباحث کی ضرورت ہے۔ جن میں مختلف مذہبی اور مسالک اور وابستگیوں، ذہنی میلانوں، شعری دبستانوں، لسانی حلقوں اور متنوع لب ولہجہ کے ادب دوست بے تکلفی مگر گفتگو کے ادب و آداب اور اس صنف کے وقار اور احترام کا خیال رکھتے ہوئے حصہ لیں ــــــ بات سے بات چلے ــــــ چراغ سے چراغ جلے اور یوں نعت کے ضمن میں اجتماعی دانش کے ظہور کی صورت گری ہو۔

نعت نامے ''بنام صبیح رحمانی'' کی جمع آوری سے ایسی صورت گری کا ایک رُخ اور قرینہ سامنے آیا ہے۔۔ گزشتہ نصف صدی میں نعت کاروں میں جو خط و کتابت ہوتی رہی ہے۔ اگر وہ سامنے آئے تو نعت کے باب میں مختلف لوگوں کے ذہنی رجحانات، باہمی رویوں، آپس کے تعلقات اور ذاتی امور و مسائل کے ساتھ نعت، تخلیقِ نعت، تنقیدِ نعت، اشاعتِ نعت اور تشہیر و فروغِ نعت کے باب میں کی گئی مساعی، نعتیہ تحقیق کے دائرے کو وسیع کرے گی۔

نعت ناموں کی ترتیب کا جو سلسلہ اس کتاب سے آغاز ہو رہا ہے، ہماری ادبی مکاتیب نگاری میں ایک منفرد اضافہ اور نعت کے ضمن میں ایک خوش آئند اور تازہ روایت کا طلوع ہے۔ اگر ہمارے اہل قلم، مدیرانِ رسائل، نعت گو شاعر اور ناقد اپنے ذاتی ریکارڈ میں جمع ایسی مراسلاتی تحریروں کی جمع آوری کی کوئی سبیل نکالیں یا ہمارے ریسرچ سکالر اُن سے یا اُن کے لواحقین سے

رابطہ کر کے نعت ناموں کی جمع آوری کی اس روایت کو آگے بڑھائیں تو کتنا بڑا علمی سرمایہ ہماری ذاتی فائلوں سے نکل کر تنقید کے رواں اجتماعی دھارے میں آجائے گا۔ مثلاً نعت نامے بنام حفیظ تائب ــــ نعت نامے بنام عبدالعزیز خالد ــــ نعت نامے بنام صوفی محمد افضل فقیر ــــ نعت نامے بنام حافظ لدھیانوی ــــ نعت نامے بنام ابوالخیر کشفی ــــ نعت نامے بنام ادیب رائے پوری ــــ نعت نامے بنام سید رفیع الدین اشفاق ــــ نعت نامے بنام عاصی کرنالی مرحوم ــــ اسی طرح نعت نامے بنام راجہ رشید محمود صاحب وغیرہ ــــ جو یقیناً وقیع اور اہم نعتیہ سرمائے پر مشتمل ہوں گے اسی طرح اگر ــــ بنام ــــ کی جگہ ــــ از ــــ لگا لیا جائے تو ایسے مراسلات کی جمع آوری بھی ضروری ہے۔

❖......❖......❖......❖

جوہرِ نعت: خاور

ہمارے شعری منظر نامے میں نعت کی صنف کو سال بہ سال جو پذیرائی مل رہی ہے وہ خوش آئند ہے اس پذیرائی کا دائرہ، تخلیق سے تحسین تک پھیلا ہُوا ہے آج کل اس صنف کی طرف زیادہ شاعر مائل ہورہے ہیں موجود شاعروں کے جداگانہ نعتیہ مجموعے بھی شائع ہورہے ہیں اور کئی نعتوں کی کیسٹیں، سی ڈیز اور سوشل میڈیا پر ان نعتوں کی آڈیو اور ویڈیو بھی عام ہیں جوان مشاعروں میں پڑھی جاتی ہیں نعتیہ گلدستوں کے علاوہ گزشتہ عشروں میں نعت کے کئی عمدہ انتخابات بھی شائع ہوئے ہیں ایسے انتخابات میں خیرالبشرؐ کے حضور (ممتاز حسین) ارمغان نعت (شمس بریلوی) اردو کی نعتیہ شاعری (فرمان فتحپوری) مدحِ رسولؐ (راجا رشید محمود) اور بہارِ نعت (حفیظ تائب) کے نام اس وقت ذہن میں آرہے ہیں ان مجموعوں میں زیادہ نعتیں کلاسیکی شاعری سے منتخب کی گئی ہیں ___ حفیظ تائب صاحب کے انتخاب میں معاصر نعتیہ شاعری کے نمونوں کا شمول، اس انتخاب کو منفرد ٹھہراتا ہے انہوں نے اس انتخاب کا نام ’جوہرِ نعت‘ اس اعتبار سے رکھا ہے کہ اس زمانے میں نعت کی صنف کو ادب میں پذیرائی مل رہی ہے اور تخلیق نعت کا گراف روز افزواں ہے۔ اس انتخاب کی اشاعت کو بھی قریب نصف صدی ہورہی ہے۔

خاور صاحب کا یہ انتخاب اردو نعت کی تاریخ کے سینکڑوں انتخابوں میں ایک منفرد نعتیہ انتخاب ہے ایک اعتبار سے یہ شاعروں کی اپنی نعتوں کا خودکردہ انتخاب ہے یعنی نعت

نگاروں نے اپنی نعتیہ شاعری میں سے اپنی کسی ایک نعت کا انتخاب کیا اور وہ خاور کو بھیج دیا اگرچہ اس کا مقصد ایک نعتیہ مقابلے میں شرکت کی غرض و غایت تھا شاعر پر کسی صنف، موضوع یا طرح مصرع وغیرہ کی کوئی پابندی نہیں تھی۔ بس اُس سے ایک نعت طلب کی گئی جو شاعر نے بھیج دی اس وقت اس کے گمان میں بھی یہ بات نہیں تھی کہ اس مقابلے کے لئے ملنے والی نعتوں کو کتابی شکل بھی دی جائے گی۔

اس اعتبار سے اس کتاب کو خاور کے انتخاب نعت کی بجائے جمع آور کہنا زیادہ مناسب ہوگا کیونکہ خاور کے پاس موجود و دستیاب مواد میں انتخاب کی گنجائش ہی نہیں تھی اسے موجود و میّسر مواد کو ترتیب دینا تھا سو اس نے حروف تہجی کے اعتبار سے شاعروں کی طرف سے ملنے والی نعتوں کو مرتب کر دیا۔

واضح ہو کہ انتخابات کی کئی شکلیں ہوتی ہیں قدیم و جدید شاعری کے نمونوں کے حوالے سے اصناف کے حوالے سے، مختلف شہروں، علاقوں اور زبانوں کی نعتوں کے حوالے سے، مختلف طرحوں پر لکھی جانے والی نعتوں کے حوالے سے، موضوعات کے حوالے سے (مثلاً میلادیہ نعتیں، معراجیہ نعتیں وغیرہ)، مختلف ردیفوں پر لکھی جانے والی نعتوں کے حوالے سے (مثلاً صلی اللہ علیہ وسلم کی ردیفوں کے حوالے سے راز کاشمیری کا انتخاب) ____ مگر خاور صاحب کی مرتب کردہ یہ کتاب موجود و میسر مواد سے ترتیب شدہ انتخاب کا درجہ رکھتی ہے۔

یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا شاعروں کی طرف سے بھیجی جانے والی یہ نعتیں ہر لحاظ سے اُن کی نمائندہ نعتیں ہیں؟ یا اُن کے کلام میں سے خاور صاحب کسی اور نعت کا انتخاب بھی کر سکتے تھے شاعروں کے بارے میں بعض ناقدین کہتے ہیں کہ وہ اکثر اپنے سرمایۂ سخن سے بہتر کا انتخاب خود نہیں کر سکتے! اس بات میں کچھ حقیقت بھی ہے شاید تخلیقی سطح پر اُن کا انہماک ان کے اندر

کی ناقدانہ صفات کی مناسب نشوونما میں خارج ہوتا ہے! اس کی سینکڑوں مثالیں دی جا سکتی ہیں۔ یہاں مرزا غالب کی ایک مثال ہی کافی ہے انہوں نے دیوان مرتب کرتے ہوئے

ے مجھے اُس سے کیا توقع بہ زمانۂ جوانی
کبھی کود کی میں جس نے نہ سنی مری کہانی

جیسے شعر کو شامل دیوان کر لیا مگر

ے ہے کہاں تمنا کا دوسرا قدم یا رب
ہم نے دشتِ امکاں کو ایک نقش پا' پایا

جیسے شعر کو پا، پایا کے عیب تنافر کی بنیاد پر نظر انداز کر دیا حالانکہ آہنگ اور فکر کی تہہ داریت اور پہنائی کے حوالے سے یہ شعر غالب کے ان چند اچھے شعروں میں سے ہے جن کی علامتی وسعتیں اور تلازماتی سلسلے شعر کے مفہوم کو متنوع امکانات کی طرف لے جاتے ہیں۔

کئی شاعر اپنے ہی کلام پر نظر ثانی کرتے ہوئے بعض اوقات اپنے نقش اوّل کو خراب کر بیٹھتے ہیں اور اپنے بانویں شعر سنوارنے کے شوق میں اس کی فطری تخلیقی شکل کو مسخ کر دیتے ہیں ایسی کئی مثالیں دی جا سکتی ہیں انگریزی عملی تنقید کی ایک کتاب (Poems In The Making) میں کالرج، ورڈزورتھ، کیٹس اور دوسرے کچھ شاعروں کی نظموں کے دونوں متن دیئے ہوئے ہیں نقش اوّل بھی اور تصحیح شدہ یا نظر ثانی شدہ نظم بھی ____ اکثر جگہوں پر ترمیم و اضافہ نے نظموں کو سنوار دیا ہے۔ جب کہ کچھ نظموں میں مجھے پہلا متن زیادہ بہتر لگا مجھے افسوس ہے مصنف

کا نام اس وقت ذہن میں نہیں آ رہا یہ کتاب میں نے ۱۹۷۷ء کے قریب دیکھی تھی اس کے مرتب ،ایڈیٹر/جمع آور نے بڑی محنت سے دواڑھائی سو صفحوں میں انگریزی کے معروف شاعروں کی نظموں کے دونوں سکرپٹ جمع کئے تھے (گورنمنٹ کالج/ یونیورسٹی کے صدر شعبہ انگریزی ملک سرفراز صاحب نے دوسری کئی کتابوں کے ساتھ یہ کتاب مجھ سے پڑھنے کے لئے لے کر گئے تھے مگر بعد میں انہوں نے یہ کتابیں اس لئے اپنے پاس رکھ لی تھی کہ اردو والوں کو اس کتاب کی کیا ضرورت ہے بقول ایک انگریزی قول(Beauty belongs to him only who can appreciate him)یہ جمعہ طویل ہو گیا بہر حال میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اکثر ہم شاعروں کا اپنا انتخاب، ہماری صحیح نمائندگی نہیں کرتا ہم انتخابات وغیرہ کے لئے اس لمحہ موجود میں اپنی کوئی معروف تخلیق بھیج دیتے ہیں اس میں ممکن ہے مہارت، کاریگری اور زور فن زیادہ ہو اور وہ نعت اس فطری سادگی اور تاثیر سے محروم ہو جسے لوگ پسند کرتے ہیں۔

اس انتخاب یا جمع آوری کا ایک اور منفرد پہلو اس میں خاور کی ایڈیٹنگ اور تعلیقات کی فراہمی ہے ایڈیٹنگ میں خاور صاحب نے ایک حصہ محذوفات کا بنایا ہے اس کے بارے میں شاعروں کے بعض تسامحات ہو سکتے ہیں مگر یہ ایڈیٹر کی صوابدید ہے وہ جس بڑے کام کو کرنے جا رہا ہے اس کا حق ہے وہ اس میں سے کچھ کے بارے میں اگر اپنی جداگانہ رائے رکھتا ہے تو اس کا اظہار کرے۔ حمد و نعت اور مناقب کے حوالے سے یہ ایڈیٹنگ اور بھی اہم ہے مرتب، ایڈیٹر اور جمع آور کی ذمّہ داری ہے کہ وہ جمع ہونے والے ہر مواد کو بعینہٖ شامل کتاب نہ کرے اگر اس کے خیال میں کوئی شعر یا فن پارے کا کوئی حصہ فن یا مفہوم کے لحاظ سے مناسب نہیں یا اس سے کسی کی دل آزاری اور کسی متنازع مسئلے کے پیدا ہونے کا امکان ہے تو وہ اسے شامل انتخاب کرنے سے انکار کر سکتا ہے۔ گزشتہ نصف صدی میں نعت کے ہمہ گیر پھیلاؤ کے ساتھ کچھ ایسے مسئلے بھی پیدا ہوئے

ہیں جن کے بارے میں محتاط رہنے کی ضرورت ہے مثلاً

اظہار کی ایسی دیدہ دلیری جس میں کسی فقہی یا مسلکی گروہ کی واضح دل آزاری ہو رہی ہو اور جس کی اشاعت سے نہ صرف کسی فرد، طبقے، یا مسلک پر کاربند لوگوں کی دل آزاری ہو رہی ہو تو مرتب کی ادارتی / مدیرانہ ذمہ داری ہے وہ ایسے مواد کی اشاعت روک لے یا اس کے بارے میں اپنی رائے حاشیے میں دے دے۔

خاور صاحب نے ایسے مواد کے بارے میں محذوفات کے بارے میں اپنے تاثرات دے دیئے ہیں ان میں سے کچھ کے بارے میں بعض لوگوں کے تحفظات ہو بھی سکتے ہیں لیکن اس حوالے سے خاور صاحب کی نیت پر شبہ نہیں انہوں نے جو محسوس کیا اس کا اظہار کر دیا۔ اس انتخاب کا مطالعہ ایک حوالے سے معاصر اردو نعت کا بہ حیثیت مجموعی مطالعہ ہے نعت میں مختلف شاعروں نے کن آہنگوں کو استعمال کیا ہے قوافی اور ردیف کے ذیل میں آج کل کون سے رجحانات ہیں؟ آج کی نعتیہ لفظیات کیا ہیں؟ اسمائے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے باب میں کن اسماء کا زیادہ چلتی ہے؟ آج کے نعت کے مضامین وموضوعات کیسے ہیں ان میں جدّت، تازہ کاری اور ندرت کا گراف کیا ہے معروف آہنگ، بحور اور اوزان کون سے ہیں جن میں آج نعت ہو رہی ہے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ نعت مضامین کے اظہار ہے وہ غزل ہے آج بھی ماضی کی طرح غزل ہی کو ذریعہ اظہار بنایا جا رہا ہے یہ ساری باتیں اور ان کے علاوہ اور بہت سی سوالوں کا جواب ہمیں اس کتاب کے مطالعے سے مل سکتا ہے۔

اس انتخاب کے دو نمایاں پہلو اور بھی ہیں ایک یہ کہ اس انتخاب کا دائرہ پاکستان تک محدود نہیں جہاں جہاں سے جو نعتیں، خاور صاحب کو دستیاب ہوئیں انہوں نے ان نعتوں کو شاملِ انتخاب کر لیا دوسرے ہر نعت کے حاشیے میں مشکل الفاظ، تلمیحات اور دوسری لفظی

مشکلات کی شرح و وضاحت خاور نے حاشیے میں کر دی یوں یہ انتخاب آج کے اوسط درجے کے اردو خواں قاری کے لئے بھی مفید مطلب ہو گیا ہے اگر ان تمام حواشی کو جمع کر لیا جائے تو ایک چھوٹی سی لغت نعت مرتب ہو سکتی ہے (اس طرف میرا خیال اس لئے گیا کہ میں گزشتہ کئی سالوں سے ایک ایسی لغت نعت کی تدوین میں (انتہائی کاہلی سے) مصروف ہوں جس میں محسن کاکوری، احمد رضا خاں اور عبدالعزیز خالد وغیرہ تمام نامور شاعروں کے کلام میں استعمال کئے گئے الفاظ پر مشتمل ہو)

خاور صاحب کو اس مبارک کوشش پر خراج تحسین پیش کرنا ہم سب کا فرض ہے نعت کائنات کے حوالے سے اُن کی سعیٔ جمیلہ پہلے ہی نعت کاروان کی نظر ہے۔ صبیح رحمانی نے جس طرح نعت کو جریدہ آشنا کیا اسی طرح خاور نعت کو الیکٹرانک میڈیا کے اثاثے کی شکل میں محفوظ کر رہے ہیں یہ نعت کے ماضی اور حال کو مستقبل ___ اور مستقبل کے وادیوں سے مانوس کرنے کی کوشش ہے۔ اللہ انہیں توفیقاتِ مزید سے نوازے (آمین)

قطعۂ تاریخ

آپؐ کی بارگاہ اقدس میں
پیش کرنے کو ارمغانِ طہور

خاور آیا بصد ہزار ادب
حُب سے لبریزؔ شوق سے معمور

ناظمِ ’نعت کائنات‘ _ _اِس کی
کرے مشکور سعیٔ ربِّ غفور

آپؐ کے اذن سے ملے اِس کو
اجر اِس کا یہ صبحِ یومِ نشور

کیجئے اپنی بارگہ میں قبول
دلنشین انتخابِ نعت‘ حضورؐ

۲۰۱۸

۲

شرق سے غرب تک فضا مہکی
مہکا اِس طرح سے گلابِ نعت
ہاتفِ غیب کے لبوں پر ہے
رونق انگیز انتخابِ نعت

۲۰۱۸ء

۳

انتخاب اپنا کچھ نہیں اِس میں
ہے عجب طرز کی کتابِ نعت
جو ملا لے لیا، کیا وہ قبول
منفرد سادہ انتخاب نعت

۲۰۱۸ء

۴

عجب اک طرز کی کتابِ نعت
منفرد ملّی انتخابِ نعت

۲۰۱۸ء

❖……❖……❖……❖

اردو تنقید بالخصوص نعتیہ تنقید سے دلچسپی رکھنے والوں کے لیے یہ خبر خوش کن ہوگی کہ اردو کے نامور شاعر اور معروف محقق و ناقد ڈاکٹر ریاض مجید کے نعتیہ دیباچے تین جلدوں میں نعت اکادمی فیصل آباد سے شائع ہو گئے ہیں۔

گزشتہ تین دہائیوں سے زائد عرصے میں لکھے گئے یہ نعتیہ دیباچے نعت شناسی کے سفر میں ڈاکٹر ریاض مجید کی گراں قدر خدمات کی دستاویز کی حیثیت رکھتے ہیں۔

اردو میں دیباچہ نگاری کی اپنی ایک روایت ہے۔ ڈاکٹر ریاض مجید کے دیباچے پڑھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ اس روایت کے نہ صرف مثبت پہلوان کے ہاں نمایاں ہیں بلکہ اپنی تخلیقی استعداد اور گہری بصیرت سے کام لیتے ہوئے انھوں نے دیباچہ نگاری کی روایت میں قابل قدر اضافہ بھی کیا ہے۔ ان کے دیباچوں کی اشاعت سے اردو نعت کے تنقیدی سرمائے کی ثروت مندی نمایاں ہو کر سامنے آتی ہے۔ اصل میں انھوں نے اپنے دیباچوں صرف تحسینی رویہ اختیار نہیں کیا ہے بلکہ وہ زیر مطالعہ نگارشات میں زبان و اسلوب کی چمک اور موضوع کی وسعت و گہرائی اور تخلیق کار کی فکری و فنی ہنر مندی کے پہلوؤں کا بہ نگاہ غائر جائزہ لیتے اور تعبیر و محاکمہ ضروری سمجھتے ہیں۔ پھر یہ بھی ہے کہ ان کے ہاں قدیم و جدید تنقیدی تناظر اور اختصاصی جہات کو بھی پیش نظر رکھا جاتا ہے۔ چنانچہ تحریریں باضابطہ تنقیدی فکر و نظر کی حامل دکھائی دیتی ہیں اس لیے یہ بات ذمہ داری سے کہی جا سکتی ہے کہ ان مضامین کی اشاعت نے نعت شناسی کے باب میں مطالعات و تجزیات کے میدان کو وسیع تر کر دیا ہے۔

صبیح رحمانی